1815

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 5۔ جولائی 2006

1۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ جات قانون و پارلیمانی امور اور مواصلات و تعمیرات) نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون

(جو زیر غور لایا جائے گا)

مسودہ قانون استعداد و نظم وضبط اور احتساب سرکاری ملازمین پنجاب مصدرہ 2005

عام بحث

تھانوں کے ماحول کی اصلاحات کے لئے تجاویز

1817

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

بدھ، 5۔ جولائی 2006

(یوم الاربعاء، 8۔ جمادی الثانی 1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 3 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ
إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ
أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ
وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم
مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾

سورۃ الحُجرات آیات 12 تا 13

اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے۔ (تو غیبت نہ کیا کرو) اور خدا کا ڈر رکھو بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے (12) لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک

عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔بے شک خدا سب کچھ جاننے والا (اور)سب سے خبردار ہے(13)

وما علینا الا البلاغ o

سوالات

(محکمہ جات قانون و پارلیمانی امور اور مواصلات و تعمیرات)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ قانون و پارلیمانی امور اور مواصلات و تعمیرات سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آج سے تین روز قبل اس ایوان میں فیصل آباد کے مین روڈز پر ضلعی حکومت کی طرف سے ٹیکس کا معاملہ زیر بحث آیا تھا اور اس میں لاء منسٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ چیک کر کے ساری صورتحال کے متعلق ایوان کو آگاہ کریں گے تو میری گزارش ہے کہ اس وقت موقع پر جو صحیح صورتحال ہے اس سے متعلق لاء منسٹر صاحب فرمادیں۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات کے بعد بتادیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر ان کے پاس ابھی اس بارے میں معلومات نہیں ہیں تو وہ اسے collect کرنے کے بعد بتادیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ جو لیٹر ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی طرف سے آیا تھا the very next day میں نے تحریری طور پر وہ کاپی دے دی تھی اور میں نے بات بھی کی تھی لیکن چونکہ اس وقت رانا صاحب تشریف فرما نہیں تھے لیکن میں نے ان کی عدم موجودگی میں لیٹر بھی دے دیا تھا وہ آپ کو مل جائے گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب کو بھی لیٹر دے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی، میں نے دے دیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ پہلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! On his behalf سوال نمبر 1614

ایڈووکیٹ جنرل، ایڈیشنل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹس کے نام، تقرری کی شرائط اور مشاہرہ کی تفصیل

*1614 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پنجاب ہائی کورٹ میں اس وقت تعینات ایڈووکیٹ جنرل /ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹس جنرل کے نام کیا ہیں ان کی تقرری کی تاریخ کیا ہے، ان کا مشاہرہ کیا ہے اور ماہانہ مشاہرہ کے ساتھ ساتھ فی کیس بھی کوئی معاوضہ ادا کیا جاتا ہے تو اس کی کیا شرح ہے؟

(ب) ان کی تقرری کے طریق کار سے بھی آگاہ فرمائیں، کیا یہ تقرریاں اوپن میرٹ پر کی جاتی ہیں، کیا کبھی خالی اسامیوں کو مشتہر کیا جاتا ہے، تقرری کتنے عرصہ کے لئے کی جاتی ہے، تقرری کا اختیار کس کے پاس ہے؟

(ج) کسی اہم کیس میں ایڈووکیٹ جنرل /ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی غیر سنجیدگی /نااہلی کی وجہ سے اگر حکومت کیس lose کرے تو کیا اس کے جائزہ /تادیبی کارروائی کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) موجودہ ایڈووکیٹ جنرل 6 ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور 22 اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کے نام تاریخ تقرری ان کا مشاہرہ اور فی کیس شرح معاوضہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ماہانہ مذکورہ بالا مشاہرہ کے علاوہ -/100 روپے فی کیس ایڈووکیٹ جنرل اور ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل کو دیا جاتا ہے، جب وہ کسی مقدمہ میں پیش ہوں اور جب فیصلہ ہو تو -/200 روپے دیا جاتا ہے۔ فوجداری مقدمہ روبرو عدالت عالیہ -/120 روپے یومیہ دیئے جاتے ہیں، چاہے مقدمات کی تعداد جتنی ہو، عدالت عظمیٰ میں یومیہ معاوضہ -/1000 روپے دیا جاتا ہے۔ مقدمات کی تعداد جتنی بھی ہو لاء افسران کو پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت نہ ہے۔ البتہ اگر وہ کسی لوکل کونسل یا خود مختار ادارہ یا نیم خود مختار ادارہ کی جانب سے مقدمہ کی پیروی کریں تو وہ پرائیویٹ پریکٹس کے ضمن میں نہ آتا

ہے۔اس بارے میں ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ماتحت عدالت میں پیش ہونے پر -/5500روپے عدالت عالیہ میں ماہانہ یا یومیہ -/11000 روپے ہے اور عدالت عظمیٰ میں پیش ہونے کا -/20,000روپے معاوضہ لوکل کونسل کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے۔

(ب) تقرری کا طریق کار

ایڈووکیٹ جنرل کی تقرری آرٹیکل 140 دستور پاکستان کے تحت ہوتی ہے جس کی تقرری کی اہمیت و قابلیت عدالت عالیہ کے جج کے برابر ہوتی ہے۔یہ تقرری جناب گورنر، چیف منسٹر کی ہدایت پر کرتے ہیں، ایڈیشنل ایڈووکیٹ کی تقرری اور قابلیت کا معیار یہ ہے کہ وہ عدالت عظمیٰ میں پیش ہونے کا اہل ہو اور اس کی عمر کم از کم 40 سال ہو۔ایسی ہی قابلیت کا حامل شخص اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مقرر ہو سکتا ہے۔بشرطیکہ اس کی عمر کم از کم 35 سال ہو اور عدالت عالیہ میں سات سال تک پیش ہوا ہو۔اس کی تقرری صوبائی حکومت کی مرضی سے ہوتی ہے۔یہ اسامیاں مشتہر نہیں کی جاتیں کیونکہ یہ تقرری صوبائی حکومت کی مرضی کے مطابق کی جاتی ہے۔

(ج) کسی اہم کیس میں ایڈووکیٹ جنرل، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی کوتاہی یا غفلت کی صورت میں حکومت ایڈووکیٹ جنرل، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کے خلاف کارروائی کر سکتی ہے۔متذکرہ بالا افسران کی پیشہ ورانہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا کام تندہی اور ایمانداری سے سرانجام دیں۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میرا اس میں پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ایڈووکیٹ جنرل کی تقرری کے لئے کوئی پینل بھی بنایا جاتا ہے جس میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جائے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے کہ پینل مقرر کیا جائے جس کی تقرری کرنا ہوتی ہے وزیر اعلیٰ صاحب اس کا نام بھیجتے ہیں اور اس کی تقرری ہو جاتی ہے۔پینل نہیں بھیجا جاتا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ پوسٹیں ویسے تو خالصتاً ایسی ہوتی ہیں جس میں گورنمنٹ لوگوں کو oblige کر کے لاتی ہے۔ میرا اس سلسلے میں دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ایڈووکیٹ جنرل کے انتخاب کے لئے حکومت کوئی میرٹ بھی بناتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اس کے لئے جو qualifications ان کا آئین میں بھی پہلے سے ذکر موجود ہے۔ جو شخص اس qualification پر پورا اترتا ہو اس کا تقرر کیا جا سکتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! یہ صرف اتنا بتا دیں کہ ایڈووکیٹ جنرل کی qualification کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں نے آئین کی کتاب منگوائی ہے ابھی پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب کا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سوال کے جز (الف) کے جواب میں انہوں نے یہاں پر یہ فرمایا ہے کہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جب میں نے اس کی تفصیل منگوائی ہے اور اسے چیک کیا ہے تو اس میں جو ایڈووکیٹ جنرل صاحب ہیں وہ سید شبر رضا رضوی صاحب لکھا ہوا ہے جبکہ میری اطلاع کے مطابق وہ اس وقت ہائی کورٹ کے جج ہیں۔ اسی طرح سے ایک نام محمد بلال خان ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل کا بھی ہے اور میرے خیال میں وہ بھی وہاں سے فارغ ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! جس وقت جواب دیا گیا ہے اس وقت سید شبر رضا رضوی صاحب ایڈووکیٹ جنرل تھے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اس بارے میں تو آپ کئی بار direction دے چکے ہیں کہ جواب update ہونا چاہئے۔ یہ جو تفصیل ہمیں فراہم کی گئی ہے اس کے مطابق یہ جواب کم از کم دو سال پہلے کا ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ محکمے کا بڑا failure ہے اور اس نے Chair کی direction کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا اور وزیر قانون صاحب جو اتنی محنت کرتے ہیں ان کا بھی انہیں کوئی لحاظ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میرے پاس باقاعدہ up dated جواب موجود ہے اور اگر آپ حکم دیں تو میں وہ ساری فہرست پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! آپ نے پچھلے جو حکم دیئے ہیں ان کا کیا بنا؟

جناب سپیکر: وہ تو پہلے جواب آ چکا تھا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! یہ تفصیل جو مجھے یہاں سے میسر آئی ہے اس کے بعد جو یہ جواب دیں گے اس پر پھر ضمنی سوال کیا ہو گا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! انہوں نے نام پوچھنا ہے اس کا جواب یہی دیا جا سکتا ہے اس وقت آفتاب چودھری صاحب ایڈووکیٹ جنرل ہیں۔ ان کی تاریخ تقرری 7-2-2005 ہے۔ یہی جواب ہو سکتا ہے اور اگر اس کے علاوہ کسی بھی لاء آفیسر کے متعلق تفصیل چاہئے وہ میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ یہاں پر طریق کار یہی رہا ہے کہ منسٹر ہمیشہ جواب updated کر کے دیتا ہے تو میں updated کر کے دے رہا ہوں انہیں جو latest position چاہئے وہ میں گزارش کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ updated جواب دینے سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ منسٹر صاحب کی فائل میں جو جواب ہو وہ صرف updated ہو۔ میری سمجھ کے مطابق تو یہ ہے کہ ہاؤس میں جو جواب رکھا جائے یا جو تفصیل فراہم کی جائے وہ بھی updated ہونی چاہئے۔ اس کے متعلق اگر آپ کوئی۔۔۔

جناب سپیکر: تو آئندہ اس بات کی احتیاط کی جائے کہ ایوان میں جو جواب دیا جائے وہ updated ہو۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اگر آپ حکم دیں تو ایک دن یا دو دن پہلے updated جواب اسمبلی سیکرٹریٹ کو بھجوا دیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں راجہ صاحب کی اطلاع کے لئے یہ عرض کر دوں کہ یہ حکم آپ نے پہلے کئی دفعہ دیا ہوا ہے۔ اگر راجہ صاحب تک نہیں پہنچا تو میرے خیال میں اب موصول کر لیں اور آئندہ یہ کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! ایڈووکیٹ جنرل کی qualification کے متعلق ارشد بگو صاحب نے پوچھا تھا تو اس کی qualification وہی ہے جو ایک ہائی کورٹ کے جج کے لئے ہے۔ اگر وہ حکم دیں تو میں یہ پڑھ بھی دیتا ہوں۔ اس کے متعلق یہ ہے کہ:

> A person shall not be appointed as a Judge of the High Court unless he is a citizen of Pakistan and is not less than the age of 45 years. He has for a period or for the period aggregating not less than 10 years been an advocate of the High Court.

اور وہی ساری qualification جو ہائی کورٹ کے جج کے لئے ہیں جو شخص ہائی کورٹ کا جج بن سکتا ہے وہی ایڈووکیٹ جنرل بھی بن سکتا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب والا! on his behalf سوال نمبر 5549۔

جی او آر-I لاہور میں 2002-03 تا حال، نئی رہائش گاہوں سے متعلقہ تفصیلات

*5549 ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) جی او آر-1 لاہور میں آفیسرز کی نئی رہائش گاہوں کی تعمیر کے لئے 2002-03 سے آج تک جو سالانہ رقم رکھی گئی تھی اس کی تفصیل سال وار فراہم کی جائے۔

(ب) اس وقت جی او آر میں کتنی نئی سرکاری رہائش گاہیں زیر تعمیر ہیں؟

(ج) ان کی تعمیر پر کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے، کتنا کام مکمل ہوا ہے اور کتنا بقایا ہے؟

(د) کیا یہ رہائش گاہیں الاٹ کر دی گئی ہیں تو ان کے نام، عہدہ اور گریڈ وغیرہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	فنڈز
2002-03	6.000 ملین روپے
2003-04	8.000 ملین روپے
2004-05	50.000 ملین روپے

(ب) اس وقت جی او آر۔I میں 8 نئی رہائش گاہیں زیر تعمیر ہیں۔

(ج) ان رہائش گاہوں کی تعمیر پر اب تک 7.35 ملین روپے خرچ ہوئے ہیں۔ تعمیر کا کام ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔

(د) مذکورہ آٹھ رہائش گاہوں سے قبل مکمل ہونے والی 13 رہائش گاہوں کی الاٹمنٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔	14 B-گاف روڈ	مسٹر جسٹس اسلم صابر لاہور ہائی کورٹ
2۔	15 B-گاف روڈ	راجہ محمد بشارت، وزیر قانون پنجاب
3۔	1 A-بروم ہیڈ روڈ	محمد اسلم گھمن، ڈائریکٹر اینٹی کرپشن پنجاب
4۔	1 B-بروم ہیڈ روڈ	قاضی آفاق احمد، ایم ڈی، ایجوکیشن فاؤنڈیشن پنجاب
5۔	1 A-کلب روڈ	توقیر احمد فائق، چیف سیٹلمنٹ کمشنر پنجاب
6۔	1 D-کلف روڈ	شیخ احمد فاروق سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور پنجاب
7۔	3 A-کلب لین	انوار اے خان سیکرٹری سروسز پنجاب
8۔	14 A-ایکمن روڈ	طارق پرویز، ڈی آئی جی پولیس
9۔	9 A-کالج روڈ	خواجہ نعیم احمد، سیکرٹری پاپولیشن پنجاب
10۔	13 A-کالج روڈ	جاوید ملک، سیکرٹری فنانس آزاد کشمیر
11۔	1 C-ٹولنٹن روڈ	اس رہائش گاہ کو سی ایم سیکرٹریٹ میں شامل کر دیا گیا ہے۔
12۔	1 D-ٹولنٹن روڈ	مسٹر جسٹس نوز ابھٹی لاہور ہائی کورٹ
13۔	1 E-ٹولنٹن روڈ	یہ رہائش گاہ ابھی الاٹ ہونا باقی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

راجہ ریاض احمد : سوال کیا گیا ہے کہ کیا یہ رہائش گاہیں الاٹ کر دی گئی ہیں اگر ہاں تو جن کو الاٹ کی گئی ہیں ان کے نام عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے۔ اگلے صفحے پر جواب میں صرف نام لکھے گئے ہیں اور ان کے گریڈ کی تفصیل کسی بھی شخص کے سامنے نہیں لکھی گئی کہ اس کا کس گریڈ سے تعلق ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! جز (ب) کے بارے میں جو انہوں نے سوال کیا ہے اس میں گریڈ وائز تفصیل نہیں دی گئی اس میں سقم ہے میں تسلیم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں وہ جز (د) کے متعلق پوچھ رہے ہیں کہ کیا رہائش گاہیں الاٹ کر دی گئی ہیں اگر ہاں تو جن کو یہ الاٹ کی گئی ہیں ان کے نام عہدہ اور گریڈ وغیرہ کی تفصیل بیان کی جائے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! ان میں سے تیرہ رہائش گاہوں کی تفصیل تو دے دی گئی ہے اور آٹھ زیر تعمیر ہیں اور مکمل ہونے والی ہیں۔ ان کے نام بھی لکھ دیئے گئے ہیں ان کے گریڈ نہیں لکھے گئے۔

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ ان کے گریڈ نہیں لکھے ہوئے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: اگر آپ اجازت دیں تو ان کے گریڈ بھی منگوا لیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ حسب روایت وزیر موصوف کی رہنمائی فرما دیں کہ ان کی کم علمی کا آپ اندازہ کریں کہ ہر ایک کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ راجہ بشارت صاحب وزیر قانون ہیں۔ مسٹر جسٹس اسلم صابر صاحب ہائی کورٹ کے جج ہیں۔ سیکرٹری ایجوکیشن ہیں سیکرٹری سروسز ہیں تو انہیں اتنا علم ہونا چاہئے کہ سیکرٹری کا کون سا گریڈ ہوتا ہے یا منسٹر اور ہائی کورٹ کے جج کا کون سا گریڈ ہوتا ہے۔ اس میں جواب منگوانے والی کوئی بات نہیں ہے یہ صرف common sense کی بات ہے جو ہمارے وزراء صاحبان میں lack کرتی ہے ماسوائے ایک دو کے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں اس میں گزارش کروں گا کہ رانا صاحب نے ایک طنزاً سی بات کی ہے۔ اس میں ہمارے وزراء صاحبان کا بھی نام لکھا گیا ہے ظاہر ہے کہ ان کے گریڈ کا تو کوئی ابہام نہیں ہے لیکن بعض سیکرٹری گریڈ 19 کے بھی ہوتے ہیں بعض 20 گریڈ کے اور بعض 21 کے بھی ہوتے ہیں چونکہ میرے پاس اس کی تفصیل نہیں تھی اس لئے میں نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے آپ سے یہ گزارش کی ہے کہ اگر یہ فوری طور پر چاہتے ہیں ابھی میں آپ کو مہیا کر دیتا ہوں لیکن اگر یہ تھوڑا سا ٹائم دے دیں تو بہتر ہے ان کو گریڈ بھی مہیا کر دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، راجہ ریاض احمد!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! 13 نمبر رہائش گاہ کے آگے لکھا ہوا ہے کہ یہ رہائش گاہ ابھی الاٹ ہونا باقی ہے۔ موجودہ صورتحال میں اب یہ کس کو الاٹ ہوئی ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! ابھی یہ نامکمل ہے کسی کو الاٹ نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: ابھی یہ مکمل نہیں ہوئی۔ جناب سمیع اللہ خان!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (الف) میں پوچھا گیا ہے کہ آفیسرز کی نئی رہائش گاہوں کی تعمیر کے لئے 03-2002 سے آج تک جو سالانہ رقم رکھی گئی اس کی تفصیل سال وار فراہم کی جائے۔ اس کی جو تفصیل فراہم کی گئی ہے وہ بڑی دلچسپ ہے 03-2002 میں 6 ملین 04-2003 میں آٹھ ملین اور 05-2004، 50 ملین روپے۔

جناب سپیکر! یہ رقم چھ گنا زیادہ ہے یا تو اس ملک میں مہنگائی چھ گنا زیادہ بڑھی ہے یا بیوروکریٹس کی جو رہائش گاہیں ہیں ان میں اتنا بڑا اضافہ ہوا ہے۔ یعنی پچھلے سال اس مد میں 8 ملین روپیہ تھا اور ایک دم سے نئے سال میں 50 ملین روپے ہو گیا ہے۔ یعنی چھ گنا سے بھی زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ یعنی مہنگائی تو لوگ برداشت کر رہے تھے کہ مہنگائی ان کے دور میں چھ گنا زیادہ ہوئی ہے۔ لیکن اس کی کوئی وجہ تو بتائی جائے کہ بیوروکریٹس کی رہائش گاہوں کے لئے اس طرح سے خزانہ لٹایا جا رہا ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ جاننا چاہوں گا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! جناب سمیع اللہ خان نے انتہائی اہمیت کا حامل نکتہ اٹھایا ہے اسی میں تھوڑا سا اضافہ چاہتا ہوں تاکہ جواب اکٹھا آ جائے۔ اس میں جو انہوں نے کہا ہے چھ ملین روپے اس

کے بعد 8 ملین پھر اس کے بعد 50 ملین اور یہ تقریباً 100 ملین روپے بن جاتا ہے۔ پھر جو اب جواب دیا ہے اس میں کہا ہے کہ 7.35 ملین روپے مزید ہیں، آگے بات یہ ہے کہ تعمیر کا کام ابھی ابتدائی مراحل میں ہے تو یہ تقریباً 100 ملین روپے کا خرچ بتا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے تو کیا یہ وہاں پر کوئی محل تعمیر کر رہے ہیں، وہاں پر کس قسم کی رہائش گاہیں تعمیر کی جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر سی اینڈ ڈبلیو!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! یہ دو ضمنی سوالات ہیں۔ پہلے تو میں جناب سمیع اللہ خان کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ یہ جو 8 ملین سے 50 ملین روپے تک ہے چونکہ زیادہ رہائش گاہیں شروع کی گئی تھیں۔ جب جتنی بھی زیادہ رہائش گاہیں شروع کی جاتی ہیں اتنے ہی اس کے لئے فنڈز چاہیئں۔ جب پلاننگ ہوتی ہے تو اس کے مطابق پی اینڈ ڈی اور اس کے بعد فنانس ڈیپارٹمنٹ سے ہو کر آتا ہے۔ کیونکہ یہ زیادہ رہائش گاہیں بننی شروع ہوئی ہیں، اس لئے ہوئی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس وقت یہ جواب دیا گیا تھا اس وقت 10.35 ملین خرچ ہوئے تھے لیکن اس وقت 38.576 ملین روپے کے ساتھ رہائش گاہیں مکمل ہو چکی ہیں اور صرف ایک نامکمل ہے۔ جس وقت جواب آیا تھا اور یہ وہی update والی بات ہے لیکن آپ نے ابھی ضمنی سوال دریافت فرمایا میں اس کے جواب میں گزارش کر رہا ہوں کہ ہم نے اس پر 38.576 ملین روپے خرچ کر لئے ہیں یہ utilize ہو چکا ہے اور اس سے سات رہائش گاہیں مکمل ہو چکی ہیں۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (الف) میں فنڈز کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ 2002-03 اور 2003-04 میں جو 6.00 ملین روپے کی رقم رکھی گئی تھی اور 8 ملین اور ابھی 50 ملین روپے رکھی گئی ہے اس میں سے کتنا فنڈ خرچ ہوا اور کتنا lapse ہوا۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر سی اینڈ ڈبلیو!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! یہ figures کا معاملہ ہے۔ پہلے انہوں نے پوچھا تھا ہم نے اس کا جواب دے دیا ہے۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ کوئی فنڈز lapse تو نہیں ہوئے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! فنڈز 100 فیصد utilize ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: جناب سمیع اللہ خان!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! انہوں نے سوال کا جواب ٹیکنیکل تو دیا ہے لیکن میرا سوال یہ ہے کہ عوامی فلاح کے جتنے بھی منصوبے ہیں جن سے پنجاب کے 8 کروڑ عوام کا براہ راست فائدہ ہو سکتا ہے اس میں تو 8 گنا اضافہ نہیں ہے لیکن اس ملک کی افسر شاہی کی رہائش گاہوں کے لئے 8 گنا اضافہ کی کیا ضرورت ہے؟ میرا سوال ٹیکنیکل نہیں ہے کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ میں گیا، پی اینڈ ڈبلیو میں گیا، فلاں ڈیپارٹمنٹ سے ہو کر آیا۔ میرا سوال یہ ہے کہ اس صوبے میں جہاں لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے وہاں پر بیوروکریٹس کی رہائش گاہوں کے لئے 8 ملین ایک سال میں اور اگلے سال آپ اس کو 50 ملین کر دیں۔ میرا سوال تو یہ ہے کہ اس کا کوئی استدلال یا توجیہہ اس صوبہ میں دی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر سی اینڈ ڈبلیو!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے پھر موقع عطا فرمایا ہے کہ میں سمیع اللہ خان صاحب کی بات کا نان ٹیکنیکل جواب دے سکوں۔ گزارش یہ ہے کہ ہم یہاں پر 6 گنا سے بھی زیادہ خرچ کر رہے ہیں۔ آپ بھی سی اینڈ ڈبلیو کے منسٹر رہے ہیں، 2002 کے الیکشن کے بعد جب یہاں پر چودھری پرویز الٰہی صاحب چیف منسٹر بنے تو اس وقت تک سی اینڈ ڈبلیو میں maximum 2 billion کا بجٹ رہا ہے جو کہ الحمد للہ سی اینڈ ڈبلیو میں 98 and 99 فیصد تک اس کی utilization ہوتی رہی ہے لیکن یہ good governance کا ایک مظہر ہے کہ پہلے سال میں 3.7 بلین روپیہ خرچ کیا گیا، اگلے سال 7 بلین اور اس سال 16 بلین روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے جو کہ پہلے خرچ کرنے کے precedent سے آٹھ گنا زیادہ ہے۔ یہ project management, financial management and good governance کی ایک مثال ہے کہ فنڈز create کئے جاتے ہیں، پھر utilize کئے جاتے ہیں اور لگائے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ، جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف آج بڑے کھوئے کھوئے سے ہیں میرا خیال ہے یہ تیاری نہیں کر سکے۔ فرما رہے تھے کہ جب سے وزیر اعلیٰ چیف منسٹر بنے حالانکہ چیف منسٹر وزیر اعلیٰ

ہی ہوتا ہے اور وزیر اعلیٰ چیف منسٹر ہوتا ہے۔ یہ فرمائیں کہ یہ جو رہائش گاہیں تعمیر ہو رہی ہیں تو فی رہائش گاہ مکمل ہونے کی کیا estimated cost ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر سی اینڈ ڈبلیو!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! پہلے تو میں اس پورے ضمنی سوال کا جواب دوں گا۔ ان لوگوں کی طرف سے ایک superior type لفظ ہوتا ہے کہ وزیر گھر سے تیاری کر کے نہیں آتے، اپنے گھر سے تو تیاری کر کے آتے ہیں لیکن یہ کس قسم کی تیاری چاہتے ہیں، یہ off the record ان سے پوچھ لیا جائے گا۔ اس میں، میں گزارش کرتا ہوں کہ policy matter ہو تو on hand اس کا جواب دیا جا سکتا ہے لیکن یہ چونکہ figures کا پوچھ رہے ہیں اس لئے اس کے لئے fresh question کی ضرورت ہے وہ پوچھا گیا تو بتا دیا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انہوں نے 8 رہائش گاہوں کا ذکر کیا ہے اور یہ جو figures بتا رہے ہیں یہ کل 4 کروڑ کے قریب رقم بنا رہے ہیں جبکہ جگہ بالکل مفت ہے کیونکہ وہ سرکاری جگہ ہے اس لئے جگہ کی تو لاگت ہے نہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ exact figure تو نہیں بتا سکتے۔ اگر تھوڑی بہت کمی بیشی ہو گئی تو آپ نے Privilege Motion لے آنی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ یہ گھر سے تیاری کر کے آتے ہیں۔ اگر یہ کل اپنے دفتر میں محکمے کے ساتھ بیٹھ کر تیاری کی ہوتی تو کم از کم یہ ضرور پوچھتے کہ ان 8 رہائش گاہوں پر ٹوٹل کتنا خرچ ہوا ہے تو فی کس نکل آتا۔

جناب سپیکر: ان رہائش گاہوں پر آج تک ٹوٹل کتنا خرچ ہوا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! ایک تو انہوں نے فی گھر کا پوچھا ہے تو میں آپ کی اجازت سے بتا سکتا ہوں کہ approximately 5 million rupees ہے اور اب تک ہم نے ان 7 رہائش گاہوں کے مکمل کرنے پر ٹوٹل 38.576 ملین روپیہ خرچ کیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی۔ next محمد وقاص صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! On his behalf, question no. 4059

ضلع راولپنڈی میں پبلک اور ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹرز کے نام و دیگر تفصیلات

*4059 جناب محمد وقاص: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) ضلع راولپنڈی میں کتنے پبلک پراسیکیوٹرز اور ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹرز ہیں۔ ان کے نام اور تقرری کی تاریخ سے مطلع کیا جائے؟

(ب) کیا یہ تعداد ضلع کے مقدمات کے لحاظ سے کافی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) ضلع راولپنڈی میں انسداد دہشت گردی کی دو خصوصی عدالتیں ہیں۔ جن میں پبلک پراسیکیوٹرز کی دو اسامیوں پر دو پبلک پراسیکیوٹرز کام کر رہے ہیں، ان کے نام، تاریخ تعیناتی اور تاریخ اختتام معاہدہ درج ذیل ہیں:۔

سیریل نمبر	نام عدالت	نام پراسیکیوٹر	تاریخ تعیناتی	تاریخ اختتام معاہدہ
1۔	انسداد دہشت گردی خصوصی عدالت نمبر 1 راولپنڈی	عبدالقیوم	01-04-03	31-03-04
2۔	انسداد دہشت گردی خصوصی عدالت نمبر 2 راولپنڈی	محمد یٰسین	01-04-03	31-03-04

انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں میں ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹرز یومیہ معاوضہ کی بنیاد پر اس وقت کام کرتے ہیں جب ریگولر پبلک پراسیکیوٹر کسی وجہ سے موجود نہ ہو، چونکہ ضلع راولپنڈی میں پبلک پراسیکیوٹر کی دو اسامیوں پر دو ہی پبلک پراسیکیوٹر کام کر رہے ہیں اور پبلک پراسیکیوٹر کی کوئی کمی نہ ہے، لہٰذا اس وقت ضلع راولپنڈی میں انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں میں کوئی ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹر کام نہ کر رہا ہے۔

ضلع راولپنڈی کی سول و سیشن عدالتوں میں ڈسٹرکٹ لاء آفیسرز کی تعداد درج ذیل ہے:

سیریل نمبر	نام عہدہ	ٹوٹل اسامیوں کی ٹوٹل منظور شدہ تعداد	موجود تعداد	خالی اسامیاں
1۔	ڈسٹرکٹ اٹارنی	1	1	کوئی نہیں
2۔	ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی	9	5	4
3۔	اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی	7	4	3

(ب) ضلع راولپنڈی کی انسداد دہشت گردی کی دو خصوصی عدالتوں میں دو ہی پبلک پراسیکیوٹر کام کر رہے ہیں، جو کہ منظور شدہ تعداد کے عین مطابق ہے، تاہم ضلع راولپنڈی کی سول و سیشن عدالتوں میں ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی (BS-17) عہدہ کی چار اور اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی (BS-16) عہدہ کی تین منظور شدہ اسامیاں خالی ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹر کے لئے یومیہ معاوضے کی شرح کیا ہے اور میرا دوسرا ضمنی question یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ڈپٹی اٹارنی کی چار سیٹیں خالی ہیں۔ چونکہ یہ جواب 2004 کا ہے تو میرا ان سے ضمنی question یہ ہے کہ جو چار سیٹیں خالی تھیں ان کی موجودہ پوزیشن کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ہمیں جو جواب دیا گیا ہے یہ انہیں 04-02-19 کو دیا گیا ہے تو ان کے پاس جو update جواب ہے اگر وزیر موصوف وہ پڑھ دیں تو اس کے بعد ہی پھر ضمنی question ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ یہ سوال specifically راولپنڈی کے متعلق پوچھا گیا ہے اور سوال یہ ہے کہ ضلع راولپنڈی میں کتنے پبلک پراسیکیوٹرز اور ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹرز ہیں۔ جواب میں، میں نے یہ گزارش کی ہے کہ راولپنڈی ضلع میں دو پبلک پراسیکیوٹر ہیں، دونوں کے نام اور تاریخ تعیناتی میں نے دے دی ہے اور اس میں latest position بھی یہی ہے کہ یہی دونوں پراسیکیوٹر حضرات متعلقہ عدالتوں میں کام کر رہے ہیں۔ جہاں تک اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی، ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی اور ڈسٹرکٹ اٹارنی کی خالی اسامیوں کا تعلق ہے تو اس میں بھی صورتحال یہی ہے اس میں مزید کوئی تبدیلی نہ آئی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پچھلے دو سال سے یہ چار سیٹیں خالی ہیں کیا حکومت ان سیٹوں کو پورا کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے اگر رکھتی ہے تو کب تک یہ سیٹیں پُر

ہو جائیں گی؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں، میں وضاحت کے ساتھ تھوڑی سی گزارش یہ کرنا چاہوں گا کہ شاید اب ہمیں ڈسٹرکٹ اٹارنی اور ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی کی سیٹوں پر نئی ریکروٹمنٹ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے کیونکہ ہم نے ایک علیحدہ محکمہ Independent Prosecution Service شروع ہو جائے گی اور اس میں ہم نے ڈسٹرکٹ اٹارنیز اور ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنیز کو آپشن دی ہے کہ جو سول پراسیکیوشن میں رہنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم کریمنل پراسیکیوشن کے لئے علیحدہ ریکروٹمنٹ کر رہے ہیں، سو ہم نے اسی موجودہ تعداد میں ہی adjustment کرنی ہے۔ ڈسٹرکٹ اٹارنیز کی نئی ریکروٹمنٹ نہیں کی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انہوں نے یہاں پراسیکیوشن کا بل بھی پاس کروالیا ہے تو یہ کب تک اس پر عملدرآمد کرلیں گے ذرا ٹائم بتادیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں کلیریکل سٹاف کی بھرتی کے لئے advertisement دی جا چکی ہے جو کہ اسی ماہ میں مکمل ہونی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ 14۔اگست سے پہلے پہلے independent procecution service launching کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔ next ہے ملک اصغر علی قیصر!

راجا ریاض احمد: جناب سپیکر! On his behalf question No.5550

جی او آر۔VI لاہور میں نئے تعمیر ہونے والے فلیٹس سے متعلقہ تفصیلات

*5550 ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت جی۔او۔آر VI میں گریڈ 16 اور 17 کے افسروں کے لئے 120 عدد فلیٹس زیر تعمیر ہیں؟

(ب) ان فلیٹوں کی تعمیر کب، کتنی لاگت سے شروع کی گئی۔ ان کی تعمیر پر اب تک کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے، کتنے فلیٹس مکمل ہو چکے ہیں اور کتنے فلیٹس ابھی زیر تعمیر ہیں؟

(ج) یہ فلیٹس جن سرکاری ملازمین کی زیر نگرانی تعمیر ہو رہے ہیں،ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(د) یہ فلیٹس جن افسروں کو الاٹ کئے گئے ہیں ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) یہ درست نہ ہے۔جی۔او۔آر VI میں گریڈ16 اور17 کے افسروں کے لئے کوئی فلیٹس زیر تعمیر نہ ہیں۔

(ب) جز(الف) کے جواب کی روشنی میں مزید جواب کی ضرورت نہ ہے۔

(ج) ۔ایضاً۔

(د) ۔ایضاً۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! اس کا جواب 04-02-19 کو دیا گیا ہے۔اب موجودہ صورتحال یہ ہے کہ راجہ بشارت اور وزیر اعلیٰ صاحب کی رہائش گاہ کے لئے آپ نے خود دیکھا کہ 8 گنا اضافہ ہوا ہے لیکن اس صوبے میں دیکھیں کہ جس طرح غریب آدمی کا استحصال ہو رہا ہے تو چھوٹے ملازمین کے بارے میں پوچھا گیا ہے کہ گریڈ16 اور گریڈ17 کے افسروں کے لئے 120 فلیٹس بنائے جا رہے ہیں تو انہوں نے کہا ہے کہ 04-2003 میں اس قسم کا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 2004 میں جواب دیا گیا ہے اب 2006 ہے تو چھوٹے افسروں کے لئے اب تک اس قسم کا کوئی منصوبہ شروع کیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی،وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے دوست نے ضمنی سوال سے پہلے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اور راجہ بشارت کے گھروں پر تعمیر میں آٹھ گنا اضافہ کر دیا گیا ہے اور جو ضمنی سوال کو موڑ توڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ان کی رہائش کی تعمیر پر آٹھ گنا اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ گریڈ16/17 کے افسران کے لئے سکیم ہمارے زیر غور ہے۔ اس پر ہم کام کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بنائیں گے۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! جو سکیم ان کے زیر غور ہے یہ کب تک اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیں گے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جب ہی یہ سکیم تیار ہو گی تو وہ منظوری کے لئے پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال ملک محمد نواز صاحب کا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! On his behalf question No. 4097

ڈی سی او آفس میں لیگل آفیسرز کی تعیناتی کے قواعد و ضوابط

*4097 جناب محمد نواز ملک: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ڈی سی او آفس میں لیگل آفیسر کس نوٹیفکیشن کے تحت تعینات کئے جا رہے ہیں۔

(ب) مذکورہ آفیسرز کے انتخاب کا طریق کار کیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) لیگل آفیسر کے تقرر کا طریق کار نوٹیفکیشن نمبر SOV(LG)1-4/03 مورخہ 29-07-03 کے رول نمبر 4 میں درج ہے۔ نقل نوٹیفکیشن ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب)

1۔ نوٹیفکیشن ہذا کے رول نمبر 4 کے مطابق لیگل آفیسر کے تقرر کے لئے سب سے پہلے متعلقہ لوکل گورنمنٹ دو اخبارات میں اسامیاں مشتہر کرتی ہے۔ البتہ جہاں لوکل آفیسر کو معاوضہ ایک ہزار سے زیادہ نہ دینا ہو وہاں اخبار اشتہار لازمی نہ ہے۔

2۔ امیدواران اخبار اشتہار کے بعد لوکل گورنمنٹ کو درخواست دیتے ہیں اور اس درخواست کی نقل گورنمنٹ کو دی جاتی ہے۔

3۔ لوکل گورنمنٹ اپنی سفارشات مرتب کر کے درخواستوں کے ہمراہ صوبائی حکومت کو بھجواتی ہے جس پر سلیکشن کمیٹی غور کرتی ہے، اس سلیکشن کمیٹی میں جناب وزیر قانون، جناب سیکرٹری قانون، لوکل گورنمنٹ اور محکمہ لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی کے نمائندے شامل ہوتے ہیں۔ یہ کمیٹی لیگل ایڈوائزر کے تقرر کی منظوری دیتی ہے اور اس کے معاوضہ کا تعین کرتی ہے۔

4۔ گورنمنٹ کی منظوری کے بعد متعلقہ لوکل گورنمنٹ لیگل ایڈوائزر کا تقرر کرتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جز(ب) میں انھوں نے فرمایا ہے کہ سلیکشن کمیٹی غور کرتی ہے اور approval دیتی ہے۔ اس سلیکشن کمیٹی کے چیئرمین وزیر قانون ہیں۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ موجودہ لوکل گورنمنٹ کے tenure شروع ہونے کے بعد اس سلیکشن کمیٹی کی کتنی میٹنگز ہوئی ہیں اور انھوں نے کتنے لیگل ایڈوائزرز کی approval دی ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! رانا صاحب نے جس کمیٹی کا ذکر فرمایا ہے اور جس کے متعلق پوچھا گیا ہے۔ ہم بلدیاتی اداروں کے لئے جو لیگل ایڈوائزرز بھرتی کرتے ہیں، یہ کمیٹی اس کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اس کمیٹی کی ریگولر میٹنگز نہیں ہوتیں بلکہ جب بھی کبھی کسی بلدیاتی ادارے کی طرف سے ہمیں request آتی ہے اور ایک پینل آتا ہے۔ اس کے بعد یہ کمیٹی میٹنگ کر کے اس پینل میں سے سلیکشن کر کے واپس بھیجتی ہے۔ اس وقت میرے پاس figures نہیں ہیں لیکن اس وقت تک جتنی بھی بلدیاتی اداروں میں تقرریاں ہوئی ہیں اس کمیٹی نے میٹنگ کر کے ان کی approval دی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انھوں نے جز(ب) میں یہ تفصیل بتائی ہے کہ لیگل آفیسرز کے لئے جو سلیکشن کمیٹی بنائی جاتی ہے۔ اس میں وزیر قانون، سیکرٹری قانون، محکمہ لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی کے نمائندے شامل ہوتے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ نمائندوں سے مراد کیا ہے، یہ کس گریڈ اور کس عہدے کے آفیسر ہوتے ہیں اور ان کی تعداد بتا دیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس کمیٹی کا چیئرمین وزیر قانون ہے، سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور ممبر ہیں اور جو لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی کا نمائندہ گریڈ۔18 سے کم کا آفیسر نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: سوال نمبر 6400۔

کبیر والا موڑ سے کبیر والا تک ملتان خانیوال روڈ کی مرمت

*6400 ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ملتان خانیوال ہائی وے، کبیر والا موڑ سے کبیر والا تک آخری بار کب مرمت کی گئی اور اس پر کتنی لاگت آئی ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اب یہ سڑک بہت خراب ہو چکی ہے اس کی مرمت کب کی جائے گی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) کبیر والا موڑ سے کبیر والا تک سڑک کی خصوصی مرمت 03-2002 میں کی گئی تھی اور اس پر 75.668 ملین روپے لاگت آئی۔

(ب) مذکورہ سڑک اپنی عمر پوری کر چکی ہے اور موجودہ ٹریفک کے لئے ناکافی ہے۔ اس سڑک کی کشادگی و بہتری ایشیائی ترقیاتی بنک کے منصوبہ پنجاب روڈ سیکٹر ڈویلپمنٹ میں شامل ہے۔ منصوبہ شروع کرنے کے لئے مطلوبہ کارروائی کی جا رہی ہے۔ سڑک کی تعمیر نو کا کام اگلے مالی سال کے اوائل میں شروع ہونے کی توقع ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! محکمے نے جواب دیا ہے کہ سڑک کی تعمیر نو کا کام اگلے مالی سال کے اوائل میں شروع ہونے کی توقع ہے۔ 05-03-19 کو یعنی پچھلے مالی سال کے آخر میں یہ جواب انھوں نے دیا ہے۔ اب اگلا مالی سال بھی اختتام پذیر ہو گیا ہے۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت اس کی کیا پوزیشن ہے۔ اگر تعمیر شروع ہو گئی ہے تو ٹھیک ہے، اگر نہیں ہوئی تو کب تک شروع ہو گی۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعمیرات و مواصلات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! اس کی بہت پرانی مرمت ہوئی ہے اور یہ اپنی مدت پوری کر چکی ہے۔ وہاں پر ٹریفک بڑھ گئی ہے جس کی وجہ سے یہ ناکافی ہے۔ اس کی widening and improvement کے لئے ہم نے ایشین ڈویلپمنٹ بنک میں move کیا تھا اس کے لئے طریق کار لمبا ہے۔ وہ soft loan ہے اور approval کے لئے بھی باہر جاتا ہے اس کے لئے ہماری بارہ کے قریب سکیمیں ہیں جو approve ہوئی تھیں ان میں یہ سڑک priority پر ہے۔ اس کی وجہ سے

میں آپ کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب سے درخواست کروں گا کہ یہ موجودہ مالی سال میں شروع ہو جائے گی۔اس کے ٹینڈر وصول ہو گئے ہیں اور ہم نے ایشین ڈویلپمنٹ بنک منیلا میں بھیجے ہیں۔ انھوں نے جس کمپنی کی allocation کی ہے وہ چائنا کی کمپنی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔راجہ ریاض احمد صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! ایشیائی ترقیاتی بنک سے یہ منصوبہ approve ہوا ہے۔ظاہر ہے کہ جب کوئی منصوبہ approve ہوا ہے تو اس کے لئے پیسے بھی رکھے گئے ہوں گے یا مانگے ہوں گے، یہ پیسے بتادیں کہ کتنے ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! جو سوال کیا گیا تھا وہ اس کی رقم اور تعداد کے بارے میں نہیں تھا۔میری گزارش یہ ہوگی کہ اعداد و شمار کے بارے میں جز (الف) میں جواب دیا گیا ہے مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے کہ آج جو سوال ڈاکٹر وسیم اختر صاحب نے کیا ہے۔وہ اس کی اہمیت کو بھی سمجھتے ہیں اور یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ورنہ اکثر تو یہی ہوتا ہے کہ سوال کرنے والا یہاں موجود نہیں ہوتا اور on his behalf چلا جاتا ہے اور صرف gallery play کے لئے یہ سارے کام کئے جاتے ہیں۔ایوان کے ریکارڈ کو درست رکھنے کے لئے آپ ہمیں ہمیشہ مہلت عطا فرماتے ہیں۔اس میں اگر آپ اجازت فرمائیں تو figures کے بارے میں fresh question ہونا چاہئے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! یہ متعلقہ سوال تھا اور اس کا مناسب جواب نہ ہونے کی وجہ سے دائیں بائیں بات کر کے گزارا نہیں ہوگا۔انھوں نے خود فرمایا ہے کہ یہ approve ہو چکا ہے اور اس کے ٹینڈر ہو چکے ہیں، اب اس کے لئے رکھی گئی رقم بتانے میں کیا حرج ہے؟

جناب سپیکر: آپ اندازاً بتادیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! اندازاً 150 ملین US ڈالرز ہیں۔میرے پاس یہ لکھا ہوا تھا لیکن میں آپ کی وساطت سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ اگر figures کے بارے میں یہ اسی طرح طول دیتے گئے اور جناب نے نوٹس نہ لیا تو کسی وقت یہ بھی پوچھا جائے گا کہ فلاں ایس ای کے بیٹوں کے پاس کتنے موبائل فون ہیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب، بات یہ ہے کہ یہ سوال تو متعلقہ بنتا ہے کیونکہ ایک منصوبہ جس کا آپ نے ٹینڈر call کیا ہے۔اس کی amount کا تو پتا ہونا چاہئے۔اس میں تھوڑا بہت تو آگے پیچھے

ہو سکتا ہے لیکن amount کا پتا ہونا چاہئے۔ اگلا سوال جناب لالہ شکیل الرحمٰن صاحب کا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 4671۔

Solicitor پنجاب لاہور میں 2003 تا حال بھرتی کی تفصیل

*4671 لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) یکم جنوری 2003 سے آج تک solicitor آف پنجاب لاہور کے تحت جتنے افراد کو ملازمت فراہم کی گئی ان کے نام، عہدہ، ولدیت، تعلیمی قابلیت، گریڈ، ڈومیسائل اور پتا جات مع جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اگر یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کے بعد ہوئی تو ان اخبارات کی نقل مع تاریخ بیان فرمائیں؟

(ج) اگر اس بھرتی کے لئے کوئی ریکروٹمنٹ کمیٹی اور میرٹ بنانے والی کمیٹی تشکیل دی گئی تو ان کمیٹیوں میں شامل ملازمین / افسران کے نام، عہدہ، گریڈ نیز بھرتی کی مجاز اتھارٹی کا نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اگر ان تمام افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ لسٹ فراہم کی جائے نیز میرٹ کا طریق کار بیان فرمائیں؟

(ہ) جتنے افراد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا ان کے نام، عہدہ و دیگر تفصیل الگ دی جائے؟

(و) کتنے افراد کو سفارش پر بھرتی کیا گیا، سفارش کرنے والے اور سفارشی بھرتی ہونے والوں کے ناموں کی تفصیل دی جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) یکم جنوری 2003 سے آج تک جتنے افراد کو ملازمت فراہم کی گئی ان کی تفصیل فہرست پرچم (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ بھرتی باقاعدہ اخباروں میں تشہیر کے بعد کی گئی ہے، فوٹو کاپی اخبار اشتہار مع تاریخ پرچم (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ج) بھرتی کے لئے باقاعدہ ریکروٹمنٹ کمیٹی تشکیل دی گئی، مراسلہ پرچم (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ بھرتی کمیٹی میں شامل افسران کے نام، عہدہ جات، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ	موجودہ جگہ تعیناتی
1-	زبدۃ الحسین	چودھری خلیق الزمان سولیسٹر پنجاب (مجاز اتھارٹی چیئرمین)	20	لاہور
2-	چودھری خلیق الزمان	ایڈیشنل سیکرٹری (ایڈمن) محکمہ قانون و پارلیمانی امور لاہور (ممبر)		لاہور
3-	غلام مہدی خان	ڈپٹی سیکرٹری (ایڈمن) محکمہ قانون و پارلیمانی امور لاہور (ممبر) حال تعینات سینئر سول جج اٹک		لاہور
4-	شہزادہ خرم	ڈپٹی سیکرٹری (ریگولیشن) S&GAD لاہور ممبر برائے بھرتی سکیل نمبر 11 تا 15)		لاہور

(د) تمام افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا جو کہ بمطابق ریکروٹمنٹ پالیسی جاری کردہ حکومت پنجاب مورخہ 03-05-05 ہے۔

طریق کار بھرتی / میرٹ

(1)۔ ملازمین گریڈ 5 تا 15

(a) تعلیمی استعداد 80 نمبر

(b) انٹرویو 20 نمبر

نوٹ: تعلیمی استعداد میں اعلیٰ تعلیم، حافظ قرآن، سابق فوجی اور تجربہ کے نمبر شامل ہیں جن کی تفصیل پرچم (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(2) ملازمین گریڈ 1 تا 4 اس کی تفصیل مراسلہ پرچم (ہ) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

امیدواروں کی کل تعداد 1784 تھی، جن میں سے 37 افراد کو میرٹ پر منتخب کیا گیا، جن کی تفصیل پرچم (و) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) کسی بھی فرد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی نہ کیا گیا ہے۔

(و) کسی بھی شخص کو سفارش پر بھرتی نہیں کیا گیا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس سوال میں پوچھا یہ گیا تھا کہ جتنے افراد کو ملازمت فراہم کی گئی ہے ان کے نام، عہدہ، ولدیت، تعلیمی قابلیت، گریڈ، ڈومیسائل اور پتاجات مع جگہ تعیناتی تفصیل فراہم کی جائے۔ اب اس کا جواب تو آج سے دو سال پہلے 05-06-04 کو موصول ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو up to date ہونا چاہئے اور اب کیا پوزیشن ہے۔ باقی انھوں نے جو جواب ایوان میں رکھا ہے اس میں انھوں نے جن افراد کی تعیناتی کی list دی ہے۔ اس میں انھوں نے کسی کا بھی address نہیں دیا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ 2003 میں 37 لوگوں کو بھرتی کیا گیا ہے، 37 لوگوں کی فہرست مکمل میرے پاس موجود ہے جس کی کاپی ابھی میں رانا صاحب کو دے رہا ہوں۔ اس کے بعد 2005 اور 2006 میں بھی بھرتیاں کی گئی ہیں جو باقاعدہ ریکروٹمنٹ پالیسی کے مطابق کی گئی ہیں اور باقاعدہ اخبارات میں اشتہار دے کر کی گئی ہیں اور کسی کو کسی قسم کی عمر میں نہ qualification میں کوئی relaxation دی گئی اور strictly according to recruitment policy بھرتیاں کی گئی ہیں، جس کا تمام ریکارڈ معزز ایوان کی میز پر رکھتا ہوں، رانا صاحب ملاحظہ فرمالیں۔

جناب ارشد محمود بگو: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جو بھرتی کی گئی ہے جز (د) میں امیدوار کی تعلیمی استعداد کے متعلق بتایا گیا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے کتنے نمبر ہوتے ہیں اور سابق فوجی کے لئے کتنے نمبر ہوتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! باقاعدہ اس کا تعین ریکروٹمنٹ پالیسی میں کیا گیا ہے۔ میں نے ریکروٹمنٹ پالیسی بھی دی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو وہ بہت تفصیل کے ساتھ ہے، اس میں ہر چیز واضح ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں for future reference events اس کی کاپی

دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب!کافی تفصیل ہے۔اگر آپ کہتے ہیں تو کاپی دے دیتے ہیں۔اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: سوال نمبر6401۔

بہاولپور، ریلوے لائن پر اوور ہیڈ برج کی تعمیر

*6401۔ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے اپنے دورہ بہاولپور کے موقع پر سمال انڈسٹریل اسٹیٹ کے قریب ملتان روڈ پر مین ریلوے لائن پر پل کی تعمیر کی منظوری دی؟

(ب) اس اوور ہیڈ پل کی تعمیر کب تک شروع ہو گی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) محکمہ ہذا کے علم میں نہ ہے۔

(ب) وسائل دستیاب ہونے پر مذکورہ اوور ہیڈ برج کی تعمیر شروع کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میں نے بارہا اس کو تحریک التوائے کار کے ذریعے اس ایوان کے اندر اٹھایا تھا اور ہمارے دوسرے دوست جو اس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی اس کو وقتاً فوقتاً اُٹھاتے ہیں۔یہ جو ریلوے کراسنگ ہے یہ دو اضلاع کے درمیان ہے۔ ایک سائیڈ پر بہاولپور ہے اور دوسری طرف لودھراں کا ضلع ہے جو دس پندرہ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔روزانہ ہزاروں طلباء، ملازمین، مریض لودھراں سے بہاولپور اور اسی طرح سے واپسی ہوتی ہے۔جو سرکاری ملازم لودھراں کے رہنے والے ہیں وہ لودھراں جاتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میں عرض کر رہا ہوں۔یہ پل چھ سے آٹھ گھنٹے تک بند رہتا ہے۔میں نے پچھلے اجلاس میں ظہیر صاحب سے علیحدہ بھی بات کی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ traffic count کا لوڈ بلاشبہ کم ہے لیکن اس کے باوجود ہم علاقے کی ضرورت کے مطابق اس کی تعمیر اگلے مالی سال

میں کروائیں گے۔ابھی پھر اجلاس کے دوران میں نے ان سے بات کی تھی کہ مہربانی کر کے اس پل کی تعمیر کروائی جائے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے چیف منسٹر کے پاس جو 5 بلین روپے کی block allocation رکھی ہے اس میں سے انشاء اللہ ہم اس پل کی تعمیر اس مالی سال کے دوران کروادیں گے۔اتفاق سے سوال آگیا ہے تو میں منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ یہ یقین دہانی یہاں بھی کروادیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: جی،چودھری صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔جناب سپیکر!یہ حقیقت ہے کہ میری اس اوور ہیڈ برج کی اہمیت کے بارے میں ان سے بات ہوئی تھی تو میں نے ان سے گزارش کی تھی کہ میں چیف منسٹر صاحب سے بات کروں گا اور ہم نے traffic count لیا ہے اور ویسے traffic count اس کے nearing ہے۔وہ پورا تو نہیں ہوتا لیکن اس کے قریب ہے۔اس کی اہمیت کے پیش نظر ہماری project making ہو رہی ہے چونکہ اس سال کے اندر ہاؤس نے بجٹ پاس کر دیا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ میں اپنی کوشش کروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی سال کے اندر اس پراجیکٹ کو وہاں رکھا جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: رواں مالی سال میں اگر یہ کام شروع کروادیں گے تو میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ کوشش کریں گے۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: شکریہ۔جناب سپیکر!اسی اوور ہیڈ برج کے لئے میں نے کل قرارداد بھی دی تھی کیونکہ وہاں پر اوور ہیڈ برج بننا بہت ضروری ہے۔اس لئے کہ روزانہ جو بہاولپور سے کسی بھی شہر کو گاڑی جاتی ہے تو وہ اس سڑک سے گزرتی ہے لیکن یہ 2005 کے سوال کا جواب ہے اور ابھی تک منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں کوشش کروں گا۔آپ ان سے یہ معلوم کر دیں کہ یہ کوشش کب تک ہو جائے گی؟

جناب سپیکر: جی،وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ میری محترمہ بہن نے شاید میری پوری بات سنی نہیں تھی جو میں نے گزارش کر دی تھی۔ جب سوال کے ذریعے دریافت کیا جائے تو اس کے ذریعے کوئی پراجیکٹ منظور نہیں ہوتا، پراجیکٹ کی اہمیت اس سوال کے ذریعے اجاگر ہو کر سامنے آ گئی ہے اور اس پر حکومت غور کرے گی۔ سوال کرنے والے مطمئن ہیں اور مجھے امید ہے اور ہم کوشش کریں گے کہ اسی مالی سال کے اندر ہو جائے گا۔

راجہ ریاض احمد: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ traffic count بھی کرایا گیا تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا اس پل کی تعمیر کے لئے سروے کرایا گیا اور محکمے نے اس پل کو بنانے کے لئے کتنی رقم مانگی ہے کیونکہ اس بجٹ میں رکھا جانا ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب سے بات بھی ہونی ہے۔ اگر سروے ہوا ہے تو رقم بتا دی جائے کہ کتنی ہے؟

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب! ابھی سروے ہوا ہے یا نہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں گزارش کر چکا ہوں کہ ابھی ہم نے اس پر سروے تو نہیں کیا لیکن traffic count کے بارے میں ہم نے علم لیا ہے کہ اس کے قریب ہے کہ اس کو بنا دیا جائے۔

جناب سپیکر: ابھی مکمل سروے نہیں ہوا۔ اگلا سوال ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کا ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: سوال نمبر 4672۔

صوبہ میں Solicitor کے دفاتر، اغراض و مقاصد اور آمدن و خرچ کی تفصیل

*4672۔ **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) Solicitor of Punjab کے کتنے اور کس کس جگہ دفاتر ہیں؟

(ب) Solicitor of Punjab کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟

(ج) مذکورہ دفتر کے سال 2003 اور 2004 کے اخراجات اور آمدن کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(د) Solicitor of Punjab نے عوام کے لئے سال 2003 سے آج تک عوامی بہبود کے جو فرائض سر انجام دیئے ہیں، اس کی تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف)

1۔ سولیسٹر پنجاب کا لاہور میں ایک ہی دفتر ہے۔

2۔ ذیلی دفاتر میں صوبہ بھر میں ہر ضلع کی سطح پر ایک دفتر ہے جس کے انچارج ڈسٹرکٹ اٹارنی ہیں۔

(ب)

1۔ سولیسٹر پنجاب صوبہ بھر میں سرکاری مقدمات کا انچارج ہے۔

2۔ قانونی معاملات میں حکومت پنجاب کے محکموں کو رائے فراہم کرتا ہے نیز ہر قسم کی (Pleadings) بشمول جواب دعویٰ جات کی تصحیح (vetting) کرتا ہے۔

3۔ ڈسٹرکٹ اٹارنی، آفس کے انتظامی و مالی امور کا انچارج ہے البتہ سرکاری وکلاء انتظامی طور پر محکمہ قانون کے ماتحت ہیں۔

(ج)

1۔ آمدن: کوئی ذرائع نہیں

2۔ اخراجات:

سولیسٹر آفس -/78,58,473 روپے

ضلعی دفاتر ڈسٹرکٹ اٹارنی -/10,20,07,000 روپے

(د) ماتحت عدالتوں سے لے کر عدالت عالیہ پنجاب، عدالت عظمیٰ پاکستان، سروس ٹربیونل، NICR، لیبر کورٹس وغیرہ میں حکومت پنجاب کی نمائندگی اور مقدمات کی پیروی کے انتظامات کئے گئے۔ ایسے تمام مقدمات میں حکومت پنجاب کے توسط سے عوامی مفاد وابستہ ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! جز (ب) میں ان کا جواب ہے کہ سولیسٹر پنجاب صوبہ بھر میں سرکاری مقدمات کا انچارج ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پنجاب میں کتنے مقدمات کی انہوں نے پیروی کی ہے اور ایک وکیل کو فی کیس کتنی فیس ادا کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! وکیل کو فیس ادا کرنے کے سوا وکیل کا سولیسٹر ڈیپارٹمنٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے سوال یہ کیا تھا کہ پنجاب سولیسٹر آفس کہاں ہے؟ ہم نے بتایا کہ وہ لاہور میں ہے، انہوں نے اس کا کام پوچھا تو ہم نے کہا کہ مقدمات کی پیروی اور وہ ہم اپنے ڈسٹرکٹ اٹارنیز اور ان کے ذریعے کرواتے ہیں۔ پرائیویٹ وکیل سولیسٹر ڈیپارٹمنٹ engage نہیں کرتا۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! کیا سولیسٹر خود عدالت میں پیش ہو سکتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی، نہیں۔ میں گزارش کر رہا ہوں کہ باقاعدہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں جو ڈسٹرکٹ اٹارنیز ہیں وہ پیش ہوتے ہیں۔ ماتحت عدالتوں اور عدالت عالیہ میں ایڈووکیٹ جنرل اور اس کے افسران پیش ہوتے ہیں۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ پراسیکیوٹر جنرل اور سولیسٹر میں کیا فرق ہے؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ جس وقت معزز دوست نے سوال دیا تھا اس وقت پراسیکیوٹر جنرل کا کوئی concept نہیں تھا۔ ہم نے ابھی علیحدہ پراسیکیوشن سروس شروع کی ہے اور ابھی حال ہی میں ان کی تعیناتی کی گئی ہے لیکن سولیسٹر پنجاب سولیسٹر دفتر کا کام کرتے ہیں اور جو حکومت کی طرف سے مقدمات کی پیروی ہوتی ہے اس کو کوآرڈینیٹ کرتے ہیں اور originate وہاں سے ہوتی ہے لیکن ان کا کام عدالتوں میں جا کر پیش ہونا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال جناب سمیع اللہ خان صاحب کا ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: سوال نمبر 6499۔

کالا خطائی روڈ نارنگ منڈی کو دو رویہ کرنے کا مسئلہ

*6499۔جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

کیا کالا خطائی روڈ نارنگ منڈی کو ڈبل ویز روڈ بنانے کا کوئی منصوبہ زیر غور ہے اگر ہے تو اس کا کیا تخمینہ لگایا گیا ہے اور اگر کوئی منصوبہ زیر غور نہیں ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

مذکورہ سڑک کو 10 فٹ سے 20 فٹ چوڑا اور ڈیزائن میں بہتری کر کے تعمیر کرنے کا منصوبہ ایشیائی ترقیاتی بنک کے پنجاب روڈ سیکٹر ڈویلپمنٹ پراجیکٹ میں شامل ہے جس کا تخمینہ لاگت انداز 400 ملین روپے ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرا صرف ایک ضمنی سوال ہے کیونکہ اس کے بعد میرا سوال ہے جس کو میں زیادہ تفصیل سے بیان کروں گا۔ میں اس حوالے سے پوچھوں گا کہ یہ منصوبہ کب تک شروع کرنے کا ارادہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! ہمارے ڈیپارٹمنٹ نے ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے لئے منظوری دے دی ہے اور یہ اس پراجیکٹ میں شامل کر لیا گیا ہے، اس کا تخمینہ بھی لکھ دیا گیا جو آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے۔ اب اس کا process جیسے ہی وہ اپنا Consultant بھیجتے ہیں پھر ہو گا۔ ہم اسی مالی سال کے اندر توقع رکھتے ہیں کہ شروع ہو جائے گا کیونکہ ہمارا process تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال مہر اشتیاق احمد صاحب کا ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔ سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال جناب سمیع اللہ خان صاحب کا ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: سوال نمبر 6500۔

ضلع لاہور و شیخوپورہ میں موجودہ مالی سال کے دوران مکمل ہونے والی سڑکوں اور عمارات سے متعلقہ تفصیل

*6500- جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) موجودہ مالی سال میں ضلع لاہور اور ضلع شیخوپورہ میں سڑکوں اور عمارات کے کتنے منصوبہ جات مکمل کئے گئے؟

(ب) ان منصوبہ جات پر کل کتنی لاگت آئی؟

(ج) کیا ان منصوبہ جات کے ورک آرڈر جاری کرنے سے قبل اخبارات میں اشتہار شائع کرایا گیا؟

(د) اگر تمام منصوبہ جات کے ورک آرڈر جاری کرنے سے قبل اس کی بذریعہ اخبار تشہیر نہیں کی گئی تو اس کے کیا مقاصد تھے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) موجودہ مالی سال میں اب تک ضلع لاہور اور ضلع شیخوپورہ میں شاہرات کا کوئی منصوبہ مکمل نہ ہوا ہے تاہم متعدد منصوبہ جات پر کام جاری ہے۔ موجودہ مالی سال میں عمارات کے شعبہ میں مکمل ہونے والے منصوبہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام منصوبہ	لاگت (ملین روپے)
1-	تعمیر پولیس تھانہ مناواں لاہور	6.381
2-	تعمیر دو عدد اضافی سوٹ برائے جج صاحبان سپریم کورٹ (12-C ایکمن روڈ جی او آر ون) لاہور	6.982
3-	تعمیر میٹنگ ہال اور دوسری ڈویلپمنٹ 90 شارع قائداعظم لاہور۔	50.791
4-	ٹیوب ویل کی دوبارہ بورنگ 11-ایکمن روڈ جی او آر ون لاہور	1.087
5-	گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ریلوے روڈ لاہور کی اضافی تعمیر (نئے کلاس روم، ورکشاپ، چاردیواری)	11.831
6-	اضافی تعمیر گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی، رائے ونڈ روڈ لاہور (لیبارٹری ہال، کلاس روم وغیرہ)	15.089
7-	اضافی تعمیر گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ فار گلاس سرامکس و پوٹری ڈویلپمنٹ سنٹر شاہدرہ	4.789

8۔	اضافی تعمیر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ جوڈیشل کمپلیکس لاہور	12.787
9۔	رہائشی تعمیر برائے سٹاف پولیس کانسٹیبلری فاروق آباد ضلع شیخوپورہ	7.454
10۔	تعمیر گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول پاڈیانوالہ ضلع شیخوپورہ	2.305
11۔	تعمیر گورنمنٹ گرلز ہائی سکول منڈی فیض آباد ضلع شیخوپورہ	2.356
12۔	تعمیر گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول کری والہ ضلع شیخوپورہ	2.420
13۔	تعمیر گورنمنٹ بوائز ہائی سکول کھاریانوالہ ضلع شیخوپورہ	0.650
	ٹوٹل	124.922

(ب) جواب جز (الف) میں دے دیا گیا ہے۔

(ج) ورک آرڈر جاری ہونے سے قبل تمام منصوبہ جات کے اشتہارات اخبارات میں بذریعہ ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشن شائع کرائے گئے۔ اشتہارات کی فوٹو کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) جز (ج) کے جواب کی روشنی میں مزید جواب کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرا سوال تھا کہ موجودہ مالی سال میں ضلع لاہور اور ضلع شیخوپورہ میں سڑکوں اور عمارات کے کتنے منصوبہ جات مکمل کئے گئے؟ جواب دیا گیا ہے کہ سڑکوں پر تو کوئی منصوبہ مکمل نہیں ہوا لیکن جو عمارات کے شعبہ کی تفصیل دی گئی ہے یہ ٹوٹل 13 منصوبے ہیں جن کو مکمل کیا گیا ہے اور ان 13 منصوبوں پر تقریباً 124.922 ملین روپے لاگت آئی ہے۔ ان 13 منصوبوں میں سے صرف ایک منصوبہ پر اس ٹوٹل رقم کا 40 فیصد خرچ کیا گیا ہے اور باقی 12 منصوبوں پر تقریباً 60 فیصد خرچ کیا گیا ہے۔ جب بجٹ میں یہ allocation آتی ہے اور یہاں بجٹ پر تقریریں ہوتی ہیں کہ ہم نے بہت زیادہ رقم رکھ دی، اپوزیشن کا ہمیشہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حکومت کی ترجیحات درست نہیں ہیں اور وہ ترجیحات کی reflection اس سوال میں ہو رہی ہے کہ ایک منصوبہ جس کو میں پڑھ کر بتاتا ہوں کہ 12 منصوبوں کی رقم ایک طرف اور ایک منصوبے کی رقم ان تمام منصوبوں پر بھاری ہے۔ ان میں سے ایک منصوبہ تعمیر میٹنگ ہال اور دوسری ڈویلپمنٹ 90 شاہراہ قائد اعظم لاہور ہے اس پر 50.791 ملین روپے رکھے گئے ہیں یعنی ایک 90 شاہراہ قائد اعظم کے لئے پچاس ملین سے اوپر رکھے گئے ہیں۔ میں حکومت کی

ترجیحاتexposeکرنا چاہتا ہوں کہ اب باقی جو12 منصوبے ہیں ان میں سے سات تعلیمی ادارے ہیں اور چار منصوبے انصاف کے ججز یا تھانے کی تعمیر کے ہیں۔ یعنی جہاں براہ راست عوامی مفاد کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال کیا ہوا؟

جناب سمیع اللہ خان: ضمنی سوال یہ ہے کہ اس محکمہ کی جو ترجیحات ہیں کہ 90۔ شاہراہ قائداعظم پر اور ایسے ہی اپنے 13 منصوبوں پر یہ 50 فیصد رکھتے ہیں اور باقی جہاں پر عوام کا براہ راست فائدہ ہے وہاں پر باقی 50 فیصد رکھتے ہیں تو یہ ان کی ترجیحات میں اتنا فرق کیوں ہے کہ عوامی منصوبوں پر ترجیحاً زیادہ رقم کیوں مختص نہیں کرتے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! عوامی منصوبہ جات کے حوالے سے اسٹیٹ یا صوبہ کی جو بھی پراپرٹی بنتی ہے وہ عوامی استعمال میں ہی بلاواسطہ یا بالواسطہ آتی ہے۔ 90 شاہراہ قائداعظم پر جو میٹنگ ہال کی تعمیر کی گئی ہے وہاں پر اس کی ضرورت تھی۔ جیسا کہ اسمبلی کے ہال کی ضرورت ہے اور اس پر بہت بڑی رقم خرچ کی جا رہی ہے۔ جہاں پر جس چیز کی ضرورت ہے وہ بنائی جاتی ہے بلاضرورت نہیں بنائی جاتی ہے۔ جہاں تک ان کی نشاندہی کا تعلق ہے تو ہماری پہلے بھی ترجیحات بہتر ہیں اور ان کی نشاندہی پر مزید غور کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ جو میٹنگ ہال تعمیر کیا گیا ہے اس میں جو اس کی تفصیل دی گئی ہے اس کے مطابق اس کا کل تعمیر شدہ رقبہ تقریباً15 ہزار مربع فٹ بنتا ہے۔ 15 ہزار مربع فٹ کی تعمیر اور پانچ کروڑ روپیہ اس کا کچھ تناسب نہیں بنتا۔ اس وقت تعمیرات میں اچھی سے اچھی لاگت تقریباً ایک ہزار روپے فی مربع فٹ کے قریب ہے۔ یہ تقریباً ساڑھے تین ہزار روپیہ فی مربع فٹ لاگت بنتی ہے میں وزیر صاحب سے پوچھوں گا کہ کیا وہاں پر کوئی ہیرے جڑے گئے ہیں یا وہاں پر کون سا کام ہوا ہے کہ اتنی مہنگی تعمیر ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! انہوں نے جو ہزار روپے فی مربع فٹ کے حوالے سے بات کی ہے تو ویسے تو نو سو روپے فی مربع فٹ میں بھی تیار ہو جاتی ہے اور یہاں پر سات ہزار روپے فی مربع فٹ میں بھی تیار ہوتی ہے لیکن یہاں تمام چیکنگ کے بعد ایک اچھی تعمیر کی گئی ہے جو حکومت پنجاب اور عوام کی ملکیت ہے۔ یہ کسی نے ساتھ لے کر نہیں جانی ہے جو چیز بنی ہے وہاں پر بنی ہے اور یہ ہر قسم کی supervision and checking کے مرحلے سے گزری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کوئی زیادہ لاگت نہیں آئی جتنی ضرورت تھی اتنی ہی لگائی گئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف سے سوال یہ ہے کہ جی او آر کی رہائش گاہوں اور اس میٹنگ ہال کے علاوہ جو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بڑی تکنیک استعمال کی ہے اور بڑے اچھے انداز سے تعمیر کیا ہے اس کے علاوہ بھی پورے صوبے میں کوئی ایسی بلڈنگ ہے جو انہوں نے بڑے شوق اور انہماک سے تعمیر کی ہے جس پر اتنی ہی مربع فٹ لاگت آئی ہے۔ کسی سکول بلڈنگ یا کسی اور جگہ کا بتا دیں ماسوائے ان دو بلڈنگز کے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! جہاں پر جس قسم کی بلڈنگ کی ضرورت ہوتی ہے اسی قسم کی بلڈنگ بنائی جاتی ہے۔ اس کی gross estimation کی جاتی ہے اور صوبہ پنجاب کے آرکیٹیکٹ اور پی اینڈ ڈی اور اس کے علاوہ تمام مراحل سے گزرنے کے بعد بنتی ہے۔ کسی بھی بلڈنگ پر زیادہ رقم نہیں لگائی جاتی۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے جو سوال کیا ہے مجھے اس چیز کا جواب دیں کہ یہاں 7۔ کلب بھی ہے، 90۔ شاہراہ قائداعظم بھی ہے اور اسی طرح سیکرٹریٹ میں وزیر اعلیٰ صاحب تو ایک سال میں اوسطاً ایک بار جاتے ہیں۔ وہاں کا خرچہ نکلوائیں، 90 شاہراہ کا خرچہ نکلوائیں۔

جناب سپیکر: یہ ضمنی سوال نہیں ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان کا محکمہ جو بجٹ بناتا ہے اس کی ترجیحات صرف جی او آر۔I اور 90 شاہراہ تک محدود ہیں یا اس میں پنجاب کے عوام بھی شامل ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں نے ان کے سوال کا اتنا ہی جواب دیا تھا اور اگر یہ تفصیلاً چاہتے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں اور اس میں رانا صاحب کے سوال کا جواب بھی آ جاتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی بلڈنگز ہیں۔ جی، ہاں! اس کے علاوہ بھی بہت سی بلڈنگز ہیں۔ میں گنواتا چلا جاتا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ جہاں پر ضرورت محسوس کی جاتی ہے وہاں پر ہم بنواتے ہیں۔ کارڈیک سنٹر ملتان ایک ارب روپیہ، کارڈیک سنٹر فیصل آباد 1.2 بلین روپے اور وومن یونیورسٹی راولپنڈی اسی طرح جہاں جہاں ضرورت ہے تعمیر کر رہے ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس حکومت کا تعمیری کام اور دوسرے بھی تمام کام ایک good management and role model کے طور پر آ رہے ہیں۔ آپ کی ہر مثبت بات کو ہم لیتے ہیں لیکن اس میں تنقید برائے تنقید کو ہم نہیں لیتے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! جو سکیمیں مکمل ہوئی ہیں وزیر موصوف سے میری گزارش ہے کہ سکیم نمبر 4 کو پڑھ دیں پھر میں ضمنی سوال کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میری پہلے تو گزارش ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ میرے بھائی پہلے یہ مانیں کہ انہوں نے پڑھا نہیں اور انہیں پڑھنا نہیں آتا تو میں پڑھ دیتا ہوں۔ یہ سیریل نمبر 4 پر ہے کہ ٹیوب ویل کی دوبارہ بورنگ جی او آر۔I لاہور۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! براہ مہربانی! وزیر صاحب پیسے بھی بتا دیں کہ اس پر کتنے خرچ آئے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! یہ 1.87 ملین روپے ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب والا! میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ ایک ٹیوب ویل کی بورنگ ہوئی ہے اور اس پر دس لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ جناب! ہم جب ٹیوب ویل لگاتے ہیں تو دوبارہ بورنگ پر دس لاکھ روپیہ کیسے لگ سکتا ہے وزیر صاحب اس کی وضاحت کر دیں؟

جناب سپیکر: ظہیر صاحب! کہیں clerical mistake تو نہیں ہو گئی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! نہیں۔اس میں غلطی تو نہیں ہوئی دراصل اس میں ٹربائین بھی تبدیل ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: اس میں صرف بورنگ ہی ہے یا میٹریل بھی install کیا گیا ہے

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں گزارش کر دیتا ہوں کہ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ غلط پیسا لگایا گیا ہے تو اس کی انکوائری بھی کی جا سکتی ہے لیکن اگر یہ تفصیل چاہتے ہیں تو میں اس کی تفصیل لے کر دے دیتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر صاحب سے میرا ضمنی سوال ہے کہ جب انہوں نے کل ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ جوابات کی تیاری کی ہے تو اس وقت ان کے ذہن میں کیوں یہ بات نہیں آئی کہ ایک لاکھ کا کام دس لاکھ میں ہوا ہے یا یہ فرمادیں کہ ان کی تیاری نہیں ہوئی۔

چودھری اعجاز احمد سماں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میری گزارش ہے کہ ابھی چودھری ظہیر صاحب نے فرمایا ہے کہ فیصل آباد اور ملتان کے لئے کارڈیالوجی ہسپتال کے لئے ایک ملین روپے رکھے گئے ہیں۔اسی طرح وزیر آباد میں کارڈیالوجی ہسپتال کے لئے جگہ مختص کر دی گئی ہے۔ اس کا انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ کیا وہاں پر حکومت ہسپتال بنانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ کیا اس کی ایلوکیشن ہوئی ہے جبکہ زمین acquire کر لی گئی ہے اور گوجرانوالا ڈویژن کے لئے وزیر آباد کو center place declare کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: سماں صاحب! یہ تو fresh question بنتا ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر! جب یہاں پر فیصل آباد اور ملتان کا ذکر کیا گیا ہے تو وزیر آباد کا بھی بتادیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں نے ان عمارات کا ذکر کیا ہے کہ جو بن رہی ہیں وزیر آباد کی بلڈنگ کا ابھی ڈیزائن بن رہا ہے وہ in process ہے انشاء اللہ یہ ہسپتال بھی بنے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال نمبر 6784، چودھری زاہد پرویز صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر وسیم اختر: جناب سپیکر! on his behalf سوال نمبر-6784

سابقہ ڈی جی خان ڈویژن کے اضلاع کی بار کونسلز
کو جاری فنڈز اور خرچ کی تفصیل

*6784 چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ ہذا نے گزشتہ دو سالوں کے دوران سابقہ ڈیرہ غازی خان ڈویژن کے جن جن اضلاع کی ڈسٹرکٹ اور تحصیل بار کونسلز کو جو فنڈز جاری کئے، ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(ب) یہ فنڈز کن مقاصد کے لئے استعمال ہوئے، تمام تفصیل مع سکیم مہیا کی جائے؟

(ج) اگر ان فنڈز کا آڈٹ کروایا گیا تو کس فرم سے اور اگر اس میں کوئی بے قاعدگی پائی گئی تو ذمہ دار افراد کے خلاف کیا کارروائی کی گئی، تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) ڈی جی خان ڈویژن کے اضلاع کی بار کونسلز کو جاری فنڈز اور خرچ کی تفصیل درج ذیل ہے:

ضلع	ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن	تحصیل بار ایسوسی ایشن	رقم	چیک نمبر	تاریخ
ڈی جی خان	ڈی جی خان	--	10,00,000	B 527907	13-10-2003
		تونسہ شریف	3,00,000	B 529671	21-03-2000
لیہ	لیہ	--	10,00,000	B 527918	13-10-2003
لودھراں	--	کہروڑپکا	3,00,000	B 527942	21-10-2003
مظفر گڑھ	--	کوٹ ادو	3,00,000	B 527959	11-12-2003
راجن پور	راجن پور	--	10,00,000	B 527926	13-10-2003
	--	جامپور	3,00,000	B 527961	26-02-2004

(ب) متذکرہ فنڈز مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں:

1۔ عمارت کی تعمیر و درستی
2۔ بار کے لئے فرنیچر
3۔ بار کے لئے لائبریری کا قیام و کتب کی فراہمی
4۔ عمارت سے متعلقہ متفرق کام

(ج) جو گرانٹس بار ایسوسی ایشنز کو مہیا کی گئیں ان کے آڈٹ، دیگر حسابات کو چیک کئے جانے کے بارے میں محکمہ قانون کو مطلع نہ کیا گیا ہے۔بمطابق ضمن (Memorandum of Association,1981) 25(g) ہر بار ایسوسی ایشن کی انتظامی کمیٹی آمدنی اور خرچ کے حسابات کی جانچ پڑتال کرنے اور اپنی رپورٹ بار ایسوسی ایشن کے General House میں منظوری کے لئے پیش کرنے کی ذمہ دار ہے مزید یہ کہ انتظامی کمیٹی آڈیٹر کے تقرر کرنے کی مجاز ہے جو کہ صدر/نائب صدر/سیکرٹری/ فنانس سیکرٹری/جائنٹ سیکرٹری/رکن انتظامی کمیٹی/سیکرٹری لائبریری یا علیحدہ آڈیٹر ہو سکتا ہے۔ بار ایسوسی ایشن پر صوبائی بار کونسل کو اختیار حاصل ہے۔ تاہم کسی بھی مروجہ قانون کے مطابق محکمہ قانون کو بار ایسوسی ایشنز پر کنٹرول حاصل نہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے اور جواب سے بھی واضح ہے کہ دو سالوں میں ڈیرہ غازی خان کے اضلاع کو یہ جو چند اضلاع کے نام لکھے ہوئے ہیں اس میں کوئی 43لاکھ روپے گرانٹ کے طور پر فنڈز جاری کئے۔ ہوتا یہ ہے کہ بالعموم دوروں کے موقع پر وزیر اعلیٰ صاحب یا وزیر قانون اس حوالے سے فنڈز کے اعلانات کرتے ہیں۔ جو کہ نہ تو وزیر اعلیٰ اپنی جیب سے کرتے ہیں اور نہ ہی وزیر قانون راجہ بشارت صاحب اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بجٹ میں سے جاتا ہے اور پنجاب اسمبلی اس بجٹ کو منظور کرتی ہے لیکن جز(ج) میں محکمہ کی طرف سے جو جواب آیا ہے کہ جو گرانٹس بار ایسوسی ایشنز کو مہیا کی گئیں، ان کے آڈٹ دیگر حسابات کو چیک کئے جانے کے بارے میں محکمہ قانون کو مطلع نہ کیا گیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ کسی بھی مروجہ قانون کے مطابق محکمہ قانون کو بار ایسوسی ایشن پر کنٹرول حاصل نہ ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس طرح جو گرانٹس بار ایسوسی ایشنز کو دی جاتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بالعموم اس نیت کے ساتھ ہوتی ہیں کہ ان کے ذریعے سے ان کی آراء پر اثر انداز ہوا جائے، بہر حال جو دیتا ہے اس کی نیت اس کے ساتھ ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا حکومت یہ بات زیر غور لا رہی ہے کہ جتنی بھی گرانٹس اس طرح بار ایسوسی ایشن کو دی جائیں، اس کے حسابات بھی محکمے کو آ جائیں اور پنجاب اسمبلی کے ایوان کا یہ حق ہے کہ جس بجٹ کی یہ منظوری دیتی ہے اس کے اخراجات کے بارے میں پوچھ

بھی سکتی ہے اس بارے میں وزیر قانون صاحب ذرا وضاحت فرمادیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں سب سے پہلی میری یہ گزارش ہو گی کہ یہ سوال نمبر 6784 under consideration ہے لیکن exactly یہ ایک ضلع ڈیرہ غازی خان سے متعلق ہے اور 6785 گوجرانوالہ سے متعلق ہے اور دونوں سوال پوچھنے والے معزز رکن بھی ایک ہی ہیں تو میری یہ گزارش ہو گی کہ چونکہ میں مجموعی طور پر پورے پنجاب کی بات کرنا چاہوں گا تو یہ دونوں question dispose ہو جائیں گے۔ گزارش یہ ہے کہ 2003 میں گورنمنٹ آف پنجاب نے across the board یہ میرے بھائی نے جو تھوڑا سا ابہام create کیا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اپنے دورہ کے موقع پر یا وزیر قانون کہیں دورے پر جاتے ہیں تو announcement کر کے آتے ہیں۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ across the board تمام بار ایسوسی ایشنز کو ہم نے 2003 میں ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشنز کو 10 لاکھ روپیہ اور تحصیل بار ایسوسی ایشنز کو 3 لاکھ روپے دیا۔ اسی طرح 2006 میں پھر ڈسٹرکٹ بارز کو دوبارہ 10,10 لاکھ روپے پورے پنجاب میں دیا گیا۔ اس کے علاوہ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ دیگر جو اداروں کو دیا گیا ہے وہ پنجاب بار کونسل کو بھی grant in aid دی ہے، لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کو دی ہے، سپریم کورٹ آف پاکستان کو دی ہے۔ یہ ساری updated تفصیل میں ایوان کی میز پر رکھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر! جہاں تک بار ایسوسی ایشنز سے حساب لینے کا تعلق ہے تو ہمارے پاس کوئی ایسا طریق کار، جس طرح جواب میں کہا گیا ہے کہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔ بار ایسوسی ایشنز کا خود اپنا ایک نظام ہے۔ وہ آڈٹ بھی کرواتے ہیں، وہ تمام اخراجات کی منظوری اپنے ہاؤس سے لیتے ہیں جو ان کی اپنی بار ایسوسی ایشنز ہیں تو ہمارے پاس کوئی ایسا طریق کار نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی بار ایسوسی ایشن مالی بے ضابطگی کا شکار ہوتی ہے تو ان کے اپنے وہاں پر قوانین موجود ہیں۔ لیگل پریکٹیشنرز ایکٹ موجود ہے جس کے تحت وہ کارروائی کر سکتے ہیں لیکن آج تک کم از کم ارشد بگو صاحب بھی وکیل ہیں اور رانا ثناء اللہ صاحب بھی وکیل ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آج تک کم از کم کسی بار کی طرف سے misappropriation of funds کی ہمیں کوئی شکایت بھی نہیں ملی۔ شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ جہاں تک راجہ بشارت صاحب کی یہ بات ہے کہ کسی بے ضابطگی کی کوئی اطلاع محکمہ کو نہیں ملی۔ جب محکمہ ان سے پوچھ ہی نہیں سکتا تو ظاہر ہے کہ بے ضابطگی کی کوئی اطلاع تو آنی نہیں ہے۔ ہم بھی یہاں معاشرے کے اندر رہتے ہیں اور مختلف اضلاع کے اندر پھرتے ہیں اور یہ باتیں ہمارے علم میں وکلاء صاحبان ہی لاتے رہتے ہیں کہ مختلف عہدیدار بعض اوقات فنڈز کو misappropriate کرتے ہیں، اس میں خُورد بُرد کرتے ہیں، اس کو غلط طریقے سے خرچ کرتے ہیں کیونکہ محکمہ قانون کے پاس ایسا کوئی ضابطہ موجود نہیں ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اگر یہ grant in aid دی جاتی ہیں اور اس کا حساب یہاں یہ اسمبلی نہیں لے سکتی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اسمبلی کا استحقاق مجروح کرنے کے مترادف ہے اور یہ اسمبلی کا حق غصب کرنے کے برابر ہے۔ میں راجہ بشارت صاحب سے اس سلسلے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ رولز میں کوئی نہ کوئی ترمیم یا قانون سازی کی جائے تاکہ بار ایسوسی ایشنز کو جو گرانٹس پنجاب اسمبلی کی منظوری سے پاس ہونے والے بجٹ کے ذریعے سے ملتی ہیں، اس کا حساب بھی ایوان کے اندر پیش ہو۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ معزز بھائی کو اتنی معلومات نہیں ہیں۔ بار ایسوسی ایشنز کے متعلق میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ ان کا اپنا ایک طریق کار ہے اور اس طرح کسی بھی بار ایسوسی ایشن کو جو اپنے طور پر ایک منتخب ادارہ ہے، اپنے دائرہ کار کے اندر اس کو اسمبلی کا پابند بنانا کسی طور پر مناسب نہیں ہوگا۔ میں بطور لاء منسٹر نہیں بلکہ بطور وکیل اور یہاں بیٹھے ہوئے میرے دوسرے بھائی وکیل اس بات سے اتفاق کریں گے کہ وکلاء کی کسی تنظیم کو اس بات کا پابند بنانا کہ وہ اپنے اخراجات کا گوشوارہ اسمبلی میں دیں، یہ ایک انتہائی respectable طبقہ ہے، ہمیں ان کی integrity پر اعتماد کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی۔ next ہے۔ سید مختار حسین شاہ!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! on his behalf, سوال نمبر 7016۔

میاں چنوں تا عبدالحکیم 2003 تا حال سڑک کی مرمت سے متعلقہ تفصیل

*7016 مخدوم سید محمد مختار حسین: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری 2003 سے آج تک میاں چنوں تا عبدالحکیم سڑک کی مرمت پر کتنی رقم خرچ کی گئی ہے اور مرمت کا یہ کام کس کس جگہ پر کیا گیا ہے؟

(ب) مذکورہ کام کس کس ٹھیکیدار کی معرفت کروایا گیا ہے اور ہر ٹھیکیدار کو آج تک کتنی رقم ادا کی گئی ہے؟

(ج) مذکورہ کام محکمہ کے جن ملازمین کی زیر نگرانی مکمل ہوا یا جاری ہے ان کے نام، گریڈ اور عہدہ جات کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ سڑک میاں چنوں سے پل گھراٹ تک مکمل طور پر ٹوٹ پھوٹ چکی ہے، کیا حکومت اس کی از سر نو تعمیر کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) یکم جنوری 2003 سے آج تک (12-09-05) میاں چنوں تا عبدالحکیم سڑک کی مرمت پر -/5,22,722 روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ یہ رقم سڑک کی تمام لمبائی میں پیچ ورک پر خرچ کی گئی۔ کل لمبائی 25 کلومیٹر ہے۔

(ب) پیچ ورک کا تمام کام محکمانہ لیبر سے کروایا گیا اور کسی ٹھیکیدار کو کوئی ادائیگی نہ کی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ کام جن افسران /اہلکاران کی زیر نگرانی کروایا گیا۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام افسر/اہلکار	عہدہ	گریڈ
1۔	اعجاز احمد چیمہ	سب ڈویژنل آفیسر (پراونشل ہائی وے سب ڈویژن خانیوال)	17
2۔	طارق محمود چیمہ	سب ڈویژنل آفیسر (پراونشل ہائی وے سب ڈویژن خانیوال)	17
3۔	میاں نعیم احمد شمیم	سب ڈویژنل آفیسر (پراونشل ہائی وے سب ڈویژن خانیوال)	17
4۔	طاہر حسین	سب ڈویژنل آفیسر (پراونشل ہائی وے سب ڈویژن خانیوال)	17
5۔	تنویر حیدر شاہ	سب انجینئر (پراونشل ہائی وے سب ڈویژن خانیوال)	16

(د) درست نہ ہے۔ سڑک مذکورہ کے شکستہ حصوں یعنی اڈہ تلمبہ، اڈہ قصبہ دڑکی شاہ اور اڈہ چراغ شاہ کی تعمیر نو کے لئے مبلغ -/3.926 ملین روپے کا کام حال ہی میں شروع کروایا

ہے نیز اس سڑک کی بحالی/کشادگی کا منصوبہ حکومت پنجاب نے پنجاب روڈ سیکٹر ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کے تحت ایشیائی ترقیاتی بنک کے تعاون سے مالی سال 2005-06کے ترقیاتی پروگرام میں شامل کیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: کیا ضمنی سوال ہے؟

راجہ محمد ریاض: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یکم جنوری 2003سے آج تک 12-9-05 میاں چنوں تک عبدالحکیم سڑک کی مرمت پر-/5,22,722روپے خرچ کئے گئے۔ یہ رقم سڑک کی تمام لمبائی میں پیچ ورک پر خرچ کی گئی۔ کل لمبائی 25کلو میٹر ہے۔ دو سال میں اتنی رقم خرچ ہوئی ہے اور جن افسران نے خرچ کئے ہیں ان کے یہاں پر نام بھی دیئے گئے ہیں تو دو سال میں ایک سڑک کی صرف پیچ ورک کے کام پر 5لاکھ 22ہزار 722روپے خرچ کئے گئے ہیں تو اس کی ذرا وضاحت کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! اس کی پیچ ورک کے کام پر جتنی رقم کی ضرورت تھی اتنی ہی پوری لمبائی میں اتنے عرصے میں کی گئی ہے اور اس کی TST roads کی maintenance /repair continuous ہوتی ہے اور جتنی maintenance کی ضرورت تھی تو ہم نے پانچ لاکھ روپے لگائے ہیں اور اس میں لکھ دیا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، حاجی اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! اسی سوال کے جز(د) میں فرمایا گیا ہے کہ مبلغ 3.926ملین روپے کا کام حال میں ہی شروع کروایا گیا ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو کام انہوں نے شروع کروایا تھا تو کیا وہ مکمل ہو چکا ہے اگر نہیں مکمل ہو سکا تو اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! جز(د) کے بارے میں حاجی اعجاز صاحب نے پوچھا ہے تو جب سوال کا جواب دیا گیا تھا تو اس وقت تک اس پر کام شروع کروایا گیا تھا لیکن اب یہ کام مکمل ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔ جناب سپیکر! انہوں نے لکھا ہے کہ یکم جنوری 2003 سے آج تک میاں چنوں تا عبدالحکیم روڈ کی مرمت پر 5 لاکھ 22 ہزار 722 روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ پورا ہاؤس اس بات کو جانتا ہے کہ محکمہ مواصلات و تعمیرات میں پراجیکٹس ٹینڈر کئے جاتے ہیں۔ اس میں باقاعدہ ایک systemize commission کا ایک طریق کار ہے---

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس 5 لاکھ 22 ہزار 722 روپے میں سے اہلکاران نے کتنا کمیشن کھایا اور کتنا عملی طور پر موقع پر لگا۔

جناب سپیکر: یہ تو کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ اتنا valid question ہے کہ ساری تعمیرات اس سے متاثر ہیں اور اس پر ایوان میں بات ہونی چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب کو شاید کوئی بڑا تلخ تجربہ ہوا ہے کہ پہلے وکلا کی integrity کو مشکوک سمجھ رہے تھے اور اب دوسروں کی سمجھ رہے ہیں۔ یہ تھوڑا سا اپنا ذہن صاف کر لیں۔ میرے خیال میں حالات اتنے بھی گئے گزرے نہیں ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: راجہ صاحب قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ دیں کہ کمیشن نہیں لیا جاتا تو میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں---

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! تشریف رکھیں۔ کافی ہو گئی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔جناب سپیکر!انہوں نے اسی سوال کے جز(د) میں فرمایا ہے کہ پنجاب روڈ سیکٹر ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کے تحت ایشیائی ترقیاتی بنک کے تعاون سے مالی سال 06-2005 کے ترقیاتی پروگرام میں شامل ہے۔جیسا کہ آپ کو بھی پتا ہے کہ مالی سال 06-2005 ختم ہو چکا ہے اور میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ جو ترقیاتی کام انہوں نے 06-2005 میں کروانا تھا تو وہ سال تو ختم ہو چکا ہے لہذا کیا اس سڑک کو بنا دیا گیا ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی،وزیر مواصلات وتعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!ہم نے ADB کو بھیجا تھا اور یہ پراجیکٹ منظور ہو گیا ہے اور 07-2006 میں تعمیر کے لئے شامل ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: بقیہ سوالوں کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں بھی بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

خود مختار پراسیکیوشن کا قیام اور ملازمین کے تحفظات

*6052 مہر اشتیاق احمد: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے مورخہ 5-اگست 2004 کو اپنے ایک نوٹیفکیشن نمبری SO(J-III)7-1/2002 کے تحت صوبہ میں خود مختار پراسیکیوشن سروس کا قیام عمل میں لاتے ہوئے پولیس سے پراسیکیوشن کو علیحدہ کر دیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ نوٹیفکیشن کو جاری ہوئے دو ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود صوبہ میں پراسیکیوشن کو محکمہ پولیس سے عملاً علیحدہ نہ کیا گیا جس سے ملازمین میں تشویش پائی جا رہی ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اپنے نوٹیفکیشن پر عملاً عملدرآمد کرانے کا ارادہ رکھتی ہے۔اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) مذکورہ چٹھی نمبر SO(J-III)7-1/2002 مورخہ 5۔اگست 2004 ہوم ڈیپارٹمنٹ، حکومت پنجاب کی طرف سے آئی جی پنجاب پولیس کو لکھی گئی، لہذا اس سوال کا جواب مذکورہ محکمہ جات سے لیا جائے۔

(ب)

(i) اس سوال کے جواب کے لئے بھی مذکورہ بالا جواب پر انحصار کرتے ہوئے متعلقہ محکموں (ہوم ڈیپارٹمنٹ اور آئی جی پولیس پنجاب) سے رابطہ کرنے کی استدعا کی جاتی ہے۔

(ii) مزید برآں اس سوال کے جواب کے لئے خود مختار پراسیکیوشن سروس کے مجوزہ انتظامی محکمہ سے رجوع کیا جانا مناسب ہوگا۔

(ج) حکومت خود مختار کریمینل پراسیکیوشن سروس کے قیام کے لئے ہر ممکنہ اقدام اٹھا رہی ہے۔

گوجرانوالہ ڈویژن کے اضلاع کی بار کونسلز
کو جاری فنڈز اور خرچ کی تفصیل

*6785 چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ ہذا نے گزشتہ دو سالوں کے دوران سابقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے جن جن اضلاع کی ڈسٹرکٹ اور تحصیل بار کونسلز کو جو فنڈز جاری کئے، ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے۔

(ب) یہ فنڈز کن مقاصد کے لئے استعمال ہوئے، تمام تفصیل مع سکیم مہیا کی جائے۔

(ج) اگر ان فنڈز کا آڈٹ کروایا گیا تو کس فرم سے اور اگر اس میں کوئی بے قاعدگی پائی گئی تو ذمہ دار افراد کے خلاف کیا کارروائی کی گئی، تفصیل بیان کی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) گوجرانوالہ ڈویژن کے اضلاع کی بار کونسلز کو جاری فنڈز اور خرچ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

ضلع	ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن	تحصیل بار ایسوسی ایشن	رقم	چیک نمبر	تاریخ
گوجرانوالہ	گوجرانوالہ	--	10,00,000	B 529642	09-09-2004
	گوجرانوالہ	--	2,59,375	B 529655	07-12-2004
گجرات	1۔ کھاریاں	--	10,00,000	B 529628	12-05-2004
	2۔ وزیرآباد	--	3,00,000	B 527989	16-04-2004
	3۔ وزیرآباد	--	2,69,375	B 529656	08-12-2004
	4۔ سرائے عالمگیر	--	3,00,000	B 527991	03-06-2004
	5۔ سرائے عالمگیر	--	2,41,185	B 529657	08-12-2004
	6۔ پھالیہ	--	3,00,000	B 527993	13-11-2004
حافظ آباد	1۔ حافظ آباد	--	10,00,000	B 527911	13-10-2003
	2۔ حافظ آباد	--	10,00,000	B 529624	17-04-2004
	3۔ حافظ آباد	--	2,13,235	B 529664	07-12-2004
منڈی بہاؤالدین	۔ منڈی بہاؤالدین	--	10,00,000	B 527920	13-10-2003
	منڈی بہاؤالدین	--	5,00,000	B 529653	13-11-2004
نارووال	نارووال	--	10,00,000	B 527924	13-10-2003
سیالکوٹ	سیالکوٹ	--	10,00,000	B 527929	13-10-2003
		ڈسکہ	10,00,000	B 529632	22-06-2004

(ب) متذکرہ فنڈز مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں:۔

1۔ عمارت کی تعمیر و درستی

2۔ بار کے لئے فرنیچر

3۔ بار کے لئے لائبریری کا قیام و کتب کی فراہمی

4۔ عمارت سے متعلقہ متفرق کام

(ج) جو گرانٹس بار ایسوسی ایشنز کو مہیا کی گئیں ان کے آڈٹ، دیگر حسابات کو چیک کئے جانے کے بارے میں محکمہ قانون کو مطلع نہ کیا گیا ہے بمطابق ضمن Memorandum of Association 1981925(g) ہر بار ایسوسی ایشن کی انتظامی کمیٹی آمدنی اور خرچ کے حسابات کی جانچ پڑتال کرنے اور اپنی رپورٹ بار ایسوسی ایشن (General House) میں منظوری کے لئے پیش کرنے کی ذمہ دار ہے۔ مزید یہ کہ انتظامی کمیٹی آڈیٹر کے تقرر کرنے کی مجاز ہے جو کہ صدر / نائب صدر / سیکرٹری / فنانس سیکرٹری / جائنٹ سیکرٹری / رکن انتظامی کمیٹی / سیکرٹری لائبریری کمیٹی یا علیحدہ آڈیٹر ہو سکتا ہے، بار ایسوسی ایشن پر صوبائی بار کونسل کو اختیار حاصل ہے تاہم کسی بھی مروجہ قانون کے

مطابق محکمہ قانون کو بار ایسوسی ایشنز پر کنٹرول حاصل نہ ہے۔

فورٹ کینال عارف والا روڈ بہاول نگر، پل اور سڑک کی تعمیر نو

*7029 محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بحوالہ سوال نمبر 3867 جو کہ فورٹ کینال عارف والا روڈ بہاولنگر کی تعمیر کے بارے میں تھا، جس کے جواب جز (د) میں مورخہ 13۔ ستمبر 2004 کو وزیر مواصلات و تعمیرات نے جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ مذکورہ سڑک اور پل کی تعمیر نو پنجاب روڈ سیکٹر ڈویلپمنٹ پراجیکٹ میں شامل ہے۔ ضابطہ کی کارروائی جاری ہے، جس کے مکمل ہونے پر اس کی تعمیر شروع کر دی جائے گی؟

(ب) اگر جز (الف) درست ہے تو حکومت مذکورہ پل اور سڑک کی تعمیر کب تک شروع کر دے گی، اگر مزید تاخیر ہے تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) درست ہے۔

(ب) ایشیاء ترقیاتی بنک کے تعاون سے شروع کئے جانے والے منصوبہ جات میں ضابطہ کی کارروائیاں معمول سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے ان پر عملدرآمد میں تاخیر ہوتی ہے، تاہم امید کی جاتی ہے کہ رواں مالی سال میں مذکورہ سڑک کی تعمیر شروع ہو سکے گی۔

لاہور میں تعینات پبلک پراسیکیوٹرز / ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹرز اور کارکردگی سے متعلقہ تفصیل

*7119 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع لاہور میں تعینات پبلک پراسیکیوٹرز اور ایڈیشنل پراسیکیوٹرز کے نام اور تقرری کی تاریخ سے مطلع کیا جائے۔ انہیں کیا مراعات اور سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں؟

(ب) کیاحکومت یہ سمجھتی ہے کہ ضلع لاہور کے مقدمات کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد کافی ہےاوران کی کارکردگی اطمینان بخش ہے؟

(ج) کیایہ درست ہے کہ عموماًیہ فریق مخالف سے مالی مفادات کے عوض ساز باز کر لیتے ہیں؟

(د) گزشتہ ایک سال میں ان کی کارکردگی کے نتیجہ میں کتنے فیصد مقدمات میں حکومتی مؤقف کوکامیابی حاصل ہوئی ہے؟

وزیرقانون وپارلیمانی امور:

(الف) انسداد دہشت گردی کورٹس ضلع لاہور میں چارپبلک پراسیکیوٹرز کام کررہے ہیں جن کے نام اور تقرری کی تاریخ درج ذیل ہے:۔

	نام	تقرری
1۔	ثمینہ خان کورٹ نمبر1	2004-09-4
2۔	خضر حیات کورٹ نمبر2	2004-11-08
3۔	رانابختیار کورٹ نمبر3	(Ext.From1999) 1-04-2004
4۔	امجد چیمہ کورٹ نمبر4	2004-02-10

ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹر کوئی نہیں ہے۔ تمام پبلک پراسیکیوٹرز کو28ہزارروپے(بشمول تمام الاؤنسز)ماہانہ تنخواہ ادا کی جاتی ہے،دیگر مراعات وسہولیات علاوہ تنخواہ کوئی نہ ہے۔

(ب) جی ہاں! ضلع لاہور کے مقدمات کی تعداد کے لحاظ سے4(چار)عدد عدالتیں کافی ہیں۔ لیکن دوعدالتوں کے ججز کی اسامیاں خالی ہونے کی بناء پر تمام مقدمات کی سماعت کورٹ نمبر3 اور4 کر رہی ہیں اور موجودہ صورتحال کے باوجود عدالتوں کی کارکردگی بہت اطمینان بخش ہے۔

(ج) جی نہیں، یہ الزام بالکل غلط ہے کہ پبلک پراسیکیوٹرز فریق مخالف سے مالی مفادات کے عوض ساز باز کر لیتے ہیں۔ وہ پوری دیانتداری سے حکومتی مؤقف کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(د) پبلک پراسیکیوٹرز کی کارکردگی کے نتیجے میں گزشتہ ایک سال کے دوران نامساعد حالات کے باوجود40فیصد مقدمات میں ملزمان کو سزا ہوئی ہے جو کہ حکومتی مؤقف کی کامیابی کی دلیل ہے۔

رحیم یار خان، چک 26 موڑ تا چک 95 موڑ، سڑک کی تعمیر

*7238 جناب جاوید حسن گجر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ رحیم یار خان ابوظہبی روڈ چک 26 موڑ سے لے کر چک 95 موڑ تک کی تعمیر کے ٹینڈرز منظور ہوئے تھے، اگر ہاں تو یہ ٹینڈر کتنے کے تھے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ٹینڈر منظور ہونے کے بعد مذکورہ سڑک کی تعمیر کے لئے فنڈز جاری نہیں کئے گئے اور بعد ازاں ٹینڈر cancel کر دیئے گئے؟

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو فنڈز جاری نہ کرنے اور بعد ازاں ٹینڈر کینسل کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) یہ درست ہے کہ اس سڑک کے لئے ضلعی حکومت نے ٹینڈر مورخہ 10۔ مئی 2005 کو منظور کیا اور اس کی مالیت مبلغ -/16,33,000 روپے تھی، لیکن یہ ٹینڈر سڑک تعمیر کے لئے نہیں بلکہ اس کی خصوصی مرمت کے لئے منظور کیا گیا تھا۔

(ب) ٹینڈر منظور ہونے کے بعد فنڈز جاری کر دیئے گئے تھے لیکن ٹھیکیدار 30۔ جون 2005 تک کام شروع نہ کر سکا۔ لہذا فنڈز lapse ہو گئے۔ نئی ضلعی حکومت نے موجودہ مالی سال میں ان فنڈز کے دوبارہ اجراء کی تاحال منظوری نہ دی ہے۔ تاہم ٹینڈر ابھی کینسل نہیں ہوا۔

(ج) نئی ضلعی حکومت اپنے وسائل اور ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس منصوبہ کو مکمل کرنے پر غور و خوض کر سکتی ہے۔

سولیسٹر پنجاب، لاہور میں قائم دفاتر اور ملازمین سے متعلقہ تفصیل

*7198 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) solicitor آف پنجاب کے لاہور میں دفاتر اور ان کے انچارج ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(ب) ان دفاتر میں کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں، ان کی سالانہ تنخواہ پر کتنی رقم حکومت کے خزانہ سے خرچ ہوتی ہے؟

(ج) ان میں جو ملازمین عرصہ تین سال سے زائد ایک ہی دفتر میں فرائض سرانجام دے رہے ہیں، ان کے نام، عہدہ نیز عرصہ تین سال سے زائد تعیناتی کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) سولیسٹر پنجاب کے لاہور میں ہیڈ آفس اور ضلع کی سطح پر تین دفاتر ہیں، دفاتر کے نام، ان کے انچارج، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام	عہدہ / دفتر	بنیادی تنخواہ سکیل	تعلیمی قابلیت
1۔	زبدۃ الحسین	سولیسٹر پنجاب	20	B.A, LL.B
2۔	خادم حسین سندھو	ڈسٹرکٹ اٹارنی سروس ٹربیونل	19	B.A, LL.B
3۔	محمد اسلم اویس	ڈسٹرکٹ اٹارنی سیشن کورٹ	19	B.A, LL.B
4۔	مغیث مظہر	ڈسٹرکٹ اٹارنی سول	19	B.A, LL.B

(ب) ان دفاتر میں 174 ملازمین کام کر رہے ہیں۔ ان کی سالانہ تنخواہ پر اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(i) سولیسٹر آفس 38,21,000/-

(ii) ضلعی دفاتر 1,62,84,640/-

(ج) ان دفاتر میں عرصہ تین سال سے زائد فرائض انجام دینے والوں کے نام، عہدے اور عرصہ تعیناتی کی وجہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

وحدت کالونی لاہور، اے، بی، سی اور ڈی بلاکس کی چھتوں اور پینٹ / سفیدی سے متعلقہ تفصیل

*7277 محترمہ فرزانہ راجہ: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) وحدت کالونی لاہور کے بلاکس اے، بی، سی اور ڈی میں چھتوں کی لپائی کو کتنا عرصہ ہو گیا

ہے، کیا یہ درست ہے کہ بارشوں میں الاٹیوں کا گھریلو سامان چھتیں ٹپکنے کی وجہ سے خراب ہو جاتا ہے اور محکمہ اس جانب کوئی توجہ نہیں دیتا، نیز لپائی کے ٹینڈر ہونے کے باوجود ابھی تک کام شروع نہیں ہو سکا اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ کوارٹر نمبر A-43 میں بارش سے محفوظ رہنے کے لئے چھتوں پر ٹائلیں لگائی گئی ہیں، یہ ٹائلیں کس کے احکامات سے لگائی گئی ہیں آیا اس کی باقاعدہ منظوری حاصل کی گئی تھی یا نہیں، کیا محکمہ دیگر کوارٹروں میں بھی ٹائلیں لگانے کا ارادہ رکھتا ہے، اگر جواب اثبات میں ہے تو کب تک، نہیں تو کوارٹر نمبر A-43 میں ٹائلیں لگانے کی وجوہات کیا ہیں اور کیا محکمہ افسران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

(ج) کیا بلاکس اے، بی، سی اور ڈی کے کچن کیبنٹ مکمل کر دیئے گئے ہیں، اگر نہیں تو باقی ماندہ کوارٹروں کے کچن کیبنٹ کب تک تعمیر کئے جائیں گے؟

(د) متذکرہ بالا بلاکس میں سفیدی / پینٹ وغیرہ کتنے عرصہ بعد کیا جاتا ہے، سفیدی اور پینٹ وغیرہ پر فی کوارٹر کتنا خرچہ آتا ہے، متعدد کوارٹرز میں گزشتہ سالوں سے سفیدی نہیں ہوئی ہے، اس کی وجوہات بیان کی جائیں، کیا محکمہ اس دو عملی کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) وحدت کالونی لاہور کے اے، بی، سی اور ڈی بلاکس جن میں کوارٹروں کی تعداد بالترتیب 74، 48، 52 اور 40 ہے، کی چھتوں کی لپائی کو پانچ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ شدید بارشوں میں بعض چھتوں کے ٹپکنے کی شکایت جب بھی ملتی ہے وہ ٹھیک کر دی جاتی ہے۔ یہ غلط ہے کہ محکمہ توجہ نہیں دیتا بلکہ محکمہ تندہی سے کام کرتا ہے۔ ایک سکیم نمبر 2615 برائے سال 01-2000 مالیتی 62.175 ملین منظور ہوئی تھی جس میں ان بلاکس کی چھتیں تبدیل کرنی تھیں، یہ کام ایم ایس پراگریسو کنسٹرکشن کمپنی گورنمنٹ کنٹریکٹر کو الاٹ کیا گیا تھا۔ محکمہ کی سر توڑ کوششوں کے باوجود کل دو سو کوارٹروں میں سے صرف 43 کوارٹروں کے رہائشیوں نے چھتیں تبدیل کروائیں جبکہ باقی کوارٹروں کے 157 رہائشیوں نے باوجود محکمہ کی کوششوں کے کام شروع نہ کروایا ان کی چھتیں تبدیل نہ ہو سکیں، تو مجبوراً محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی نے مورخہ 20۔ ستمبر 2004 کو یہ

سکیم ختم کر دی۔کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔جن کوارٹروں کی چھتیں تبدیل کی گئی ہیں،ان کی چھتوں پر ٹائلیں بھی لگ گئی ہیں اور بارشوں میں ٹپکتی نہیں ہیں۔باقی کوارٹروں کی چھتیں کچی ہیں۔لپائی / سفیدی کے ٹینڈر ستمبر میں ہوئے ہیں۔اس وقت لپائی اور سفیدی کا کام ہو رہا ہے۔

(ب) کوارٹر نمبر A-43 میں محکمہ نے ٹائلیں نہیں لگوائیں بلکہ یہ کام الاٹی نے خود کروایا ہے۔ ٹائلیں ایڈیشن /الٹریشن کا کام ہے اور سیکرٹری آئی اینڈ سی گورنمنٹ آف دی پنجاب ایس اینڈ جی اے ڈی اس کام کی منظوری دیتا ہے۔تاحال کوارٹروں میں چھتوں پر ٹائلیں لگانے کا کوئی تخمینہ نہ بنا ہے۔تاہم اگر کسی کوارٹر کی منظوری آ جاتی ہے تو وہاں ٹائلیں لگوا دی جاتی ہیں۔

(ج) اے،بی،سی اور ڈی بلاکس کے جن کوارٹروں میں کچن کیبنٹ کی منظوری آئی تھی،ان کوارٹروں میں کچن کیبنٹ کا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے،بقیہ کوارٹروں کا کام سیکرٹری آئی اینڈ سی،گورنمنٹ آف دی پنجاب،ایس اینڈ جی اے ڈی کی جانب سے کچن کیبنٹ لگانے کے احکامات موصول ہونے کے بعد کیا جائے گا۔

(د) عام طور پر سفیدی پینٹ وغیرہ کا کام ہر دو سال کے بعد ہوتا ہے،ان بلاکس میں 1500.Sft والے کوارٹروں پر رنگ سفیدی اور پینٹ وغیرہ کا خرچ تقریباً -/8000 سے -/8500 روپے فی کوارٹر تک آتا ہے،اس سال اے،بی،سی اور ڈی بلاکس کے رنگ سفیدی اور لپائی کے لئے 140 کوارٹروں کے کام الاٹ ہوئے ہیں،ان میں سے تمام کوارٹروں کی رنگ سفیدی ہو چکی ہے اور 123 کوارٹروں کی لپائی کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے۔

لاہور تا فیصل آباد، B.O.T کے تحت بننے والی سڑک پر ٹول ٹیکس کی وصولی کی تفصیلات

*7285 میاں خالد محمود،جناب عابد حسین چٹھہ، جناب جیوئل عامر سہوترا اور رائے احسن رضا: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) B.O.T کے تحت بننے والی لاہور تا فیصل آباد روڈ پر کتنی جگہ ٹول ٹیکس کس شرح سے

کن کن گاڑیوں سے وصول کیا جارہا ہے ؟

(ب) قواعد اور شرائط کے تحت یہ ٹول ٹیکس کس شرح سے وصول ہونا چاہیئے تمام معاہدہ جات / شرائط کی کاپی ایوان میں فراہم کی جائے ؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس روڈ پر ایم پی اے / ایم این اے کی گاڑیوں کے علاوہ زرعی ٹریکٹر اور مقامی آبادیاں جو کہ اس روڈ کے چاروں طرف آباد ہیں کی گاڑیوں سے بھی زبردستی ٹول ٹیکس وصول کیا جارہا ہے، حالانکہ قانون اور شرائط کے تحت یہ افراد ٹول ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں ؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس روڈ پر واقع پٹرول پمپ اور CNG سٹیشن کے مالکان سے Right of way کی فیس دو لاکھ روپے تک وصول کی جا رہی ہے۔ حالانکہ حکومت کی طرف سے پانچ ہزار روپے فیس مقرر ہے ؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس روڈ پر divider کی وجہ سے تقریباً دو میل کے بعد U ٹرن ہیں۔ جس کی وجہ سے اس روڈ کی مقامی آبادیوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے ؟

(و) کیا یہ بات درست ہے کہ فیروز وٹواں ٹاؤن میں جنازگاہ ایک طرف ہے اور ایک کلومیٹر لمبے divider کی وجہ سے جنازہ لے کر دوسری طرف نہ جایا جا سکتا ہے اور اس سے مقامی آبادیوں میں بڑی بے چینی پائی جاتی ہے ؟

(ز) کیا حکومت درج بالا بے قاعدگیوں کی تحقیقات کروانے اور اس کے ذمہ داران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) B.O.T کے تحت بننے والی لاہور تا فیصل آباد روڈ پر وصول کئے جانے والے ٹیکس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) Concession Agreement کی متعلقہ دفعات کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ایگریمنٹ کی شق 13,2,3 کے تحت سینیٹرز صاحبان، قومی و صوبائی اسمبلی کے معزز ارکان ٹول ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔ ہر ٹول پلازہ کے 3 کلومیٹر ایریا میں رہائش پذیر حضرات اور بار بار آنے جانے والوں کو M/s LAFCO نے بیس فیصد تک رعائت

دے رکھی ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے۔Concession Agreement کے تحت تمام پٹرول پمپس سے سالانہ کرایہ مبلغ-/5,000 ہی وصول کیا جارہا ہے۔

(ہ) دورویہ سڑک کے درمیان Median مہیا کیا جاتا ہے۔ دوران تعمیر سڑک پر U-Turn خاص منصوبہ بندی کے تحت مہیا کئے جاتے ہیں۔ گاڑیوں میں سفر کرنے والوں کی سلامتی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ U-Turn زیادہ ہونے کی وجہ سے شرح حادثات زیادہ ہو جاتی ہے اور ٹریفک کی روانی میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔U-Turn کا تعین consultant کی رائے، ٹریفک کے بہاؤ اور سائیٹ کی ضرورت کے مطابق کیا گیا ہے۔

(و) یہ درست نہ ہے۔ فیروزوٹواں میں ہر دو جانب سے آمد ورفت کے لئے چار سے زیادہ جگہوں پر راستہ مہیا کیا گیا ہے اور ان میں سے ایک راستہ کو خصوصی طور پر جنازے وغیرہ لے جانے کے لئے مزید چوڑا کیا گیا ہے۔

(ز) B.O.T پراجیکٹ کا تمام کام قانون کے مطابق، معاہدہ کی شرائط اور عوام کی سہولت کے لئے ہو رہا ہے اور کسی بھی قسم کی کوئی بے قاعدگی نہیں ہوئی ہے۔ لہذا تحقیقات کی ضرورت نہ ہے۔

ضلع لودھراں میں پرمٹ شجاع آباد براستہ گھیلے وال سڑک کی تعمیر ومرمت

*7360 سید محمد رفیع الدین بخاری: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پرمٹ شجاع آباد براستہ گھیلے وال ضلع لودھراں کی تعمیر کب شروع کی گئی، اس پر اب تک کتنی رقم خرچ ہوئی ہے۔ موقع پر کتنا کام مکمل ہوا ہے اور کتنی سڑک ابھی تک پختہ نہ کی گئی ہے؟

(ب) کیا حکومت اس سڑک کی تعمیر مکمل کروانے کے لئے فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) پرمٹ شجاع آباد براستہ گھیلے وال ضلع لودھراں (کل لمبائی 24.6 کلومیٹر) کی تعمیر (کشادگی و بہتری) کے لئے انتظامی منظوری 1998-99 میں مبلغ 58.605 ملین روپے کے لئے دی گئی۔ جون 2005 تک اس سڑک کی تعمیر پر 33.376 ملین روپے خرچ ہوئے تفصیل درج ذیل ہے:۔

2001-02 میں devolution کے ساتھ یہ سڑک ضلعی حکومت کو منتقل ہو گئی تھی۔ کام مکمل نہ کرنے پر ضلعی حکومت نے یہ ٹھیکہ 30۔ جون 2005 کو منسوخ کر دیا۔ بوقت منسوخی 13.5 کلومیٹر سڑک مکمل ہوئی بقایا 11.10 کلومیٹر لمبائی میں کام ہونا باقی ہے۔

	سال	جاری شدہ فنڈز	اخراجات
	1998-99	3.741	3.741
	1999-00	1.000	1.000
	2000-01	14.096	14.096
	2001-02	4.000	0.446
ضلعی حکومت	2002-03	5.000	4.967
کے زیر انتظام	2003-04	6.927	6.927
	2004-05	2.200	2.126
	2005-06	0.275	0.275
			33.578

(ب) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ یہ سڑک ضلعی حکومت کے زیر انتظام ہے جو اپنے وسائل اور ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سڑک کا بقیہ حصہ مکمل کرنے پر غور و خوض کر سکتی ہے۔

ضلع بھکر، سڑکوں کی مرمت پر تعینات سٹاف اور کارکردگی سے متعلقہ تفصیل

*7530 جناب حفیظ اللہ خان: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع بھکر میں پراونشل ہائی وے کی سڑک ملتان، میانوالی روڈ پر کل کتنے بیلدار اور میٹ

تعینات ہیں، نام بیان کریں؟

(ب) مذکورہ سڑک کے کنارے بارشوں سے بہہ گئے ہیں، گڑھے پڑے ہوئے ہیں، کیا محکمہ ان اندھے گڑھوں کو ختم کرے گا تاکہ آئے روز حادثات ختم ہو سکیں؟

(ج) جھنگ بھکر روڈ پر کتنے بیلدار اور میٹ تعینات ہیں، نام بیان کریں؟

(د) کیا حکومت ملتان روڈ کی وائینڈنگ کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) مذکورہ سڑک پر 5 میٹ اور 14 بیلدار تعینات ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:۔

میٹ: محمد بخش، ممتاز حسین، عبدالرشید، نواب، ریاض حسین

بیلدار: محمد خان، غلام قاسم، محمد نواز، اللہ دتہ، عبدالوحید، قمر عباس، فرادہ، کوڑہ، غلام قادر، اقبال حسین، اللہ بخش، نور خان، محمد حسین اور اقبال حسین

(ب) مذکورہ سڑک پر مرمت اور گڑھوں کو بھرنے کا کام ایک جاری عمل ہے۔ فی الوقت کوئی پیچ یا گڑھا نہ ہے۔

(ج) مذکورہ سڑک پر 6 میٹ اور 28 بیلدار تعینات ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

میٹ: احمد دین، رحیم بخش، محمد نواز، احمد، محمد احسان، محمد رمضان۔

بیلدار: غلام محمد، عبدالستار، غلام حر، الطاف حسین، محمد اسلم، رب نواز، غلام سرور، محمد حنیف، مرید عباس، بشیر حسین، ذاکر حسین، حق نواز، محمد اکرم، احمد نواز، مرید کاظم، محمد سرفراز، غلام حسین، محمد اقبال، مشتاق حسین، فلک شیر، مشتاق حسین، غلام حسین، فضل عباس، محمد افضل، حق نواز، غلام حسین، محمد امیر، اورنگزیب۔

(د) مذکورہ سڑک کی وائینڈنگ تاحال کسی پروگرام میں شامل نہ ہے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج 5۔ جولائی ہے اور یہ ایک ایسا black day ہے جس دن ایک منتخب عوامی حکومت پر [*****]

* بحکم جناب سپیکر صفحہ نمبر 1873 الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ میں یہ تمام الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ (شور و غل)

(اس مرحلہ پر پیپلز پارٹی کے اراکین واک آؤٹ کر کے ہاؤس سے باہر چلے گئے)

مجالس قائمہ کی تشکیل

جناب سپیکر: وزیر قانون نئی مجالس قائمہ کی تشکیل کے لئے تحریک پیش کرنا چاہتے ہیں وہ اپنی تحریک پیش کریں۔ جی، وزیر قانون! (شور و غل)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ نمبر (1)150 کے تحت قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے سے 3 نئی مجالس قائمہ کے ارکان کی ایک فہرست ایوان کی میز پر رکھتا ہوں اور یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ان مجالس کو ایوان کی طرف سے منتخب تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ (1)150 کے تحت قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے سے 3 نئی مجالس قائمہ کے ارکان کی ایک فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اور یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ ان مجالس کو ایوان کی طرف سے منتخب تصور کیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! جب question put کیا جائے اس پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں پہلے ہی بات کرنے کے لئے اٹھا تھا جیسا کہ اس تحریک میں یہ بات درج ہے اور لاء منسٹر صاحب نے اسے پڑھا ہے کہ یہ باتفاق رائے قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف ہوا ہے تو اس صورتحال میں ہمارے پیپلز پارٹی کے دوستوں نے واک آؤٹ کیا ہے اور چودھری ظہیر صاحب نے بڑا aggressive رویہ اپنایا ہے حالانکہ چودھری صاحب اس ڈے کو بطور بلیک ڈے کئی سال مناتے رہے ہیں اب آ کر انہوں نے یہ سلسلہ ختم کیا ہے یہ پہلے

ہمارے ساتھ مناتے رہے ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ کسی صاحب کو بھیجا جائے کہ وہ ان دوستوں کو واپس لے آئیں اس کے بعد اگر یہ تحریک پیش کی جائے تو میرا خیال ہے کہ زیادہ مناسب بات ہو گی۔(شور وغل)

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ رانا صاحب سے ایک غلطی ہو چکی ہے اب یہ اس کو cover کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میثاق جمہوریت آج ان کو نظر آگیا ہے آپ کے دوست واک آؤٹ کر کے گئے ہیں آپ کو ان کے ساتھ واک آؤٹ کرنا چاہئے تھا۔ اب اگر یہ اس کو cover کرنا چاہتے ہیں تو یہ خود جائیں اور ان کو منا کر لے آئیں اور ان سے یکجہتی کا اظہار کریں۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میثاق جمہوریت سے متعلق راجہ صاحب فرما رہے ہیں کہ ان کو نظر آگیا، میثاق جمہوریت آنے والے دنوں میں ان کو بڑا نظر آئے گا۔ جہاں تک اس واک آؤٹ اور بلیک ڈے کا تعلق ہے پیپلز پارٹی کا ایک اپنا منشور ایک اپنا version ہے ہم ان کی اس بات کی مکمل تائید کرتے ہیں کہ اس ملک میں [******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: ہم اس بات کی تائید کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! تشریف رکھیں، پلیز! کارروائی چلنے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: اس میں کوئی عار نہیں ہے اس میں کوئی میثاق جمہوریت نظر نہ آنے والی بات نہیں ہے۔ میثاق جمہوریت آپ کو نظر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ آپ ذرا ایک دو ماہ صبر کریں۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ کیا ایوان اس کی منظوری دیتا ہے؟

آوازیں: منظوری دیتا ہے۔

جناب سپیکر: منظوری دے دی گئی۔

(تحریک منظور ہوئی)

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میثاق جمہوریت کے حوالے سے رانا صاحب نے بتایا انہوں نے abbreviation خود بنائی ہوئی ہے اس کو "مذاق جمہوریت" کے طور پر تو عوام لے رہے ہیں یہ "مذاق جمہوریت" ہے لیکن جب لندن میں مذاکرات ہو رہے تھے تو میں نے رانا صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا مذاکرات ہو رہے ہیں تو انہوں نے مجھے کہا کہ یہ وہ مذاق ہے جو رات کو کئے جاتے ہیں۔ (قہقہہ)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میثاق جمہوریت وہ document ہے، جو یہ کہہ رہے ہیں کہ مذاق جمہوریت ہو گا۔ نہیں وہ مذاق جمہوریت ان کی اوقات کو بہتر کر دے گا اور ان کی اوقات دن کو بھی ٹھیک ہو گی اور رات کو بھی ٹھیک ہو گی۔ [***********]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ رانا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ (ق) لیگ جو ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کو اپنی اوقات آنے والے دو تین ماہ میں نظر آ جائے گی۔

رپورٹیں
(توسیع)
سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر: جی، شکریہ، چودھری عبداللہ یوسف وڑائچ سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تحریک استحقاق نمبر 6 بابت سال 2006 پیش کردہ سید احسان اللہ وقاص ایم پی اے کے بارے میں سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔ جولائی 2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحریک استحقاق نمبر 6 بابت سال 2006 پیش کردہ سید احسان اللہ وقاص ایم پی اے کے بارے میں سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔ جولائی 2006 تک توسیع کردی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"تحریک استحقاق نمبر 6 بابت سال 2006 پیش کردہ سید احسان اللہ وقاص ایم پی اے کے بارے میں سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔ جولائی 2006 تک توسیع کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے دو تین دفعہ پہلے بھی جناب کی توجہ اس طرف مبذول کروائی تھی کہ یہ جو توسیع کی تاریخ مانگتے ہیں کم از کم یہ ہاؤس کو یہ تو بتا دیا کریں کہ کیا وجہ ہے کہ کمیٹی کی میٹنگ کیوں نہیں ہوئی اور یہ توسیع کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ہاؤس کی اور کمیٹیوں کی کارکردگی بہتر ہوگی اگر یہ پوچھ لیا جائے کہ اس کی وجہ کیا ہے۔

استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر: جناب نذر فرید کھوکھر تحریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تحریک استحقاق نمبر 27 بابت سال 2006 پیش کردہ سید عبدالعلیم شاہ

ایم پی اے کے بارے مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی
میعاد میں مورخہ 30۔ ستمبر 2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحرک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحریک استحقاق نمبر 27 بابت سال 2006 پیش کردہ سید عبدالعلیم شاہ
ایم پی اے کے بارے مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی
میعاد میں مورخہ 30۔ ستمبر 2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"تحریک استحقاق نمبر 27 بابت سال 2006 پیش کردہ سید عبدالعلیم شاہ
ایم پی اے کے بارے مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی
میعاد میں مورخہ 30۔ ستمبر 2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر وسیم اختر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ گزشتہ دو سال سے ائرپورٹ سکیورٹی فورس کے خلاف ایک تحریک اسمبلی نے استحقاق کمیٹی کے سپرد کی تھی۔ دو تین میٹنگز ہوئیں اور پھر معاملہ گول ہو گیا اور میری بات جناب نذر فرید کھوکھر سے ہوتی رہی ہے اس میں المیہ یہ ہے کہ جو پنجاب اسمبلی کی استحقاق کمیٹی ہے اس کو ائرپورٹ سکیورٹی فورس کے افسران جوتے کی نوک کے اوپر بھی نہیں رکھتے اور دو تین میٹنگز کے نوٹس دینے کے باوجود ہماری استحقاق کمیٹی اس بات کے قابل نہ ہو سکی کہ ائرپورٹ سکیورٹی فورس کے کرنل اجلاس کے اندر آکر کوئی بات کر سکیں صرف زبانی چٹھیاں آتی رہیں پہلی میٹنگ ہوئی اور اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے نوٹسز گئے تھے لیکن محکمے کی طرف سے کوئی بندہ آیا نہ کوئی جواب آیا پھر دوسری میٹنگ میں ائرپورٹ سکیورٹی فورس کے ہیڈ کوارٹر سے ایک جواب موصول ہوا اور جواب اس طرح کا تھا کہ اس کے نیچے کسی کے دستخط نہیں تھے۔ کمیٹی نے اس کا serious نوٹس لیا اور اس پر غم و غصہ کا اظہار کیا کہ یہ کیا طریق کار ہے کہ

ائرپورٹ سکیورٹی فورس کی طرف سے جواب آیا اور نیچے کسی کے دستخط ہی نہیں ہیں اور انہوں نے سرے سے واقع سے انکار کا تاثر دیا۔ اس کے بعد پھر میٹنگ ہوئی تو اس کے اندر انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں نہیں بلا سکتے آپ پہلے محکمہ دفاع کو لکھیں پھر اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے محکمہ دفاع کو بھی لکھ دیا گیا لیکن اس کے باوجود کراچی سے ائرپورٹ سکیورٹی فورس کے کرنل یہاں پر تشریف نہ لا سکے۔ اس کے بعد پھر یہ میٹنگ بھی ختم ہو گئی اور توسیع کا معاملہ بھی سارا ختم ہو گیا۔

جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ میں اپنی بات بھی چھوڑتا ہوں لیکن یہ آپ کا اور پوری اس اسمبلی کا استحقاق بری طرح مجروح ہوتا ہے کہ چار میٹنگز ہو گئی اور ائرپورٹ سکیورٹی فورس کا سپاہی سے لے کر اوپر تک کوئی ایک بھی اہلکار اسمبلی کی استحقاق کمیٹی کے بلانے پر میٹنگ میں نہیں آیا۔ میں اس حوالے سے آپ سے مداخلت کی اپیل کرتا ہوں اس کے بارے میں دیکھیں کہ کیا کرنا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: دیکھ لیتے ہیں اس matter کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اب تحاریک التوائے کار شروع کرتے ہیں۔ پہلی تحریک التوائے کار شیخ علاؤالدین کی طرف سے ہے۔

(اس موقع پر جناب چیئرمین رائے اعجاز احمد کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، شیخ صاحب!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: شکریہ۔ جناب چیئرمین! چیئر کے حکم کے مطابق مجھے کہا گیا تھا کہ میں تحریک التوائے کار جو فیصل آباد وائس چانسلر کے خلاف تھی اس کی رپورٹ Monday تک conclude کر کے یہاں پر پیش کروں۔ اس حوالے سے میں نے Monday کو میٹنگ بلائی تھی جس میں وہ تمام honourable members جن کی جناب ڈپٹی سپیکر نے کمیٹی بنائی تھی انہوں نے شرکت کی۔ ہم نے اس میں وائس چانسلر کو بھی بلایا اور اس سٹوڈنٹ کو بھی بلایا اور وہاں ساری بات چیت دیکھی گئی اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کی ایک حتمی رپورٹ finalize کر کے ہاؤس کی نذر کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر! دوسرا لگا ہے لگا ہے احسان اللہ وقاص صاحب نے یونیورسٹی آف ایجوکیشن

اور پنجاب یونیورسٹی کے معاملات اپنے پوائنٹ آف آرڈر کے تحت یہاں پر highlight کئے تھے اور چیئر نے مجھے کہا تھا کہ اس کے بارے میں بھی جو رپورٹ ہے میں ان تک پہنچا دوں۔ میری استدعا ہو گی کہ آپ احسان اللہ وقاص صاحب کو اگر کہہ دیں کہ وہ مجھے میرے دفتر میں مل لیں تو میں ان کو یہ رپورٹ انشاء اللہ پڑھا دوں گا۔ شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! شکریہ

جناب چیئرمین: یہ move ہو چکی ہے؟

شیخ علاؤالدین: جی، یہ move ہو چکی ہے اور یہ کئی دفعہ pending بھی ہو چکی ہے۔ اس میں وزیر صحت صاحب نے مجھ سے بات بھی کی تھی کہ یہ ایک ریسرچ تحریک التوائے کار ہے۔ اب مسئلہ اس میں یہ ہے کہ اس کا جواب نہیں آتا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف (پیپلز پارٹی) واک آؤٹ ختم کر کے ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

وزیر زرعی مارکیٹنگ: ایہہ بغیر بچھیاں ای آ گئے نیں۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! ابھی رانا قاسم نون صاحب کو ہمارے واپس آنے کی بڑی تکلیف ہوئی ہے تو میں وضاحت کر دوں کہ ہم نے ٹوکن بائیکاٹ کیا تھا اور ہم نے آمریت کے خلاف بائیکاٹ کیا تھا اور ہمیں فخر حاصل ہے کہ ہماری ہمیشہ جرنیلوں کے خلاف جنگ رہی ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گی۔ ہم نے آج تک کسی کو ڈر کر نہیں مانا۔ ہم نے ہمیشہ چاہا کہ اس ملک میں اگر حکومت کرنی ہے تو اس ملک کے غریب عوام نے کرنی ہے۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں، تشریف رکھیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، رانا صاحب !

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب چیئرمین! مجھے سمجھ نہیں آئی کہ راجہ صاحب کو کس طرح پتا چلا ہے کہ مجھے ان کی وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین: انہیں آپ سے پیار ہے۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: نہیں، پیار اپنی جگہ ہے، تکلیف اپنی جگہ ہے۔

جناب چیئرمین: یہ پیار و محبت کی باتیں ہیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: میری گزارش یہ ہے کہ ان کو کسی نے نہیں کہا تھا کہ باہر جائیں اور ان کو کسی نے نہیں کہا کہ واپس آ جائیں، بن بلائے مہمان جا کے واپس آ گئے ہیں اور ابھی مرضی ہو گی تو باہر چلے جائیں گے۔ میری گزارش یہ ہے کہ آج بھی پیپلز پارٹی نے اگر اقتدار میں آنے کی کوشش کی، آج بھی میثاق جمہوریت کے حوالے سے گٹھ جوڑ ہوا تو فوج کے نیچے لگ کر ان کو ڈائیلاگ کرنے پڑیں گے، مذاکرات کرنے پڑیں گے۔ یہ نہیں ہے کہ فوج کے بغیر یہ حکومت لے آئیں۔ پہلے بھی فوج کی وجہ سے حکومت میں رہے، کیا بات کرتے ہیں راجہ صاحب! انھوں نے خود مجھے چھیڑا ہے۔

جناب چیئرمین! تاریخ اٹھا کر دیکھیں، آٹھ سال ذوالفقار علی بھٹو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی کابینہ کے وزیر رہے۔ پہلی دفعہ ہوا کہ یحییٰ خان کے ساتھ وزیر خارجہ اور نائب وزیر اعظم کا عہدہ قبول کیا۔ اس کے بعد محترمہ 1986 میں تشریف لاتی ہیں تو ضیاء الحق کے ساتھ ڈائیلاگ کر کے آتی ہیں، 1988 میں اقتدار کے سنگھاسن پر آتی ہیں تو فوج کے کندھوں پر سوار ہو کر آتی ہیں، 1993 میں پھر جنرل وحید کاکڑ کے ساتھ ڈائیلاگ کر کے آتی ہیں، یہ جرنیلوں کے خلاف کیا بات کرتے ہیں؟

راجہ ریاض احمد: جناب! ان کے بھائی پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ایم۔ پی۔ اے رہے ہیں اور میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ میں اتنی جرأت تھی تو آپ نے پاکستان پیپلز پارٹی کا ٹکٹ کیوں لیا؟ اس کا جواب دیں۔ آپ لوٹے نہیں ہوئے؟ (شور و غل)

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب چیئرمین! ہم کبھی لوٹے نہیں ہوئے۔ ہم ایسے لفظ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ میرے کوئی بھائی صاحب ہیں انھوں نے پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔ میں نے زندگی

میں پہلی دفعہ الیکشن لڑا، کبھی پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم پر، کسی سیاسی جماعت کا کارکن نہیں رہا، پاکستان مسلم لیگ کے ٹکٹ پر الیکشن لڑے۔ان کے ٹکٹ واپس کر دیئے۔ نیشنل لیول پر بھی لڑے اور پراونشل لیول پر بھی لڑے۔ان کو یہ تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔یہ اچھی بات کریں اور اچھا اچھا سنیں۔(شور وغل)

جناب چیئر مین: شکریہ۔جی، محترمہ فرزانہ راجہ!

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب چیئر مین! شکریہ۔ایک بات میں یہاں clear کرنا چاہتی ہوں کہ جب ہم یہاں سے واک آؤٹ کر کے گئے ہیں تو وہ ٹوکن واک آؤٹ کر کے گئے ہیں اور پھر ہم علامتی واک آؤٹ کے بعد واپس بھی آ گئے۔جہاں تک یہ سیاست میں رہنے کی اور حکومت میں رہنے کی بات کر رہے ہیں تو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیاست کرنا، حکومت میں رہنا، منسٹریز حاصل کرنا اور فوائد حاصل کرنا یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔سیاست جدوجہد کا بھی نام ہے، struggle کا، قربانیوں کا بھی نام ہے اور عوام کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا بھی نام ہے۔صرف اور صرف ہر دور میں، ہر حکومت میں وزارتیں لے کر، اپنا ضمیر بیچ کر، اپنا تشخص بیچ کر اگر ہم یہ سمجھیں کہ ہم سیاست کر رہے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ ایسی سیاست پر بھی لعنت ہے اور ایسے لوگوں پر بھی لعنت ہے۔(شور وغل)

جناب چیئر مین: جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

محترمہ زاہدہ سرفراز: جناب چیئر مین!۔۔۔

جناب چیئر مین: جی، محترمہ زاہدہ سرفراز صاحبہ!

محترمہ زاہدہ سرفراز: شکریہ۔ جناب چیئر مین! ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے جب بجٹ کے سلسلے میں پریس کانفرنس کی تو انھوں نے کہا کہ ہم نیک نیت لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نیک نیت لوگوں کی مدد کرتا ہے۔وزیر اعلیٰ صاحب کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔وہ نیک نیت ہیں۔صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نیک نیت ہیں۔اس وقت ملک کے لئے انتہائی مخلصانہ طور پر کام کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد کر رہا ہے۔جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہے تو آپ کی باتیں کیا کہتی ہیں؟

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئر مین! ابھی سیاسی حوالوں سے میرے بھائی رانا قاسم نون

صاحب نے بڑی اچھی باتیں کی ہیں جو حقائق پر مبنی ہیں، میں ان سے انکاری نہیں ہوں لیکن اس پر میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذوالفقار علی بھٹو کابینہ میں شامل ہوئے، ایک سٹیج پر چلتے چلتے انہیں احساس ہوا کہ یہ ملک تو عوام کے لئے بنا ہے اور عوام نے بنایا ہے تو یہ جو ڈکٹیٹر ہے اس نے کیوں خواہ مخواہ ملک پر قبضہ کر لیا ہوا ہے، انہیں غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے اس کے خلاف جمہوریت کی خاطر علم بلند کیا اور اس ملک کو آئین بھی دیا اور باقی چیزیں بھی دیں۔

میاں نواز شریف صاحب جیلانی صاحب کے ذریعے کابینہ میں وزیر بنے۔ پھر اس کے بعد وزیر اعلیٰ بنے، چلتے چلتے انہیں محسوس ہوا کہ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ یہ ملک تو عوام کے لئے بنا ہے اور ہم تو منتخب لوگ ہیں، میاں صاحب ہوں، چودھری شجاعت ہوں، چودھری پرویز الٰہی ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم سیاسی لوگ ہیں، ہم الیکشن لڑ کر آتے ہیں اور یہ قبضہ ہم پر ہی کر لیتے ہیں، ان کو احساس ہوا، انہوں نے کہا کہ نہیں بھائی، میں آمریت کے خلاف ہوں۔

اب میری صرف آخری گزارش یہ ہے کہ تین سال گزر گئے ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے بھی ان کے خلاف جنگ لڑی اور عوامی لیڈر بنے۔ نواز شریف پہلے پولیٹیکل لیڈر نہیں تھے لیکن جس وقت انھوں نے جمہوریت کی خاطر علم بلند کیا اور بغاوت کی اور کہا کہ یہ عوام کا حق ہے اور عوامی نمائندوں کا حق ہے کہ وہ اقتدار پر قابض ہوں اور وہ لیڈر بنے۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ چودھری شجاعت اور چودھری پرویز الٰہی اور ان کی ٹیم بھی لیڈر بنے، ان کو غلطی کا احساس کب ہوگا؟ کب وہ دن آئے گا کہ جب یہ اپنے حق کو سمجھتے ہوئے، جمہوریت کا علم بلند کرتے ہوئے غاصبوں کے خلاف اعلان جنگ کریں گے؟ میں کہتا ہوں کہ انشاء اللہ پوری قوم ان کے ساتھ ہوگی۔ یہ ایک مرتبہ اعلان تو کر کے دیکھیں۔ اپنا حق لینے کی کوشش تو کریں۔ شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، بی بی! ٹھہریں۔ شیخ علاؤالدین صاحب! --- راجہ صاحب! ان کی تحریک move ہو چکی ہے، جواب کس نے دینا ہے؟ (شور و غل)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! جیسا کہ شیخ صاحب فرما رہے ہیں۔ یہ ہیلتھ منسٹر صاحب نے جواب دینا تھا۔ وہ تشریف فرما نہیں ہیں اس لئے ظاہری بات ہے کہ اس کو pending کرنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین: فرزانہ نذیر صاحبہ! کیا آپ شیخ علاؤالدین صاحب کی تحریک کا جواب دینا چاہتی

ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جی، میں جواب دے دیتی ہوں۔ وہ پڑھ کر سنائیں۔

جناب چیئرمین: آپ کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: ہاں جی۔ میرے پاس اس کا جواب ہے۔ وہ دوبارہ پڑھ دیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، انھوں نے پڑھنا نہیں۔ یہ move ہو چکی ہے۔ اگر آپ کے پاس جواب ہے تو دے دیں اگر نہیں ہے تو رہنے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: ایک دفعہ وہ دوبارہ پڑھ دیں۔ مجھے اس کی ایک کاپی دے دیں۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! اس کو پھر pending کر دیتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: نہیں، نہیں۔ میں جواب دے دیتی ہوں۔ میں تیار ہوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! اس کو pending نہ کیجئے۔

جناب چیئرمین: راجہ بشارت صاحب! جواب تو ان کے پاس نہیں ہے۔ اس کو pending کر دیتے ہیں؟

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! میری بات تو سن لیں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! میری بات سنیں۔ وزیر نہیں ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری کہہ رہی ہیں کہ مجھے کاپی دے دیں۔ ان کے پاس اس کی کاپی نہیں ہے تو وہ جواب کیا دیں گی؟

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! میں نے بتانا یہ ہے کہ یہ تو تین مہینے پہلے سے move ہو چکی ہے اور ہیلتھ منسٹر صاحب نے اس کو دو دفعہ pending کروایا ہے۔ اس میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو کمپنیاں فارماسیوٹیکل پر ڈیڑھ ڈیڑھ سو فیصد منافع کما رہی ہیں اور لوگوں کو لوٹا جا رہا ہے اور جو لیبارٹریاں یہ کام کر رہی ہیں ان کا کوئی محاسبہ ہونا چاہئے۔ اس کو بحث کے لئے اس ہاؤس میں لائیں۔ میرے پاس اس کے لئے جو اچھی تجاویز ہیں وہ لے لیں۔ یہ بار بار pending کرنے کا کیا مقصد ہے؟

آوازیں: وہ جواب دے رہی ہیں۔

محکمہ صحت کے اہلکاروں کی ملی بھگت سے ملٹی نیشنل فارماسیوٹیکل کمپنیوں کی ادویات کی قیمتوں میں ہزاروں فیصد اضافہ

(---جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو یہ ہے کہ انھوں نے جو point raise کیا تھا وہ پرائس کنٹرول سے متعلقہ تھا اور اس کے بعد ان کا دوسرا سوال تھا کہ ان کی جو لیبارٹریز ہیں ان پر چیک اینڈ بیلنس رکھا جائے۔ جہاں تک پرائس کنٹرول کا تعلق ہے تو وہ فیڈرل گورنمنٹ کا مسئلہ ہے کیونکہ ساری پرائس فیڈرل گورنمنٹ ہی decide کرتی ہے مگر ہمارے وزیر صحت نے فیڈرل منسٹر ہیلتھ کے ساتھ co-ordination کی ہے اور ابھی ایک لائحہ عمل بن رہا ہے۔ یہ حکومت ڈرگ کی پرائس اور کوالٹی کے سلسلے میں کافی سخت نوٹس لے رہی ہے اور اس سلسلے میں ایک بڑا سخت لائحہ عمل ہم تیار کر رہے ہیں جو کہ انشاء اللہ اگلے اجلاس میں یہاں پر پیش کر دیا جائے گا۔ جہاں تک manufacture کمپنیوں کی لیباٹریز کا تعلق ہے۔ اس بارے میں وزیر صحت نے ان سب کو call کیا تھا اور پھر ہم نے visit بھی کیا ہے۔ ان کے raw materials کو چیک کیا گیا ہے۔ حکومت پہلے ہی ڈرگ کی کوالٹی اور اس کی پرائس پر کنٹرول کر رہی ہے۔ چیف ڈرگ انسپکٹر اور پنجاب کے تمام ڈرگ انسپکٹرز کو ہم نے Call کیا تھا اور انھیں ہدایات دی گئی ہیں کہ اپنے اپنے علاقوں کے میڈیکل سٹورز پر ریٹ لسٹ چسپاں کروائیں اور ان کی کوالٹی بھی لیباٹری میں چیک کی جا رہی ہے۔ اس حوالے سے ہم ایک مکمل لائحہ عمل طے کر رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اگلے اجلاس میں بتا دیا جائے گا کہ کیا لائحہ عمل طے کیا گیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! محترمہ پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ کا جواب بالکل relevant نہیں ہے۔ لہذا میں گزارش کروں گا کہ اسے pending کر دیا جائے تاکہ وزیر صاحب خود اس کا جواب دیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے اسے pending کر دیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میری ایک تحریک التوائے کار نمبر 546 ہے۔ یہ ایک مسئلہ رابرٹس زرعی فارم رحیم یار خاں سے متعلقہ یہاں پر point out ہوا تھا، discuss ہوا تھا۔ اس مسئلہ سے وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب کا کوئی personal link بھی بنتا تھا تو اس میں بڑی مثبت پیشرفت ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! ابھی تک یہ تحریک میرے پاس نہیں آئی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! یہ تو 21- جون کو سرکولیٹ ہو چکی ہے۔ اس میں بڑی مثبت

پیشرفت ہوئی ہے جسے میں on record لانا چاہتا ہوں۔ یہ وہاں کے مزارعین کی بے دخلی سے متعلقہ تھی۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اسے take up کرنے کی اجازت دے دیں۔ میرا خیال ہے کہ راجہ صاحب کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ رانا صاحب اپنی تحریک التوائے کار کا نمبر 546 بتا رہے ہیں۔ ابھی آپ رہنے دیں جب اس کی باری آئے گی تو یہ take up ہو جائے گی۔ رانا صاحب! میرے خیال میں جن دوستوں کی طرف سے بھی تحاریک التوائے کار آتی ہیں وہ انتہائی اہمیت کی ہی حامل ہوتی ہیں اور ہمارے لئے سارے دوست برابر ہیں۔ میرے خیال میں اس اجلاس کے دوران جب بھی رانا صاحب نے حکم دیا کہ اس کو out of turn لے لیا جائے تو سپیکر صاحب مہربانی فرماتے رہے ہیں، آپ مہربانی فرماتے رہے ہیں اور ان کی تحاریک کو out of turn لیتے رہے ہیں۔ چونکہ آج آخری دن ہے باقی دوستوں نے بھی بات کرنی ہے لہذا جو روٹین کے مطابق معاملات چل رہے ہیں انھیں چلنے دیں۔ اس کو آپ اگلے اجلاس تک کے لئے pending فرما لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میری آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے یہ گزارش ہے کہ یہ معاملہ چونکہ ہاؤس میں ہی discuss ہوا تھا میں نے جس کی بنیاد پر بعد میں اسے تحریک التوائے کار کا موضوع بنایا۔ یہ مزارعین کی بے دخلی سے متعلقہ مسئلہ ہے۔ اس سے تقریباً چار پانچ سو خاندان منسلک ہیں اور کم از کم ہزاروں کی تعداد میں ان کے دوسرے افراد خانہ اس مسئلہ سے منسلک ہیں۔ اس میں ایک مثبت پیشرفت ہوئی ہے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب حکومت کے نقصان میں نہیں جائے گی لہذا اسے on record آنے دیں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! ابھی تک آپ کی یہ تحریک میرے پاس نہیں آئی۔ میرے فولڈر میں ابھی تک یہ نہیں آئی۔ آپ بے شک آکر چیک کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب میں آپ کی بات پر اعتماد کرتا ہوں لیکن یہ 21- جون کو سرکولیٹ ہو چکی ہے۔

جناب چیئرمین: چلیں، اسے بعد میں دیکھتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 327 جناب محمد آجاسم

شریف اور مہر اشیاق احمد صاحب کی طرف سے ہے۔ محرک موجود نہیں ہیں لہذا تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 328 چودھری زاہد پرویز، لالہ شکیل الرحمٰن، چودھری اعجاز احمد سماں صاحب کی طرف سے ہیں۔ وہ بھی تشریف نہیں رکھتے لہذا اسے بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 335 محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ کی ہے۔

لاہور میں مضر صحت گوشت کی فروخت

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ ''دن'' مورخہ 10۔اپریل 2006 کی اشاعت میں یہ خبر جلی حروف میں شائع ہوئی ہے کہ ''شاہدرہ لاہور میں بیمار اور ناقص گوشت کی فروخت، انتظامیہ خاموش'' اکثر قصاب اپنے گھروں میں جانور ذبح کرتے ہیں۔ ڈاکٹروں نے منتھلیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ تفصیلات کے مطابق شاہدرہ کے ارد گرد کے علاقوں میں قصابوں نے بیمار اور ناقص گوشت سر عام فروخت کرنا شروع کر دیا۔ قصابوں کی اکثریت بیمار اور لاغر جانور اپنے گھروں میں ذبح کر کے دکانوں پر لا کر فروخت کرتے ہیں۔ ویٹرنری ڈاکٹروں نے تمام قصابوں سے منتھلی مکا رکھی ہے۔ قصاب جانوروں پر مہریں اپنے گھروں میں ہی لگا لیتے ہیں اور اکثر قصابوں نے جانوروں پر سرکاری طور پر مہر ہی نہیں لگائی ہوتی۔ ڈاکٹروں کی ٹیمیں ہزاروں روپے روزانہ نذرانہ وصول کرتی ہیں۔ جنہوں نے قصابوں کو مضر صحت گوشت فروخت کرنے کی چھٹی دے رکھی ہے جس کی وجہ سے عوام میں بیماریاں پھیلنے کا خدشہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس خبر سے صوبائی دارالحکومت میں ڈاکٹروں اور حکومت کے خلاف شدید ردعمل پایا جاتا ہے اور عوام سخت غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ عوامی حلقوں نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ ویٹرنری ڈاکٹروں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے تاکہ عوام ناقص گوشت کھانے سے بچ جائیں اور ناقص و مضر صحت گوشت فروخت کرنے والے دکانداروں کے خلاف مقدمات درج کئے جا سکیں۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ محترمہ نے تحریک التوائے کار کے

ذریعے اس معزز ایوان کی توجہ جس اہم مسئلہ کی جانب مبذول کروائی ہے وہ کافی حد تک درست ہے۔اخبارات میں اس قسم کی شکایات آتی رہتی ہیں کہ غیر معیاری گوشت کی فروخت ہو رہی ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیے!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ یہاں ہاؤس میں وزیر لائیو سٹاک تشریف فرما ہیں اور وزیر خوراک بھی تشریف رکھتے ہیں۔اس تحریک التوائے کار کا جواب یا تو وزیر خوراک کی ذمہ داری بنتی ہے یا پھر وزیر لائیو سٹاک کو اس کا جواب دینا چاہئے۔راجہ بشارت صاحب کے ذمہ اس کا جواب نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: راجہ ریاض صاحب! کوئی بھی وزیر جواب دے سکتا ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب والا! اگر وزیر خوراک یا وزیر لائیو سٹاک موجود نہ ہوں تو پھر راجہ صاحب جواب دے سکتے ہیں۔جب وہ دونوں موجود ہیں تو پھر انھیں جواب دینا چاہئے۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب جواب دے رہے ہیں۔جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب! گزارش یہ ہے کہ غیر معیاری گوشت بیچنے والوں کے خلاف concerned TMA کارروائی کرتی ہے اسی لئے میں جواب دے رہا تھا۔چونکہ یہ جواب لوکل گورنمنٹ کی طرف سے آیا ہے اسی لئے میں جواب دے رہا تھا۔یہ محکمہ خوراک یا لائیو سٹاک سے concerned نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ غیر معیاری گوشت کی باقاعدہ شکایات اخبارات میں آتی رہتی ہیں اور متعلقہ محکمہ جات اس سلسلے میں کارروائی بھی کرتے رہتے ہیں۔ٹاؤنز کی سطح پر اور سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی سطح پر میونسپل مجسٹریٹس نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں تھوڑی سی پریشانی تھی جو اب انسپکٹرز کی appointments سے اور مجسٹریٹس کی تعیناتی کے بعد دور ہو گئی ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ اب اس میں مزید بہتری آئے گی۔میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت تک تقریباً68 کے قریب مقدمات درج کئے گئے ہیں۔4لاکھ 23ہزار روپے ان لوگوں کو جرمانہ کیا گیا ہے جو غیر معیاری گوشت فروخت کرتے تھے۔جیسا کہ آپ نے concern show کیا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے concern کے مطابق متعلقہ محکمہ کو ہم ہدایت جاری کریں گے کہ وہ تھوڑا

ساvigilantرہیں اور غیر معیاری گوشت فروخت کرنے والوں کے خلاف اور زیادہ مؤثر طور پر کارروائی کریں۔ شکریہ

وزیر خوراک: جناب چیئرمین! میںpoint of explanationپر ہوں۔ راجہ ریاض صاحب کے متعلق میری بڑی اچھی رائے تھی کیونکہ وہ بڑے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں اور انھیں تقسیم کار کا پتا ہوگا لیکن مجھے آج بڑا افسوس ہوا۔ جناب! میں اپنے کام کو بڑا خوب سمجھتا ہوں۔ میرے متعلقہ جو بات ہوتی ہے اس کا میں جواب دیتا ہوں۔ یہ میرے متعلقہ ہی نہیں ہے۔ یہ فوڈ انسپکٹر لوکل گورنمنٹ کےunderآتے ہیں۔ یہ علیحدہ فوڈ انسپکٹر ہوتے ہیں، لوکل گورنمنٹ ان کو monitorکرتی ہے۔ اسی لئےconcernedوزیر راجہ صاحب جواب دے رہے تھے۔ راجہ صاحب! آج آپ کی لاعلمی دیکھ کر مجھے بڑا افسوس ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: جی، محترمہ آپ مزید کچھ کہنا چاہتی ہیں؟

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب والا! میں راجہ صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انھوں نے بہت اچھے طریقے سے نوٹس لیا ہے لیکن ابھی تک یہ معاملات اسی طرح چل رہے ہیں۔ یہ عوام کی صحت کا مسئلہ ہے۔ اس حوالے سے میں کچھ تجاویز دوں گی۔ ایک ڈاکٹر ہو، ایک عوام کا منتخب نمائندہ ہو اور ایک صارفین میں سے کوئی شخص لیا جائے۔ وہ سب مل کر چھاپے ماریں اور چھ دکانوں کے samplesلے کر لیباٹری میں بھجوائیں۔ اگر غیر معیاری گوشت پایا جاتا ہے تو ان لوگوں کو چھ مہینے قید یا دس ہزار روپے جرمانے کی سزا دی جائے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی کہوں گی کہ اس بارے میں ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ یہ عوام کی صحت کا مسئلہ ہے۔ گوشت میں پانی ملاتے ہیں لہذا اس پر مزید خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ راجہ صاحب اچھے اقدامات کر کے اس پر قابو بھی پالیں گے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: چونکہ محرک اس کو پریس نہیں کرنا چاہتیں لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose ofکی جاتی ہے۔ جی، ملک جاوید اعوان صاحب!

محکمہ تحفظ ماحولیات سے این او سی لئے بغیر سیمنٹ فیکٹری چلانا

ملک محمد جاوید اعوان: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی کیا جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ

پی پی۔39 ضلع خوشاب کے موضع دائیووال میں زمان سیمنٹ فیکٹری کے مالک نے محکمہ ماحولیات سے NOC حاصل کئے بغیر فیکٹری چالو کر دی ہے جس میں مٹی اور دھواں کو کنٹرول کرنے والا فلٹر ابھی تک نہیں لگایا گیا۔ اس فیکٹری کے ارد گرد دس کلومیٹر تک اس علاقے میں سخت آلودگی کی وجہ سے بیماری پھیل رہی ہے جس وجہ سے جانور مر رہے ہیں۔ معصوم بچوں کو جلدی اور آنکھوں کی بیماریاں لاحق ہو رہی ہیں نیز حاملہ خواتین کے ہاں مردہ بچے پیدا ہو رہے ہیں جس سے علاقے کی عوام میں سخت پریشانی پائی جاتی ہے۔ ڈی سی او کے حکم کے باوجود فیکٹری کے مالکان پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! چونکہ مخدوم صاحب ابھی ایوان میں موجود نہیں ہیں تو آپ اسے نوٹ کر لیں اور اس کا کوئی حل سوچیں۔ چونکہ اب یہ تحریک پیش ہو چکی ہے اس کا جواب اگلے سیشن میں آئے گا لیکن راجہ صاحب ذاتی طور پر اس پر کوشش کریں گے تاکہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے۔

ملک محمد جاوید اعوان: جناب سپیکر! پھر اسے pending کر لیں۔

جناب چیئرمین: جی، یہ تحریک التوائے کار pending کی جاتی ہے۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

(اس مرحلے پر مخدوم اشفاق احمد ایوان میں تشریف لائے)

جی، وزیر صاحب! آپ اس کا حل نکالیں اور کوشش کریں کہ ان کا مسئلہ حل ہو جائے۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب چیئرمین! چونکہ یہ تحریک التوائے کار out of turn پیش کی گئی ہے۔ میں نے اس کی فائل منگوائی ہے اگر آپ اسے 15 منٹ کے لئے pending کر دیں تو میں اس کا جواب دے دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، آپ فائل منگوا لیں اور پھر جواب دے دیں۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

اسمبلی کے بزنس کا انگریزی کے ساتھ اردو ترجمہ بھی پیش کرنے کا مطالبہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں ایک بڑے اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں اس اسمبلی سے پہلے اس ہاؤس میں قانون کے جو مسودات پیش ہوتے تھے یا جتنا بھی بزنس پیش ہوتا تھا اس میں انگریزی کے ساتھ اردو کی ڈرافٹنگ بھی ہوتی تھی لیکن پتا نہیں کن وجوہات کی بنا پر اب جو بزنس پیش کیا جاتا ہے اس میں صرف انگریزی میں مسودات ہوتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آئین کا آرٹیکل 251 بھی یہ کہتا ہے کہ ---جناب! میں آپ کی خصوصی توجہ چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب! اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میری گزارش ہے کہ اس اسمبلی سے پہلے جتنی اسمبلیاں رہی ہیں جو بھی بزنس بلز یا motions اسمبلی میں پیش ہوتے تھے انگریزی کے ساتھ ساتھ ان کا اردو ترجمہ بھی ساتھ پیش ہوتا تھا۔ یہ اس اسمبلی سے پہلے ہوتا رہا ہے لیکن اب پتا نہیں کن ناگزیر وجوہات کی بنا پر اس اسمبلی میں جو بزنس پیش ہوتا ہے اس میں اردو ترجمہ نہیں ہوتا۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آئین کا سیکشن 251 بڑا واضح ہے کہ قومی زبان اردو ہے اور یہ پابند کیا گیا تھا کہ پندرہ سال کے اندر اندر اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ ہمارے ہاں اسمبلی میں ٹرانسلیٹرز بھی موجود ہیں---

جناب چیئرمین: بگو صاحب! آپ کی بات سن لی ہے۔ ہم سپیکر صاحب سے بات کریں گے اور انشاء اللہ یہ لاگو کر دیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: بالکل ٹھیک ہے۔ بڑی مہربانی۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: صدیقی صاحب! تشریف رکھیں۔ لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہے۔ میرا آپ سے یہ وعدہ ہے کہ آپ کو سب سے پہلے ٹائم دوں گا۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! شاید آج اجلاس ختم ہو جائے میں

آپ کی اور راجہ بشارت صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ مری یونین کونسل انگوری سلکھتر میں بحریہ ٹاؤن نے لوگوں سے زبردستی ہوائی رقبے و شاملاتیں خرید لیں لیکن قانون کے مطابق ان کے پاس 80 فیصد رقبہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: آپ اس بارے میں کوئی تحریک التوائے کار لائیں یا کوئی سوال لائیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! ان لوگوں کے آباؤ اجداد کی زمینیں ہیں جن میں قبرستان، سکولز اور مساجد ہیں لیکن وہ سیکشن 4 کا نوٹیفکیشن کروا کر ایکشن کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جو وہاں پر صدیوں سے آباد ہیں ان سے زبردستی گھر خالی نہ کروائے جائیں۔ قانون کے مطابق بحریہ ٹاؤن کے پاس 80 فیصد زمین بھی نہیں ہے۔ لہذا میں چاہوں گا کہ قانون کے خلاف کام نہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین: عباسی صاحب! کوئی تحریک ہے تو ہم راجہ صاحب سے جواب لے لیتے ہیں۔ آپ نے سوال کیا ہے اور راجہ صاحب نے سن لیا ہے۔ آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر اس کا حل نکال لیں مسجدیں مسمار نہیں ہونی چاہئیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! بحریہ ٹاؤن کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ وہ بالکل بے لگام گھوڑا ہو چکا ہے۔ وہاں پر ان کے پاس 80 فیصد زمین بھی نہیں ہے۔ باقی 20 فیصد کے لئے بھی محکمہ مال کی ملی بھگت سے زبردستی acquire کر رہے ہیں۔ وہاں کے لوگوں میں بے چینی اور پریشانی ہے۔ اگر اس کا کوئی حل نہ نکالا گیا تو پھر کوئی ایسا معاملہ پیش آ سکتا ہے جو نہ میرے اختیار میں ہوگا نہ راجہ صاحب کے اختیار میں ہوگا۔

جناب چیئرمین: آپ اس پر تحریک التوائے کار لائیں پھر راجہ صاحب اس کا جواب دیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! معزز رکن نے جن خدشات کا اظہار کیا ہے۔ یہ باقاعدہ ایک process کے تحت پہلے ڈسٹرکٹ کلکٹر کیس recommend کر کے بھیجتا ہے پھر صوبائی حکومت 20 فیصد کی اجازت دیتی ہے اور بہت کم کیسز میں اس طرح اجازت دی جاتی ہے۔ جن خدشات کا انھوں نے اظہار کیا ہے کہ اگر ان کے پاس 80 فیصد زمین نہیں ہے اور 20 فیصد حکومت acquire کر کے دے رہی ہے تو میں اپنے بھائی کے ساتھ بیٹھ کر اس چیز کو دیکھ لیتا ہوں اور اگر کہیں کسی کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہو تو اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ ہم دونوں آج ہی بیٹھ جائیں

گے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

راجہ ریاض احمد: جناب چیئرمین! میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ کل آپ نے بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے میری قرارداد جو سپریم کورٹ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے تھی کو out of turn لیا لیکن جیسے ہی میں نے قرارداد پیش کی آپ نے اس پر ووٹنگ نہیں کرائی تھی اور اجلاس ملتوی کر دیا۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ سٹیل مل کی نجکاری میں جتنی کرپشن تھی سپریم کورٹ نے اسے ختم کیا اور اس سارے معاہدے کو بھی ختم کیا۔ لہذا میری اس قرارداد پر ابھی ووٹنگ کروا دی جائے اور متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا جائے کہ ہم متفقہ طور پر سپریم کورٹ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ آپ نے اسے out of turn لے لیا تھا لیکن اس پر ووٹنگ نہیں کروائی تھی۔

جناب چیئرمین: پلیز تشریف رکھیں۔ اب سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: بی بی! تشریف رکھیں۔۔۔

Now we take up the Punjab Employee's Efficiency Discipline and Accountability Bill 2005.

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! آج ابھی اپوزیشن کے دوستوں سے بات ہوئی ہے ان کا خیال ہے کہ چونکہ آج تھانہ کے حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب کا جو initiative ہے اس پر بات کرنی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس پر زیادہ دیر بات کرنی چاہئے۔ چونکہ ایڈمنسٹریٹو ڈیپارٹمنٹ کا چارج چودھری اقبال صاحب کے پاس ہے۔ انھوں نے بھی حکم فرمایا ہے اور میری بھی استدعا ہے کہ اس کو pending فرما دیں۔

جناب چیئرمین: یہ بل pending کیا جاتا ہے۔

محترمہ پروین سکندر گل: جناب چیئرمین! میں پوائنٹ آف آرڈر بہت ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، بی بی! آپ فرمائیں۔

لاہور میں مضر صحت پینے کے پانی کی فراہمی

محترمہ پروین سکندر گل: جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ میں نے ایک سال پہلے واسا پر سوال بھی دیئے تھے۔ آج کل ہمارے پورے لاہور میں ہی خراب پانی آ رہا ہے لیکن خاص طور پر گلبرگ ٹاؤن میں بالکل فرنیچر کے رنگ کا پانی آ رہا ہے۔ آپ بتائیں کہ عام آدمی کیا کرے عام آدمی تو منرل واٹر بھی استعمال نہیں کر سکتا۔ بے شمار مرتبہ اخبارات میں بھی آ چکا ہے لیکن اس کے اوپر کچھ عملدرآمد نہیں ہوا۔ آپ سے میری گزارش ہے کہ متعلقہ منسٹری کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ اس کو ٹھیک کرے۔ آپ یقین کریں کہ تمام جگہوں پر فرنیچر کے رنگ کا پانی آ رہا ہے۔ یعنی وہ پانی نہانے کے قابل بھی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: اس کے وزیر انچارج موجود ہیں؟

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب والا! میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب والا! میں اس ایوان کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے اندر sub-soil water testing کی جو لیبارٹری ہے اور ٹاسک فورس ہے اس کا چیئرمین بھی میں ہوں۔ ہم نے لاہور کے جو sample test کئے ہیں اس میں سے 40 percent of the samples are unfit for human consumption. اس میں ہم نے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو بھی بتایا ہے اور اس کے علاوہ جو پنجاب گورنمنٹ efforts کر رہی ہے اس میں منتخب ممبران کو واضح ہدایات دی گئی ہیں ضلع کونسل اور تحصیل کونسل کے اراکین کو واضح ہدایات دی گئی ہیں کہ اپنے اپنے علاقے کا سروے کریں اور دیکھیں جہاں جہاں پائپ بوسیدہ ہوں ان کو replace کریں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ ان کو بے پناہ فنڈز مہیا کر دیئے گئے ہیں ان کی ذمہ داری ہے یہ اپنے نمائندے سے رابطہ کریں اور فوری طور پر ان پائپوں کو تبدیل کروائیں۔

جناب چیئرمین: فنڈز کی بات نہیں ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ ان کو صاف پانی کب ملے گا۔ اصل بات

یہ ہے۔آپ صاف پانی مہیا کرنے کی یقین دہانی کروائیں فنڈز تو چیف منسٹر نے دے ہی دیئے ہیں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب والا! لاہور کی بات ہو رہی ہے واسا تین سو فٹ کی گہرائی سے پانی دیتا تھا اب پانچ سو فٹ کی گہرائی سے پانی pump out کر رہا ہے اور بہت اچھا پانی ہے لیکن جب یہ پانی ہمارے piping network سے گزر کر آپ کے گھر کے overhead tank پر پہنچتا ہے تو پھر یہ پینے کے لئے مشکوک ہو جاتا ہے۔ حکومت نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ ایک تو پائپ بدلیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہر یونین کونسل کے لیول پر Purification Plants لگ رہے ہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ غریب آدمی کو بھی filtered پانی دیں۔

جناب چیئر مین: مخدوم صاحب! Chair کی یہ رائے ہے کہ پانی صاف مہیا کرنے کے لئے پائپ تبدیل کریں۔ فلٹر پلانٹ سے صاف پانی لوگوں کو مہیا کریں۔

محترمہ پروین سکندر گل: جناب والا! صاف پانی یا فلٹر والا پانی تو بعد کی بات ہے۔ اس وقت ہمیں جو پانی مل رہا ہے وہ تو پینے والا پانی اور سیوریج والا پانی mix ہو کر آ رہا ہے۔ اس سلسلے میں ڈیڑھ دو سال سے سوال بھی کیا ہوا ہے۔

جناب چیئر مین: مخدوم صاحب! آپ اور محترمہ بیٹھ جائیں محکمے کو بھی بلا لیں۔ صاف پانی مہیا کرنے کا بندوبست کریں اور محکمے کو اس سلسلے میں پابند کریں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب والا! ہم آج ہی ان کا سروے کروا دیتے ہیں۔

سرکاری کارروائی

عام بحث

تھانوں کے ماحول کی اصلاحات کے لئے تجاویز

(---جاری)

جناب چیئر مین: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ تشریف رکھیں۔ آج کے ایجنڈے کا اگلا item take up کرتے ہیں۔ Chief Minister's initiative for improvement of the Police Stations پر عام بحث ہے۔ اس بحث کا آغاز مورخہ 30۔ جون کو ہوا تھا۔ وزیر قانون حکومت کا مؤقف پیش کر چکے ہیں۔ رانا ثناء اللہ خان صاحب کی تقریر جاری تھی کہ اجلاس کا وقت ختم ہونے کی وجہ سے مزید بحث 3۔ جولائی 2006 تک ملتوی کی گئی

تھی لیکن 3-جولائی2006کو وقت کی کمی کے پیش نظر یہ بحث آج تک ملتوی کر دی گئی ہے۔میں دعوت دیتاہوں رانا ثناء اللہ خان صاحب کو کہ وہ اپنی تقریر مکمل کریں دیگر اراکین جو اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے ناموں کی چٹیں مجھے بھجوادیں۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔جناب چیئرمین!اس دن تھانہ کلچر پر جو بحث جاری تھی جس کا نام دیا گیا Chief Minister's initiative for improvement of the Police Stationsہے اس پر میں بات کر رہا تھا اور جناب چیئرمین میں یہ بات واضح کر دوں کہ اس میں صرف تین proposalsہیں۔اس کے علاوہ باقی اس میں جو الفاظی کی گئی ہے وہ ساری کی ساری بلکہ اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ پولیس آرڈر2002میں درج ہے۔بلکہ اگر وزیر قانون یہ چاہیں گے تو میں ان کو پڑھ کر بھی سنا دیتا ہوں۔

Functions of a Police Station, complaints of the public, grievances of the policemen and recommendations and of the Committee.

جناب والا!یہ تمام چیزیں جو ہیں یہ پولیس آرڈر2002میں اس سے زیادہ تفصیل سے درج ہے۔اس میں صرف تین proposalsدی گئی ہیں اور ان proposalsکو میں نہیں سمجھتا کہ وہ کس کمیٹی میں دی گئی ہیں اور اس ہاؤس میں discussionہوئے بغیر ان proposalsکو finalizeکیا گیا ہے۔میں وزیر قانون سے یہ گزارش کروں گا کہ اس discussionکے بعد ان proposalsکو آپ نئے سرے سے ہی considerکریں ورنہ پولیس کا سسٹم پہلے ہی تباہی کا شکار ہے اس کا آپ مزید بیڑہ غرق کر دیں گے اور یہ اس صوبے کے عوام کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت ہو گی۔اگر ان میں سے تینوں یا کسی ایک تجویز پر عمل کیا گیا۔

جناب چیئرمین!اس میں جو mandatory registration of casesہے اس کے اوپر میں نے اپنی بات تقریباً مکمل کر لی تھی صرف میں اس بات کو concludeکر رہا تھا by giving reference from CRPCکہ اس میں وقت ختم ہو گیا۔میں دو منٹ میں اس کو concludeکر کے اگلی proposalکی طرف آتا ہوں۔میری یہی اس میں تجویز ہے،یہی proposalہے کہ آپ ایف آئی آر کو mandatory registrationکے زمرے میں نہ لائیں۔آپ ایسا نہ کریں کہ آپ ایس ایچ او یا پولیس سٹیشن کے علاوہ آپ درمیان میں جو ڈاکٹانے

کھولنے جا رہے ہیں کہ اگر یہاں پر ایف آئی آر درج نہیں ہوتی تو یہاں پر درج ہو جائے، یہاں پر درج ہو جائے۔اس سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ طبقہ جو کہ ایف آئی آر اور مقدمات کو رجسٹرڈ کروانے کے بعد جو بلیک میلنگ کرتا ہے اس کے ہاتھ مضبوط ہوں گے اور اس میں سے دو فیصد victims کو relief ملے گا 98 فیصد ایسے لوگ اس سے استفادہ کریں گے جو کہ ان چیزوں کو بلیک میل کرنے اور اپنے مخالفین کو ہراساں کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ mandatory registration of FIR سے متعلقہ جو معاملہ ہے یہاں پر اس دن بھی یہ بات ہوئی ہے اور میرے بھائی محمد احمد نے یہ بات کی کہ دیکھیں جی، ایف آئی آر کے رجسٹرڈ ہونے سے کوئی مجرم نہیں بن جاتا اور ایف آئی آر رجسٹر ہونے کے بعد پولیس نے evidence collect کرنی ہوتی ہے اس لئے اس میں کوئی مضائقے والی بات نہیں ہے۔یہاں پر میں یہ عرض کروں گا کہ ایف آئی آر جو ہے وہ دفعہ 154 ضابطہ فوجداری کے تحت درج ہوتی ہے۔کوئی بھی شخص جو ہے اس کی وہ رپورٹ ایس ایچ او کو کرتا ہے اور ایس ایچ او cognizable offence اس کی verification اپنی صوابدید کے مطابق یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ offence ہوا ہے اس کی ایف آئی آر درج کر لیتا ہے۔اس کے بعد جب ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے تو پھر دفعہ 54 ضابطہ فوجداری کے تحت پولیس آفیسر کو unlimited اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اس ملزم کو یا جس کے خلاف وہ الزام ہے اسے جب چاہے وہ گرفتار کر سکتا ہے۔یہاں پر جو لفظ استعمال کئے گئے ہیں میں وزیر قانون کی توجہ چاہوں گا کہ وہ اس بات کو بھی ملاحظہ فرمالیں کہ پولیس آفیسر جو ہے وہ کسی بھی آدمی کو جس کے خلاف cognizable offence کی شکایت ہے۔

> Any Police officer may without an order from a Magistrate and without a Warrant, arrest any person who has been concerned in any cognizable offence or against whom a reasonable complaints have been made; or a reasonable suspicion exist of his having been so concerned.

جناب چیئرمین !اب یہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 54 ہے اسی کے ساتھ related ہے دفعہ 157 یعنی جس آدمی کے خلاف ایک complaint جو ہے وہ دفعہ 154 ضابطہ فوجداری کے تحت جسے ایف آئی آر کہتے ہیں درج ہو جائے گی تو اس کے بعد وہ جو پولیس آفیسر ہے وہ

suspect کی بنیاد پر اس کو گرفتار کر سکتا ہے۔ یعنی اس کے بعد اس پولیس آفیسر کو اتنا اختیار ہے کہ اسے اگر شک بھی پڑتا ہے کہ اس آدمی نے یہ جرم کیا ہے تو وہ اسے گرفتار کر سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد باقی جو ایف آئی آر سے متعلقہ معاملات ہیں اس پر دفعہ 158 ہے 169 ہے یعنی ایک پولیس آفیسر جو ہے وہ ایف آئی آر کے درج ہونے کے بعد کسی بھی ملزم کو یا جس کے خلاف یہ complaint ہے اسے شک کی بنیاد پر گرفتار کر سکتا ہے لیکن اسے وہ اس سے discharge نہیں کر سکتا۔ یعنی جس کے خلاف ایف آئی آر درج ہو جائے گی اسے پولیس آفیسر گرفتار کرے گا، گرفتار کرنے کے بعد اسے 24 گھنٹے کے اندر اندر اگر وہ جرم جو ہے 24 گھنٹے کے اندر اس کی investigation مکمل ہو جاتی ہے 169 under section تو پھر اسے وہ 24 گھنٹے میں مکمل کر لے گا۔ اگر مکمل نہیں ہوتی تو سی آر پی سی کے سیکشنز 169 157, 158, 167 and کے تحت وہ 14 دن تک اس کا جسمانی ریمانڈ حاصل کر سکتا ہے۔ ایک بندے کے خلاف ایف آئی آر درج ہوئی ہے وہ 14 دن پولیس کی custody میں رہا ہے اس کے بعد اسی پولیس افسر کو اسے چھوڑنے کا اختیار نہیں ہے جو اسے شعبہ کی بنیاد پر گرفتار کرتا ہے۔ وہ اس کا چالان کرے گا یا پھر وہ رپورٹ پیش کرے گا کہ جناب! میں نے اس کی انوسٹی گیشن کی ہے تو میری تفتیش کے مطابق یہ بندہ گنہگار نہیں ہے لیکن اسے چھوڑنے کا اختیار مجسٹریٹ کے پاس ہے اور مجسٹریٹ پولیس رپورٹ کے ساتھ disagree کر سکتا ہے اور وہ اسے trial کے لئے accept کر سکتا ہے اور اس ملزم کو جیل بھیج سکتا ہے یعنی ایف آئی آر سے متعلقہ پورا سسٹم ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 سے لے کر 170 تک باقاعدہ ایک mechanism draw کرتا ہے کہ جس آدمی کے خلاف cognizable offence کی complete report آ جائے گی اس کے بعد پولیس افسر شک کی بنیاد پر اسے گرفتار کر سکتا ہے اس کے بعد 14 دن تک اس کو under custody رکھ سکتا۔ 24 گھنٹے اپنی صوابدید کے تحت اور 14 دن عدالت سے ریمانڈ لے کر اور اس کے بعد اگر وہ سمجھتا ہے کہ یہ بے گناہ ہے تو وہ عدالت میں رپورٹ پیش کرے گا اور عدالت اس رپورٹ سے disagree کر سکتی ہے جو کہ 100 فیصد cases میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ عدالت میں جب پولیس اس قسم کی رپورٹ لے کر جاتی ہے تو وہاں پر کہا یہ جاتا ہے کہ جناب! پولیس والوں نے پیسے لے لئے ہیں اور اس کو بے گناہ لکھ دیا ہے، عدالت اس سے disagree کرتی ہے اور وہ آدمی سیدھا جیل جاتا ہے اور اگر وہ چالان کرتے ہیں تو پھر اس کا چالان ہو جاتا ہے تو ان حالات میں جب تک یہ پورے سسٹم میں بہتری نہیں لاتے، میں سمجھتا ہوں کہ mandatory

registration of FIR misuse ہوگا اور اس سے زیادہ complications آئیں گی اور اس سے بہت سارے لوگوں کو مشکلات کا سامنا ہوگا اور کچھ لوگ false registration کے ذریعے لوگوں کو بلیک میل کریں گے اس لئے میں نے آخر میں تجویز دی تھی کہ مناسب ہوگا کہ آپ سی آر پی سی میں amendment لائیں یا پھر اس معاملے کو اس انداز سے کیا جائے کہ پہلے criminal report ہو، اس کے فارم ہر تھانے میں ہر جگہ پر رکھے جائیں جو آدمی اس فارم کو لے اس پر اپنی complaint جو وہ حقیقت سمجھتا ہے لکھ کر پولیس سٹیشن میں جمع کروائے اور اس کی رسید حاصل کرے اور یہ ایس ایچ او پر mandatory ہو کہ وہ within 24 hours اس فارم پر تحریر کرے کہ یہ غلط ہے حقیقت کے مطابق نہیں ہے تو وہ خارج تصور ہو اور اگر وہ سمجھتا ہے کہ prima facie درست ہے تو اس پر مقدمہ درج ہو اور اگر بعد میں مقدمہ غلط ثابت ہو تو وہ پولیس افسر جس نے prima facie اسے درست قرار دیا ہو اس کی کم از کم کوئی نہ کوئی سزا مقرر ہو تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ جس کو چاہیں غلط کہہ دیں اور جس کو چاہیں صحیح کہہ دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جب تک یہ اس قسم کا یا اس سے ملتا جلتا نظام نہیں لائیں گے اس کے لئے انہیں سی آر پی سی میں amendment کرنی پڑے گی اور سی آر پی سی federal legislative list پر ہے اس وقت تک میں سمجھتا ہوں کہ ایک سیاسی پوائنٹ بنانے کے لئے یا لوگوں کو یہ کہنے کے لئے کہ جناب! ہم تھانہ کلچر کو صحیح کر رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ effort مناسب نہیں ہوگی۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس دن لاء منسٹر صاحب نے میری speech کے دوران اٹھ کر یہ کہا تھا کہ یہ 182 ہے۔ ہم 182 کے تحت لوگوں کو زیادہ سے زیادہ سزا دیں گے۔

جناب چیئرمین! 182 invoke ہی نہیں ہو سکتی۔ ایک پولیس تفتیش کے بعد دوسری تفتیش ہوگی، دوسری کے بعد پھر تیسری ہوگی اور تیسری کے بعد جب وہ آدمی بے گناہ ہو کر عدالت سے ڈسچارج ہو جائے گا اس کے بعد اس کے خلاف استغاثہ دائر ہو جائے گا، وہ complainant استغاثہ دائر کر دے گا۔۔۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! ایک منٹ۔ آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ 182 جرم کی سزا، جو جرم مدعی نے تجویز کیا، اس کو آدھی کر دی جائے تو وہ جھوٹی ایف آئی آر درج نہیں کرائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! جو بات آپ فرما رہے ہیں یہ درست ہے لیکن میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر ایک آدمی کو پولیس نے پکڑ لیا اور اس کے بعد اسے evidence کی بنیاد پر ڈسچارج کروا

دیا۔اس کے ڈسچارج ہونے کے بعد بھی investigation کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا،اس کی دوسری، تیسری، چوتھی تفتیش ہو سکتی ہے جو چھ،ماہ سال تک جاری رہ سکتی ہے اور اگر وہ فائنل ہو گئی تو اس کے بعد اگر complainant عدالت میں استغاثہ دائر کر دے گا تو 182 تب بھی invoke نہیں ہو سکتی یعنی 182 کو invoke کرنے اور اس complainant کو سزا دینے کے لئے جس نے غلط complaint کی ہے کم از کم دو سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے اور اتنی دیر میں تمام معاملات otherwise ہو جاتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ جس آدمی کے خلاف complaint ہے اگر وہ بے گناہ ہے تو اس کا استحصال ہوگا اس لئے اس استحصال سے لوگوں کو بچانے اور ان complications کو دور کرنے کے لئے میری یہی گزارش ہے کہ یہ mandatory FIR and registration کے معاملے کو اس شکل میں نہ لاگو کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بلیک میلنگ بڑھے گی ہمارے معاشرے میں پہلے ہی false registration کا بڑا رجحان ہے۔ لوگ ایسے ایسے مقدمات اور ایسے ایسے الزامات کے تحت وقوعہ لے آتے ہیں جس کا کوئی سمجھدار یا ذمہ دار آدمی تصور ہی نہیں کر سکتا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات اس طرح سے مناسب نہیں ہے۔

جناب چیئرمین!اس کے بعد دوسری تجویز ہے quality of SHO۔اس میں انہوں نے یہ تو کہا ہے کہ ایس ایچ او بہت اچھا ہونا چاہئے اس کے یہ courses بھی ہونے چاہئیں اور اس کے علاوہ انہوں نے کہا ہے کہ اس کے management, human rights, financial management and media management کے courses ہونے چاہئیں لیکن انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ اس quality کا check کس طرح سے ہوگا۔

جناب چیئرمین: راناصاحب! wind up کریں، باقی لوگوں نے بھی تقریریں کرنی ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میں مختصر کر رہا ہوں۔اس میں انہوں نے یہ تجویز نہیں فرمایا کہ اس بات کو کس طرح سے فائنل کریں گے۔ اس میں میری تجویز یہ ہے کہ ہر ڈسٹرکٹ پر ایک سلیکشن بورڈ بنایا جائے اور اس سلیکشن بورڈ میں جوڈیشری، public representatives، اس کے علاوہ انہوں نے جو بے پناہ پبلک سیفٹی کمیشن، complaints authority and citizen police committees کو بھی نمائندگی دی جائے اور وہ سلیکشن بورڈ اس ضلع میں جتنے بھی available لوگ ہیں ان کی سروس بکس اور ان کے ریکارڈ کو چیک کر کے اس بات کا تعین

کرے کہ یہ لوگ اس قابل ہیں کہ ان کو ایس ایچ او لگایا جائے اور ان میں سے discretion ڈی پی او کو دیں۔ ڈی پی او کو بے لگام discretion ہے کہ وہ جس کو چاہے لگا دے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے یہ معاملات خرابی کا شکار ہوتے ہیں اور اس کے آخر میں ہے کہ:

As an incentive a SHO shall draw an allowance equal to one month's basic pay and 20 days fix D.A approximately 10 thousand.

جناب چیئرمین! میں اس کو بھی مسترد کرتا ہوں اور میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ معاملے جس سے پولیس فورس کے اندر بددلی پھیلے گی کہ ایک انسپکٹر یا سب انسپکٹر رینک کا آدمی ایس ایچ او لگا ہے اسے ڈبل تنخواہ بھی مل رہی ہے اس کے علاوہ اسے D.A کی شکل میں بھی 10/15 ہزار روپیہ مل رہا ہے، جبکہ اسی رینک کے بندے اسی تھانے میں مختلف ڈیوٹیز دے رہے ہیں، کسی کی ڈیوٹی اشتہاریوں کو پکڑنے کی ہے اور کسی کی ڈیوٹی انوسٹی گیشن پر ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک آدمی کو اتنا out of the way double pay کیا جائے گا تو باقی لوگوں میں اس سے بددلی اور مایوسی پھیلے گی، اس سے ڈسپلن خراب ہو گا اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ یہ اس incentive کو واپس لیں۔ ٹھیک ہے جو لوگ بہتر کام کرتے ہیں ان کو بہتر ڈیوٹی دیں اور جو بہتر نہیں کر سکتے ان کو اس سے کمتر ڈیوٹی دیں لیکن اس طرح سے اس کو بڑھانا مناسب نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! اسی طرح سے انہوں نے تیسری تجویز شفٹ سسٹم سے متعلق کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ شفٹ سسٹم کیا جائے تو میں اس بارے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ شفٹ سسٹم پہلے ہی ہے۔ پولیس کی ڈیوٹی دو طرح کی ہے ایک ڈیوٹی تو وہ ہے مثال کے طور پر جو لوگ offices میں کام کرتے ہیں یا جو لوگ تھانے کے آفس میں کام کرتے ہیں یا ٹریفک میں جو کام کرتے ہیں، ان کی پہلے سے ہی شفٹ ڈیوٹی ہے۔ کوئی آدمی ٹریفک میں 24 گھنٹے ڈیوٹی نہیں دیتا، کوئی آدمی ڈی ایس پی یا ڈی آئی جی کے آفس میں 24 گھنٹے کام نہیں کرتا وہاں پر آفس ٹائم کے دوران کام ہوتا ہے اس کے بعد وہ لوگ چھٹی کرتے ہیں۔ ٹریفک میں بھی 8 گھنٹے یا 12 گھنٹے کی ڈیوٹی ہے اگر 12 گھنٹے ہے تو اس کو یہ 8 گھنٹے کر لیں اور اگر یہ 8 گھنٹے زیادہ سمجھتے ہیں تو 4 گھنٹے کر لیں لیکن پولیس کے اندر جو on ground working ہے اس میں شفٹ سسٹم نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر کوئی پولیس ٹیم کسی واردات کے نتیجے میں ملزمان کے پیچھے ریڈ کر رہی ہے یا ان کی گرفتاری کے لئے تگ و دو کر رہی ہے تو یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ وہ کہیں کہ ہماری شفٹ چونکہ اب چھ بجے ختم ہو گئی ہے۔ اب

دوسری ٹیم پیچھے سے آئے اور وہ جا کر ملزمان کو گرفتار کرے لہذا ہم اس میں آگے نہیں جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات پولیس کی working کے لحاظ سے practicable نہیں ہے۔ اس بات کو بھی پولیس کے working system کے مطابق کرنا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے complications بھی پھیلیں گی۔

جناب سپیکر! میں آخر میں وزیر قانون سے یہی گزارش کروں گا کیونکہ باقی تمام دوستوں نے بات کرنی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں زیادہ وقت لوں۔

جناب چیئرمین: آپ نے کافی وقت لے لیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں تین منٹ میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں لیکن آپ یہ بات مجھے کرنے دیں کہ اس ہاؤس میں اگر انھوں نے اس discussion کو کروایا ہوتا تو آج بہت بہتر انداز سے تجاویز آ سکتی تھیں اور تھانہ کلچر میں improvement ہو سکتی تھی۔ اب گزارش یہ ہے کہ انھیں اب بھی چاہئے کہ اس پر جس کمیٹی نے پہلے کام کیا ہے۔ اس کمیٹی میں اس ہاؤس سے بھی ممبران کو لیں اور ہاؤس میں ہونے والی بحث کے نتیجے میں یہ کمیٹی دوبارہ کام کرے اور مؤثر practicable قسم کی تجاویز لے کر آئیں۔ میں وزیر موصوف سے یہ کہوں گا کہ اس ہاؤس میں ہونے والی بحث کا سارے صوبے کی عوام کو فائدہ پہنچتا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی نے کہا ہے کہ نام نہاد جمہوریت بھی بہترین آمریت سے بہتر ہوتی ہے۔ [*******]

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں آپ سے صرف اتنی استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے انھیں فرمایا تھا کہ wind up کریں۔ wind up کرنے کے بعد ان کی اپنی تقریر ختم ہو چکی ہے لیکن اب وہ تحریک التوائے کار پر بولنا شروع ہو گئے ہیں۔ میری استدعا ہے کہ جہاں سے انھوں نے رابرٹ فارم کے حوالے سے بات شروع کی ہے۔ اس کو کارروائی سے حذف کیا جائے کیونکہ اس کو آپ پہلے disallow کر چکے ہیں۔

جناب چیئرمین: رابرٹ فارم کے متعلق الفاظ حذف کئے جاتے ہیں۔ رانا صاحب، آپ اپنی اصل تقریر پر آئیں۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! آپ میری بات تو مکمل ہونے دیں۔ اس کے بعد اگر یہ کہیں گے کہ اس کو کارروائی سے حذف کر دیں تو پھر آپ کر دیں۔

جناب چیئرمین: میں نے تحریک التوائے کار کو disorder قرار دیا ہے۔ میں نے پڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس پر بحث نہیں ہو گی۔

رانا ثناء اللہ خان: آپ نے disallow قرار دیا۔ ٹھیک ہے۔ میں اس تحریک التوائے کار کو پیش نہیں کر رہا۔ میں اس ایوان میں ایک point جو raise ہوا تھا اور اس کے نتیجے میں جو ہزاروں مزارعین تھے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ معزز رکن انتہائی ذمہ دار آدمی ہیں اور منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین ہیں۔ یہ تھانہ کلچر کے حوالے سے بات کر رہے تھے۔ وہ بات ختم کر کے ساتھ ہی انھوں نے ایک اور کاغذ نکالا اور بغیر آپ کی اجازت کے پڑھنا شروع کر دیا کہ میں نے پہلے رابرٹ فارم کی بات کی تھی وہ میں کرنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس time کو misuse نہیں کرنا چاہئے جو ایک خاص مقصد کے لئے چیئر نے دیا ہے۔ آپ اس point کو آپ پہلے rule out کر چکے تھے۔ اسی لئے میں نے استدعا کی ہے کہ اس طرح کوئی time misuse کرتے ہوئے اپنی بات کرے گا تو آپ اس کو کارروائی سے حذف کریں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! wind up کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میری بات کو مکمل ہو لینے دیں۔ اس کے بعد میں خود راجہ صاحب سے کہوں گا کہ اسے کارروائی سے حذف کروا دیں۔

جناب چیئر مین: آپ نے مزید بحث نہیں کرنی تو میں کسی اور مقرر کو ٹائم دے دیتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: میں اس پر بحث نہیں کرتا۔ میں دو منٹ میں اس بات کو conclude کرتا ہوں۔

جناب چیئر مین: آپ نے تھانہ کلچر پر بات کرنی ہے تو اس پر آجائیں other wise آپ تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئر مین! تھانہ کلچر پر اس ایوان میں ہونے والی بحث کا آپ اس طرح گلا نہ گھونٹیں۔

جناب چیئر مین: آپ نے proposal دینی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئر مین! جو رابرٹ زرعی فارم ہے۔ اس میں۔۔۔

جناب چیئر مین: آپ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ اب میں floor عامر عثمان عادل کو دیتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر رانا ثناء اللہ خان ایم پی اے مائیک کے بغیر بولتے رہے)

جناب عامر عثمان عادل: جناب چیئر مین! آج تھانہ کلچر کی بہتری کے حوالے سے تجاویز کی بات کی گئی۔ انسان اور جرم کا ساتھ بہت پرانا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے یہ ساتھ چلا آ رہا ہے اور ماضی میں جب بھی نئی حکومت آئی تو اس نے پولیس کا قبلہ درست کرنے کی بات کی اور پولیس کو الٹا ٹکا دینے کی بات کی گئی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے جہاں دیگر تمام شعبوں میں عملی اقدامات کئے ہیں وہاں کوئی بڑھک نہیں ماری، کوئی جوشیلے انداز میں بات نہیں کی بلکہ عملی اقدامات کی بات کی اور ہاؤس کے اندر لے آئے۔ یہی بات ہے کہ آج ہم سب اس بحث میں مصروف ہیں۔ تجاویز لی جا رہی ہیں تاکہ ان کو عملی شکل دی جا سکے اور ہماری حکومت کی پہلی ترجیح لاء اینڈ آرڈر رہے۔ امن عامہ کی بحالی کے لئے بیس ارب روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئر مین! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں اور میں میرٹ پر بات

نہیں کرنا چاہتا لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان میں جن لوگوں کو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ بہت اچھے پارلیمنٹیرین ہیں۔ میں صرف ایک چھوٹی سی مثال آپ کو دینا چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کا وہی معزز رکن اچھا پارلیمنٹیرین ہوتا ہے کہ جس کے الفاظ کم سے کم کارروائی سے حذف ہوں لیکن یہاں ہم ان کو اچھا پارلیمنٹیرین کہتے ہیں کہ جن کی غلط زبان استعمال کرنے پر رکنیت معطل ہوتی ہے۔ آپ مسلسل بولے جا رہے ہیں اور ایک معزز رکن آپ کی Chair کی قدر کئے بغیر بولے جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک اچھے پارلیمنٹیرین کو یہ کبھی بھی زیب نہیں دیتا۔ یہ بھی اس ایوان کی تاریخ بنے گی۔

جناب چیئرمین! میں استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لئے ہمیں تھوڑا سا سوچنا چاہئے کیونکہ جب کیانی صاحب اخلاقیات کی بات کرتے ہیں تو وہ صحیح کہتے ہیں کہ ہم خود اپنا مذاق بنواتے ہیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، عامر عثمان عادل! (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: اب میں نے عامر عثمان عادل کو floor دیا ہے۔

جناب عامر عثمان عادل: شکریہ۔ جناب چیئرمین! تو ہم بات کر رہے تھے کہ ماضی میں جب بھی لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے پولیس کی بات آئی تو ہر آنے والے حکمران نے کبھی پولیس کا قبلہ درست کرنے کی بات کی، کبھی ان کو الٹا لٹکا دینے کی بات کی اور ہم بات کر رہے ہیں کہ آج ہماری حکومت نے عملی اقدامات کرنے کی بات کی ہے اور پولیس کے نظام کی بہتری کے لئے بیس ارب روپیہ مختص کیا ہے۔ آج جب ہم discuss کرتے ہیں تو ایف آئی آر جو ایک شہری کا بنیادی حق ہے اور جب ہم یہ تجویز دیتے ہیں کہ سب سے زیادہ شہریوں کو شکایات ایف آئی آر کے درج نہ ہونے کی ہیں کہ جب وہ تھانے میں پہنچتا ہے تو اس کی ایف آئی آر درج نہیں ہوتی۔ اب اگر اس کی بہتری کے لئے ہم کوئی متبادل نظام سوچ رہے ہیں تو میں رانا ثناء اللہ صاحب کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ اس سے قباحتیں پیدا ہوں گی اور جو ہمارے معاشرے میں غلط ایف آئی آر کے اندراج کا کلچر ہے اس کو فروغ ملے گا، پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ ایک ایف آئی آر تھانے میں درج ہو گی، دوسری کسی اور مقام پر درج ہو جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا جو تھانہ ہے، ہمارے اس لاء اینڈ آرڈر کا جو بنیادی یونٹ ہے اور یہی ہمارا ضابطہ فوجداری بھی کہتا ہے کہ Police Station is the basic unit تو اس کو بہتر بنایا جائے اور ایف آئی آر کے اندراج کے نظام کو کڑا بنایا جائے، جو وہیں

درج ہو اور جو لوگ غلط اندراج کراتے ہیں ان کے خلاف کارروائی کو مؤثر بنایا جائے۔ یہ تجویز لائی جائے کہ اس کلچر کی حوصلہ شکنی کی جائے کہ جو لوگ کسی کے خلاف غلط ایف آئی آر درج کرائیں، جب وہ غلط ثابت ہو جائے تو ان کے خلاف بھی کارروائی کی جائے۔

جناب چیئرمین! ہم حقیقت سے یہ بات سمجھتے ہیں کہ جب مقدمات عدالتوں میں جاتے ہیں تو چالان ادھورا ہونے کی وجہ سے، ان میں قانونی سقم ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ قباحتیں پیدا ہوتی ہیں، انصاف کی راہ میں رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں اور تاخیر پیدا ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ پراسیکیوشن کے نظام کو بہتر بنایا جائے، لیڈنگ لائرز کی خدمات حاصل کی جائیں اور اب جو watch and ward کو علیحدہ کیا گیا ہے، اب ضرورت ہے کہ ہم ذرا حقیقت سے عوام کے مسائل کا ادراک کریں کہ کیا watch and ward کو الگ کرنے سے عوام کے مسائل کم ہوئے ہیں یا بڑھے ہیں۔ زندہ حقیقت تو یہ ہے کہ آج تھانوں میں ریٹ دگنا ہو چکے ہیں، ایک شہری کو پرچہ درج کرانے کا ریٹ الگ سے ادا کرنا پڑتا ہے اور اس کی تفتیش کے لئے تفتیشی کو الگ سے فیس دینا پڑتی ہے۔ آج شہری اس نظام تلے سسک رہے ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ زندہ دلی کے ساتھ حقیقت کے ساتھ اس watch and ward کو الگ کرنے سے جو قباحتیں پیدا ہوئی ہیں ان پر دوبارہ از سر نو جائزہ لیا جائے اور اس نظام کو بہتر بنانے کی بات کی جائے کہ شہری جو پس رہا ہے، مزید پستا نہ چلا جائے۔ پراسیکیوشن کو بہتر کریں، انوسٹی گیشن کو بہتر کریں، مقدمات کے لئے چالان بروقت عدالتوں میں جائیں اور ان میں کوئی قانونی سقم نہ رہ جائے جس سے ملزموں کو فائدہ پہنچے اور وہ عدالتوں سے بری ہو کر واپس آ جائیں۔

جناب چیئرمین! ناقابل دست اندازی پولیس کے جو جرائم ہیں ایک اور کلچر یہ ہے کہ تھانے میں درخواست دی جاتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ایک طرف درخواست ہوتی ہے، پولیس دھاوا بول دیتی ہے اور ایک شہری کو اٹھا کر تھانے میں لا کر پھینک دیا جاتا ہے تو اس کلچر کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے کہ اگر کسی کے خلاف درخواست ہوتی ہے تو اس کو اطلاع دی جائے، اس کو تھانے میں بلایا جائے اور پھر اس کی تفتیش کی جائے۔ آج ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اتنی زیادہ مراعات، اتنی زیادہ سہولیات پولیس کو دی جا رہی ہیں لیکن کارکردگی بہتر نہیں ہو رہی۔ آج ضرورت ہے کہ سائنٹیفک انداز میں پولیس کے نظام کو بہتر بنانے کی بات کی

جائے، forensic لیبارٹری کے نظام کو بہتر بنایا جائے، فنگر پرنٹس کے نظام کو بہتر بنایا جائے، ڈی این اے کی سہولت کو بہتر بنایا جائے اور ہماری پولیس کی نفری کی ٹریننگ جدید طرز پر کی جائے۔ پولیس کا کام evidence کو اکٹھا کرنا ہے اور معزز اور مؤقر عدالتوں تک شہادت کو پہنچانا ہے لیکن آج کیا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پولیس اپنا یہ کام کر رہی ہے، پولیس اپنی یہ ڈیوٹی سرانجام دے رہی ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ آج جو پولیس کا نظام فرسودہ ہو چکا ہے اس کو بہتر بنانے کے لئے اور ایک روایتی پولیس والے کی سوچ کو بہتر بنانے کے لئے گولڈن شیک ہینڈ دیا جائے، پڑھے لکھے نوجوانوں کو سامنے لایا جائے۔ ابھی ماضی میں جو تجربہ کیا گیا، PCS کے ذریعے جو انسپکٹرز لائے گئے وہ ایک تبدیلی کا خوشگوار جھونکا تھا کہ جب ہم تھانے میں جاتے ہیں تو سب سے بڑی شکایت ہمیں پولیس کے رویے کی ہوتی ہے، ان کے انداز گفتگو کی ہوتی ہے اور یہ جو ڈائریکٹ انسپکٹرز آئے ہیں، ہم تھانے میں جب جاتے ہیں تو ان کی گفتگو کا انداز اتنا خوش کن ہوتا ہے کہ شہری خوشی محسوس کرتا ہے، ایک تبدیلی محسوس کرتا ہے۔

جناب چیئرمین! ہم سمجھتے ہیں کہ پولیس کو سہولتیں دی جائیں، ان کی ٹریننگ کا نظام بہتر بنایا جائے اور آج میں موقع کو غنیمت جان کر یہ کہنا چاہوں گا کہ اپوزیشن اور ٹریژری بنچز کے اراکین ہم سب ایک نکتے پر اتفاق کریں گے اور یہ نظام کے لئے لمحہ فکریہ ہے، ارباب بست وکشاد کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ بیس ارب روپے اگر پولیس کی بہتری کے لئے رکھے جاتے ہیں تو آج سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پولیس کی یہ وردی جسے تحفظ کا سمبل ہونا ہے، ایک شہری کے جان ومال کی حفاظت کا ہونا ہے۔ کیا آج ایک عام شہری اس وردی کو دیکھ کر اطمینان محسوس کرتا ہے، کیا ایک عام شہری اس وردی کو تحفظ کا symbol محسوس کرتا ہے؟ تو یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ ایک عام شہری اس پولیس کی وردی کو دیکھ کر تھانے میں جانے سے، ہچکچاہٹ کیوں محسوس کرتا ہے، وہ بات رویے کی ہے۔ آج تھانوں کے اندر جو ظلم وستم رائج ہے، پولیس کے رویوں سے جو عوام شاکی ہیں اور ہم انصاف کی بات کرتے ہیں۔ ہم کس انصاف کی بات کرتے ہیں آج ایک عام شہری کے لئے ایک مظلوم کے لئے انصاف کا حصول اتنا مشکل بنا دیا گیا ہے کہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ:

جس سے مظلوم پہ انصاف کے دروازے کھلیں
وہ زنجیر تو ظالم بھی ہلا دیتا ہے۔

جناب چیئرمین! آج ضرورت ہے اس نظام کو بہتر بنانے کی اور ہم جب پولیس کے نظام

سے شکایات کی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں، کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ جب مقدمات کے چالان پیش ہوتے ہیں تو پولیس کے بارے میں اعلیٰ عدالتوں کے جو ریمارکس ہیں ہم انہیں اپنے لئے غنیمت بنا سکتے ہیں۔ میں وائنڈ اپ کرتے ہوئے یہی گزارش کروں گا کہ اگر ہم اس نظام کے ساتھ مخلص ہیں، اگر ہم چاہتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر بہتر ہو، پولیس کا نظام بہتر ہو تو اس کے لئے جہاں ہم پولیس کو اتنی زیادہ مراعات دے رہے ہیں وہاں چیک ہونا چاہئے، ان کا کڑا احتساب ہونا چاہئے اور ساتھ یہ بات بھی ضرور کہوں گا کہ ہم نے بھی بحیثیت سیاستدان اس نظام کو بگاڑنے میں اپنا رول ادا کیا ہے۔ آج پچاس برس گزر جانے کے بعد ہمیں اپنے گریبان میں بھی جھانکنا ہے کہ ہم نے پولیس سے کوئی غلط کام نہیں لینا، کسی غلط آدمی کی تھانے کے اندر سفارش نہیں کرنی تب ہم ان کے احتساب کی بات کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں یہی گزارش کروں گا کہ پولیس کے سامنے ایک معیار ہے وہ معیار میرا دیا ہوا نہیں ہے، کسی دنیادار کا دیا ہوا نہیں ہے، وہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے کہ جب انہوں نے یہ کہہ دیا کہ تم میں سے پہلی قومیں صرف اس لئے برباد ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی طاقت ور جرم کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا تھا اور مظلوم کے ساتھ زیادتی کی جاتی تھی۔ آج اگر ہماری پولیس صرف اس معیار کو اپنا لے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نظام کو بہتر بھی بنایا جا سکتا ہے۔ ایک پیغام ہے پولیس کے نام اور اس کے اندر سارے نظام کی بہتری کی بات ہے کہ:

ضعیف اگر نظر پڑے تو رسول کا جمال بن
ہیں اگر ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن
خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کا سر جھکے
قضاء ستم گروں کی ہو ستم زدوں کی ڈھال بن

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اب پیپلز پارٹی کی طرف سے کون شروع کریں گے؟

راجہ ریاض احمد: میں کروں گا۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ ریاض صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب چیئرمین! آج ایک ایسے موضوع پر مجھے بات کرنے کے لئے کہا گیا ہے

جو موضوع اس پورے ایوان اور اس سے پہلے آنے والی حکومتوں کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج رہا ہے۔ جو بھی حکومت آئی اس نے یہ پوری کوشش کی کہ وہ تھانہ کلچر میں بہتری لائے اور ہر حکومت نے اپنی طرف سے اس کے جو ساتھی تھے انہوں نے جو تجاویز دیں اس پر عمل کر کے تھانہ کلچر کو بہتر کرنے کی کوشش کی لیکن بد قسمتی کے ساتھ کافی کوشش اور محنت کے باوجود آج تک ہم تھانہ کلچر کو تبدیل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور اس کی زندہ مثال ابھی کل مسلم لیگ (ق) کے عہدیداروں کا اجلاس ہوا اور اس میں سب سے زیادہ شکایات پولیس کے متعلق تھیں۔ابھی ایک حکومتی عہدے دار نے جس طرف پولیس پر تنقید کی اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ابھی تک ہم اس مشن میں کامیاب نہیں ہو سکے جس کے لئے پچھلی حکومتیں بھی کوشش کرتی رہیں اور موجودہ حکومت بھی جس کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ موجودہ حکومت نے پولیس میں بہتری لانے کے لئے 20۔ارب روپے کا فنڈ دیا لیکن بد قسمتی سے اتنے زیادہ فنڈ دینے کے باوجود ہم اس ٹارگٹ کو حاصل نہیں کر سکے جو ہمیں کرنا چاہئے تھا۔ میری تجویز یہ ہے کہ سب سے پہلے پولیس کو بہت زیادہ فنڈ دینے کی بجائے تعلیم کو زیادہ فنڈ دیئے جائیں تاکہ لوگوں میں awareness آئے جب لوگوں میں awareness آئے گی، لوگوں کو روزگار ملے گا تو لوگ جرائم سے خود پیچھے ہٹیں گے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ پبلک میں awareness آئے۔ آپ دیکھیں کہ پولیس میں سب سے زیادہ ضروری چیز investigation ہے۔ پورے پاکستان اور پنجاب میں investigation کی proper ٹریننگ سہالہ میں کرتے ہیں، لاہور میں ٹریننگ کرتے ہیں لیکن investigation کی proper training کا پورے پنجاب میں پولیس کا کوئی ادارہ نظر نہیں آتا جہاں پر investigation کی proper تربیت دی جاتی ہو اور اگر proper investigation کی تربیت موجود ہو، پولیس والے proper investigation حاصل کریں اور ان کی اتنی تربیت ہو کہ وہ اصل مجرم تک جلد سے جلد پہنچ سکیں تو ہمارے بہت سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہاں پر میں ایک اور تجویز دینا چاہوں گا کہ ایک ڈی ایس پی کے پاس چار تھانے ہیں اور جس کے پاس بہت بڑا علاقہ ہے اس کو آپ بیس ہزار روپے تنخواہ دے رہے ہیں اور اب آپ نے ایک تھانے میں جو ڈی ایس پی بٹھا دیا ہے اس کو 45 ہزار روپے تنخواہ دے رہے ہیں۔ یہ جو فرق پیدا کیا جا رہا ہے جس ڈی ایس پی کے پاس چار تھانے ہیں اس کو تو بیس ہزار تنخواہ دی جا رہی ہے اور جس کے پاس صرف ایک تھانہ ہے اسے 45 ہزار روپے تنخواہ دی جا رہی ہے اور اس کے باوجود میں یہ بات پورے وثوق

سے کہہ رہا ہوں کہ ڈی ایس پی کو تھانے میں بٹھانے سے معاملات بہتر نہیں ہوئے بلکہ ایس ایچ او اور ڈی ایس پی کی ہمارے فیصل آباد شہر میں 16 تھانوں میں ڈی ایس پی بٹھائے گئے ہیں اور تقریباً 12/13 تھانوں میں تین مہینوں کے اندر ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کی لڑائی شروع ہو چکی ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ڈی ایس پی کو تھانوں میں نہ بٹھایا جائے۔ تھانے کی تمام ذمہ داری ایس ایچ او کے حوالے کی جائے اور اس سے ہی باز پرس کی جائے۔یہاں پر میں ایک ضروری تجویز یہ دینا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب ہر ڈی پی او کو اکیلا بلائیں اور اس سے ضلع کی کرائم رپورٹ خود پوچھیں اور اسے ٹارگٹ دیں۔

جناب چیئر مین: راجہ صاحب! براہ مہربانی! وائنڈ اپ کریں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! اگر میں فائدے کی بات کر رہا ہوں تو وہ بھی آپ کو پسند نہیں آتی۔ پنجاب کے 34/35 اضلاع ہیں اگر وزیر اعلیٰ صاحب صرف دس منٹ کے لئے ایک ڈی پی او کو بلائیں اور اس سے پوچھیں کہ تمہارے ضلع کا کرائم ریٹ کیا ہے اور میں تمہیں ایک مہینے کا ٹارگٹ دیتا ہوں کہ اس میں تم کتنے فیصد کمی کر سکتے ہو۔ اگر ڈی پی او ایک مہینے میں وہ ٹارگٹ حاصل نہ کرے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اسی طرح ڈی پی او ہر ایس ایچ او کو ٹارگٹ دے کہ آپ نے اپنے تھانے میں کرائم کنٹرول کرنا ہے اس میں کمی کرنی ہے اگر وہ اس میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کو ایس ایچ او رہنے دیں اور اگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتا تو اس کو نہ رہنے دیا جائے۔ ہمارے ڈی پی او فیصل آباد یا ایڈیشنل آئی جی صاحب فیصل آباد کے حوالے سے میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ ہمارے فیصل آباد میں جو آٹھ دس بہت بدنام زمانہ مطلوب لوگ تھے پولیس نے کوشش کر کے، ان کے ساتھ پولیس مقابلے ہوئے اور وہ اس پولیس مقابلوں میں مارے گئے وہ لوگ بہت زیادہ وارداتوں میں مطلوب تھے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر نظام میں بہتری کرنی ہے تو پولیس کے حوالے سے یہاں پر جو بات کی جاتی ہے کہ پولیس کو جو اختیارات ہیں وہ حاصل نہ ہوں لیکن میں اس کی حمایت کرتا ہوں کہ پولیس کو اختیارات ضرور ہونے چاہئیں لیکن ساتھ ان کی تربیت ایسی ہونی چاہئے وہ کوئی غلط کام نہ کریں۔ وہ معاشرے کی اصلاح کا کام کریں اور اگر معاشرے کی اصلاح کے لئے ان کے پاس اختیارات ہوں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی غلط کام نہیں ہے۔ NRB میں جو نقوی صاحب تھے انہوں نے لوکل گورنمنٹ کا جس طرح بیڑا غرق کیا اسی طرح جناب مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ جو پولیس میں اصلاحات ہو رہی ہیں۔ یہ کوئی آدمی کہاں سے آیا ہے میرے خیال میں کوئی سکھ منگوایا

ہے یا امپورٹ کیا ہے اور اسے کسی بند کمرے میں بٹھا کر پولیس میں اصلاحات کی جا رہی ہیں۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر پولیس میں اصلاحات کرنی ہیں تو پاکستان کا جو غریب آدمی ہے اور جو اس کی مشکلات ہیں ان کو مدنظر رکھ کر اصلاحات کریں۔ آج میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اتنے زیادہ فنڈز دینے کے باوجود، اتنا زیادہ سب کچھ کرنے کے باوجود ایک عام آدمی کو محکمہ پولیس سے کوئی ریلیف نہیں ملا۔ بہت مہربانی شکریہ

جناب چیئرمین: جی، اب جلال الدین ڈھکو صاحب بات کریں گے۔

ملک جلال دین ڈھکو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں صوبے کے امن عامہ پر بات کر سکوں۔ کسی بھی حکومت کا اولین فرض ہے کہ اپنے صوبہ میں، اپنے ملک میں امن کو قائم رکھے اور جس جگہ پر امن نہ ہو گا بالآخر وہاں پر صوبہ ہو، گھر ہو، ملک ہو وہ قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ اجڑ جاتا ہے۔ اس ضمن میں، میں یہ گزارش کروں گا کہ ڈویلپمنٹ خواہ کتنی کر لیں، تعلیم خواہ جتنی دلوا دیں، تعلیم کی شرح بڑھا دیں لیکن جب تک آپ کے صوبہ میں امن نہیں ہو گا یہ تمام باتیں بے سود ہیں۔ میں چند ایک گزارشات کروں گا کہ اس سے پہلے بھی میں نے ادوار دیکھے ہیں لیکن موجودہ حکومت نے امن عامہ پر جتنی توجہ دی ہے، میں یہ سچی بات کر رہا ہوں، بے لاگ بات کر رہا ہوں کہ کسی حکومت نے اس سے پہلے اتنی امن عامہ کے لئے توجہ نہیں دی۔ پولیس علاقے کی، صوبے کی انتظامیہ ہے، ملک کی انتظامیہ ہے اس لئے پولیس کو بہتر بنانا بے حد ضروری ہے اس لئے موجود حکومت نے صوبے میں، چودھری پرویز الٰہی صاحب نے جو انقلابی اقدامات اٹھائے ہیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ آپ خود کو علم ہے کہ صوبہ میں کیا کیا ہوا ہے۔ نئی گاڑیاں میسر کی گئیں، بے شمار بھرتی کی گئی اور جدید اسلحہ دیا گیا کیونکہ آج کل بدمعاش اور چور اچکے ڈانگ، سوٹے اور کلہاڑی سے واردات نہیں کرتے بلکہ ان کے پاس بھی بندوقیں ہیں تو موجودہ حکومت نے جدید اسلحہ سے پولیس کو لیس کیا۔ پولیس چوکیاں قائم کیں، پولیس پٹرولنگ پوسٹیں بنائیں جہاں ہر وقت پولیس موجود رہتی ہے اور یہ اس لئے بنائی گئی ہیں کہ علاقے میں جرائم میں کمی کر کے لوگوں کی مدد کر سکیں جو کہ ایک انقلابی قدم ہے اور بڑا اچھا قدم ہے اور اس پر اربوں روپے لگائے گئے ہیں۔ ہمیں خود احساس کرنا چاہئے کہ ہم اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور پولیس کی مدد کریں اور پولیس ہماری مدد کرے کیونکہ ہم سب ایک ہی ملک کے باسی ہیں۔ پولیس جب وردی میں ہو جاتی ہے تو وہ پولیس ہو جاتی ہے اور جب وردی اتار دیتے ہیں تو وہ ہمارے بھائی ہیں پھر وہ

ہمارے رشتہ دار اور عزیز ہیں۔ یہ کوئی غیر ملک نہیں ہے اور نہ پولیس امپورٹ کی گئی ہے۔ میں اس ضمن میں یہ گزارش کروں گا کہ تھانوں میں DSP مقرر کرنا ایک اچھا قدم ہے اور اس سے کرپشن کم کرنے میں مدد ملے گی۔ پرانے SHOs سے خائف اور ان کی عادات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ انقلابی قدم اٹھایا گیا ہے کہ تھانوں میں DSP لگائے جائیں۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں کہ یہ ایک اچھا قدم ہے۔

جناب چیئر مین! پولیس میں بے شمار بھرتی کی گئی ہے جس کی وجہ سے بے روزگاری میں کمی واقع ہوئی ہے اور موجودہ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسے اقدامات اٹھاتے رہیں گے۔ پولیس کو جدید اور پوری سہولتیں دی گئی ہیں تو میں اس ضمن میں یہ بات کروں گا کہ موجودہ حکومت نے انقلابی اقدامات کر کے بڑا کارنامہ سر انجام دیا اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے پولیس کو جو سہولتیں دی ہیں تو یہ پولیس کو بھی کرنا چاہئے۔ میں اس ضمن میں 2/3 تجاویز دوں گا۔ میری پہلی تجویز یہ ہے کہ پرانے وقتوں میں تھانہ کلچر اور تھانوں میں بیٹھ کر تھانیدار SHOs علاقہ کے معززین کو بلاتے تھے اور ان سے مشورہ کرتے تھے، ان سے ہر مہینے رپورٹ لیتے تھے کہ اس تھانے میں کیا کچھ ہوا ہے اور کیا کرنا چاہئے جو کہ ایک ضروری قدم ہے اور ایڈیشنل آئی جی صاحب اس وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں تو میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ کم از کم یہ ہدایت جاری کر دیں کہ ہر تھانہ میں چند معززین کی کمیٹی بنا کر ان سے مشورہ کرے اور ہر ماہ SHO تھانیدار میٹنگ کرے تو اس سے وارداتوں میں کافی کمی ہو گی اور کم از کم چوری میں کافی کمی ہو گی۔ وہ نشاندہی کریں گے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی جرأت مندانہ فیصلے کریں کہ چور کی نشاندہی کریں اور پولیس کو بتائیں کہ اس جگہ پر واردات ہوئی ہے اور یہ آدمی مجرم ہے لہذا اس کو پکڑیں۔

جناب چیئر مین! پولیس کو بھی چاہئے کہ تفتیش میرٹ پر کرے اور اس سے یہ ہو گا کہ انصاف مل سکے گا اور جس ملک میں انصاف نہیں ملتا اس ملک کے لوگ آپ سمجھتے ہیں کہ وہ بد دل ہو جاتے ہیں اور آخر کار جہاں پر ناانصافی زیادہ ہو وہ ملک ہی نہیں رہتا بلکہ اجڑ جاتا ہے۔ میں آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ مل جل کر امن عامہ کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے عوام اور پولیس کو مل کر کام کرنا چاہئے۔

جناب چیئر مین: محترمہ زیب النساء قریشی، تشریف نہیں رکھتیں۔ ملک نذر فرید کھوکھر، تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، تشریف نہیں رکھتیں۔ سید احسان اللہ وقاص، تشریف نہیں

رکھتے۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر، تشریف نہیں رکھتے۔ ارشد بگو صاحب! جی، جماعت اسلامی سے بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! تصحیح فرمالیں۔ جماعت اسلامی نہیں بلکہ ایم ایم اے ہے۔

جناب چیئر مین: جی، ایم ایم اے کے کہہ دیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! حکومت نے پولیس سٹیشن کی environment کے لئے یہ ورکنگ پیپر ہمیں دیا ہے تو اس میں وہ تمام امراض جو پولیس میں ہیں اور جنہیں دور کرنے کی ضرورت ہے، ان کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور مجھے خوشی ہے کہ ان امراض یا ان وجوہات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، ان کا علاج بھی اس میں موجود ہے۔ اب سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس کو implement کس طرح کیا جائے؟ اس ملک میں قانون بھی بن جاتے ہیں، اس ملک میں سارا کچھ ہو جاتا ہے لیکن جب اس پر implement کی باری آتی ہے تو ہم اپنی کمزوری دکھاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایک اچھا قانون یا ایک اچھا ورکنگ پیپر یا ایک اچھی تجویز کا سوسائٹی یا معاشرے پر بہت بُرا impact پڑتا ہے۔

جناب چیئر مین! اس میں جو تجاویز دی گئی ہیں تو میں اس سے پہلے یہ گزارش کروں گا کہ جب میں کسی SHO یا کسی پولیس آفیسر سے ملتا ہوں تو وہ رونا یہ روتے ہیں کہ ہمارے پاس گاڑیاں نہیں ہیں، ہمارے پاس جدید اسلحہ نہیں ہے، ہمارے پاس وہ مراعات نہیں ہیں جو آج کے کریمنل لوگوں کے پاس ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات 100 فیصد درست ہے۔ اگر میں سمجھتا ہوں کہ جتنے ہم نے سپر وائزری آفیسر مقرر کئے ہیں یا ریجنل آفیسر ہم نے مقرر کئے ہیں۔ تھانے میں ایک علیحدہ portion بنا دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سارے کام کو کرنے سے پہلے اگر ہم SHO کی تنخواہ بڑھائیں، اس کو اچھا عملہ دیں، اس کو ضرورت کے مطابق جدید اسلحہ دیں، اس کو گاڑیاں دیں اور جو سب سے بڑا اہم کام ہے کہ پولیس مین جو ہوتا ہے وہ سپاہی سے لے کر آئی جی تک اور خصوصاً نیچے تک وہ 24 گھنٹے کا ملازم ہوتا ہے اور اسے کوئی ٹائم ایسا نہیں ہوتا کہ اس کو چھٹی دی جائے اور یہ موقع دیا جائے کہ وہ کچھ ریسٹ کر لے اور ریسٹ کرنے کے بعد وہ نوکری پر آ جائے۔ پولیس واحد ڈیپارٹمنٹ ہے جس میں کوئی ریسٹ نہیں اور 24 گھنٹے کی یہ ڈیوٹی ہے اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ Functions of a Police Station, Complaints of the

Grievances of the Policemen and recommendations of the Public Committee پر

جناب سپیکر! اس میں یہ جتنا بھی کہا گیا ہے یہ بالکل درست کہا گیا ہے اور اب مسئلہ صرف یہ ہے کہ اس کو ہم نے implement کس طرح کرنا ہے چونکہ میں ایک وکیل بھی ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پورے پنجاب میں سب سے بڑا مسئلہ اور لوگوں کو سب سے زیادہ تکلیف ڈکیتیوں کی ہے، ڈاکوں کی ہے، چوریوں کی ہے اور لوگوں کی جان و مال محفوظ نہیں ہے اور اس سے زیادہ خوفناک صورتحال یہ ہے کہ جب کوئی ڈکیت پکڑے جاتے ہیں یا چور پکڑے جاتے ہیں تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ عدالت سے رہا بھی ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو complainants یا مدعی بڑی جلدی اس پر راضی نامہ کر لیتے ہیں اور وہ ڈکیت جو چوریاں کرتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں اور جب وہ باہر آتے ہیں تو پھر وہ اس سے بھی بڑی وارداتیں کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو کنٹرول کرنے کے لئے یہ تجاویز بہترین تجاویز ہیں۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ پولیس ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ میں اس سے اختلاف کرتا ہوں۔ آپ دیکھ لیں کہ موٹر وے پولیس کا دنیا کی ٹاپ کلاس کی پولیس میں شمار ہونا چاہئے۔ میں بھی اکثر موٹر وے پر جاتا ہوں تو آپ دیکھیں کہ وہاں پر صورتحال یہ ہوتی ہے کہ اس پولیس کو دیکھ کر ایسا احساس ہوتا ہے کہ یہ اس پاکستان کی موٹر وے پولیس نہیں ہے بلکہ یہ یورپ کی موٹر وے پولیس ہے۔ مجھے ایک ڈی آئی جی لیول کے آدمی جس کا موٹر وے سے تعلق ہے، نے بڑی حیران کن بات کی کہ ہم نے جنرل پولیس کو آفر کی تھی کہ جو موٹر وے میں آنا چاہتے ہیں تو وہ لکھ کر دیں۔ ڈیپارٹمنٹ میں سب سے نالائق لوگ تھے اور جب وہ موٹر وے پولیس میں آئے تو سب سے بہترین آفیسر بن گئے۔

جناب چیئرمین! اگر ہماری قوم کو اچھی آپشن دی جائیں یعنی ان کی اچھی تنخواہیں کر دی جائیں، اگر ان کو وہ تمام بنیادی سہولتیں دی جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم کافی حد تک پولیس کی کرپشن پر قابو پا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! دوسرا میں یہ سمجھتا ہوں کہ کرائم کی مین وجہ بے روزگاری ہے۔ ہمارا نوجوان جب ایم اے کر لیتا ہے، بی اے کر لیتا ہے اور اس کو کوئی نوکری نہیں ملتی تو پھر وہ اس سوسائٹی سے اس معاشرے سے انتقام لیتا ہے پھر وہ criminal بن جاتا ہے ایک وجہ میں سمجھتا ہوں یہ بھی ہے۔ اس لئے حکومت کو چاہئے کہ وہ جو تھانے کی environment کو درست کرنا چاہتی ہے وہ اس ملک میں بے روزگاری کو ختم کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر بے روزگاری ختم ہو جاتی ہے تو اس

ملک میں کافی حد تک کرائم کے ریٹس نیچے آ سکتے ہیں۔دوسرا عدالتوں اور پولیس کا آپس کا رویہ ہے یہ بڑا اہم ہے اور آپ کو یاد ہوگا کہ دو سال پہلے سیالکوٹ ڈسٹرکٹ جیل میں ایک بڑا اہم واقعہ ہوا تھا وہاں پر سات جج شہید ہوئے تھے۔اب جوڈیشری میں ان کے دماغوں میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ یہ جو سات جج ہمارے شہید ہوئے تھے اس میں پولیس کی negligence ہے اور وہی بداعتمادی ہے،کیونکہ ہم کورٹ میں ہر روز پیش ہوتے ہیں ہم ہر روز دیکھتے ہیں عدالتوں میں ججوں کا رویہ ایسا ہے کہ پولیس جو کچھ لے کر آتی ہے جج اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔وہ سمجھتے ہیں کہ پولیس جو کچھ لاتی ہے وہ جھوٹ ہوتا ہے اس کی وجہ بداعتمادی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ جب ڈپٹی کمشنر کا نظام تھا ہر مہینے جتنے ڈیپارٹمنٹ ہوتے تھے پولیس اور جوڈیشری کی آپس میں میٹنگ ہوتی تھی اور یہ کوآرڈینیشن کرتے تھے اب اس قسم کی صورتحال نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ عدالتوں اور پولیس کے درمیان یہ صورتحال ختم کرنے کی بھی ضرورت ہے۔جس طرح لاء منسٹر نے کہا کہ fictitious litigation ہے مقدمات کی بھرمار ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ قانون جو 182 ہے جس کو رانا صاحب نے بھی کیا ہے اس کو اگر ہم implement کر دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک جھوٹی litigation اور جھوٹے مقدمے بازی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔یہ چند تجاویز ہیں اور میں حکومت کے ان working papers کو appreciate کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر حکومت نے اس پر عمل کر دیا تو کافی حد تک تھانے کی فضا کو بہتر کیا جا سکتا ہے۔شکریہ

جناب چیئرمین: جی،جاوید صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: شکریہ۔جناب چیئرمین!یہ پولیس کے نظام پر کسی شاعر نے شعر لکھا ہے۔

اندھے ہیں زندگی کے نگہباں بنے ہوئے
اور بہروں نے تھام رکھی ہے قانون کی لگام
اے عدل و آشتی کے خداؤ جواب دو
کیا کم ہے اس قصاب سے یہ سر پھرا نظام
جو گھونپتا ہے ہاتھ سے حلقوں میں چھرا
لیتا ہے پھر بھی اپنی زباں سے خدا کا نام

جناب سپیکر!پولیس کے ساتھ جو سب سے بڑا ظلم ہوا ہے وہ پولیس آرڈیننس کے ذریعے ہوا ہے۔کام پولیس کا ہے اور اس کے اوپر بھی چودھراہٹ۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، چودھری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو انہوں نے تین چار شعر سنائے ہیں ان میں کوئی ربط نہیں تھی آپ دیکھیں ہماری ان کے ساتھ رفاقت ہے اور ہم ان کے ساتھ گزارا کر رہے ہیں اس حوالے سے میں یہ شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

میں گزرا ہوں تنہائی کے دوزخ سے بھی لیکن
بے لطف رفاقت کا عذاب ہی کچھ اور ہے

جناب چیئرمین: شکریہ

محترمہ عابدہ جاوید: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: عابدہ بی بی بھی کھڑی ہو گئی ہیں چلیں ان کی بھی بات سن لیتے ہیں۔ جی!

محترمہ عابدہ جاوید: جناب چیئرمین! میرا ان کے لئے شعر ہے:

سبق پڑھ پھر صداقت کا، امانت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام پھر دنیا کی امامت کا

جناب چیئرمین! آپ نے مجھے ٹائم دیا ہے بات کرنے کے لئے میں نے صرف یہ شعر پڑھنا تھا۔ یہ میں نے شعر کا جواب دیا ہے۔

جناب چیئرمین: جی، تشریف رکھیں۔ جی، جاوید صدیقی!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! میں یہ کہہ رہا تھا کہ صوبے کے لوگوں کو پولیس سے شکایات ہیں کہ پولیس کا کردار بہت ظالمانہ ہوتا ہے لیکن اس پولیس آرڈیننس کے ذریعے پولیس کے اس پورے ادارے کے ساتھ بڑا ظلم ہو گیا ہے۔ پولیس کا نظام بنانے کے لئے، پولیس کا آرڈیننس بنانے کے لئے ایک ریٹائرڈ جنرل کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے جس نے ان کو آرڈیننس بنا کر دیا ہے وہ ایک دن کے لئے کانسٹیبل بھی نہیں رہا۔ یہاں پر ہمارے ایڈیشنل آئی جی بیٹھے ہیں تیس، چالیس سال پولیس کی سروس ہے ان کو کانسٹیبل سے لے کر آئی جی تک کے معاملات کا ان کو پتا ہے نظام بناتے وقت ایک ریٹائرڈ جرنیل کو کہا گیا کہ تم نے پولیس کی اصلاحات کرنی ہے جو زندگی میں کبھی حوالدار

بھی بھرتی نہیں ہوااور جس کو علم بھی کوئی نہیں تھااوران کو حکم کر دیا گیاہے کہ ریٹائرڈ جنرل صاحب کا بھیجا ہوا یہ دستاویز ہے اس پر آپ عملدرآمد کریں۔

جناب سپیکر! میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں کہ پاکستان بننے کے بعد جتنی خدمات پولیس کے ادارے کی پاکستان کی قوم کے لئے ہیں اتنی پاکستان کی فوج کی نہیں ہیں پاکستانی فوج کو جو ڈیوٹی دی گئی تھی جغرافیائی سرحدوں کی اس کی جو پوزیشن ہے اس کے بارے میں سب کو پتا ہے میں نہیں بولتا لیکن آپ دیکھیں کہ پولیس کا ادارہ واحد ادارہ ہے جو چوبیس گھنٹے کے ملازم ہیں۔ یعنی جب عید آئے، جب محرم آئے، جب کوئی تہوار آئے خدانخواستہ کوئی زلزلہ آئے، کوئی سیلاب آئے لوگوں کی چھٹیاں ہو جاتی ہیں اوران کی منظور شدہ چھٹیاں منسوخ کر دی جاتی ہیں۔ پاکستان میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو چوبیس گھنٹے کا ملازم ہو اور آپ تھانوں کے اندر جا کر دیکھیں کہ ان کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ اگر چھ چار پائیاں بچھی پڑی ہیں تو چار پر ملزم سو رہے ہیں تو دو پر بچارے کانسٹیبل سو رہے ہیں۔ ایک ہی باتھ روم ہے جس کو سارے کا سارا ملزم بھی استعمال کر رہا ہے اور یہ بھی استعمال کر رہے ہیں۔ ان کو سٹیشنری دی جاتی ہے، پیار دیا جاتا ہے، ان کو رہنے کی جگہ دی جاتی ہے اور نہ ہی ان کو مناسب ٹرانسپورٹ دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! کیا ضرورت ہے کہ ڈی پی او اور ڈی آئی جی کے لئے تو اٹھارہ اٹھارہ کنال کی کوٹھیاں ہیں اور کانسٹیبل کے رہنے کے لئے پولیس لائن کے اندر بیرکیں بنا دی گئی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جب تک آپ پولیس کے لوگوں کو بنیادی سہولتیں جیسا کہ آپ نے کچھ دینی شروع کی ہیں جب تک آپ ان کو پوری سہولتیں نہیں دیں گے جس طرح فوج کے جوان سپاہی کو پتا ہے کہ میری تنخواہ، میرے بچوں کی تعلیم، ان کی رہائش، ٹرانسپورٹ اور ہر چیز secure ہے اسی طرح ان کی خدمات ان کی سروسز ان سے زیادہ ہے کیونکہ تعزیے یہ اٹھاتے ہیں، مسجدوں کی ڈیوٹی یہ دیتے ہیں، بنکوں کی ڈیوٹی یہ کرتے ہیں، ملزموں کو پیش یہ کرتے ہیں، وزراء کو پروٹوکول یہ دیتے ہیں، سیاسی مخالفین کو پکڑ کر بند کرنے کے لئے یہ استعمال ہوتے ہیں۔ یہ سارے کام اور ساری ڈیوٹیاں وہ انجام دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ان کے اپنے گھر کا چولہا نہیں جلتا۔ کہتے ہیں کہ وہ رشوت لیتے ہیں بھئی! جب آپ اس کو چار ہزار، پانچ ہزار روپے تنخواہ دیتے ہیں، اس بچارے کی ملتان میں پوسٹنگ ہے اور وہ رہنے والا بھکر کا ہے اور اس کے چار بچے ہیں اور بیوی ہے وہ کس طرح چار ہزار روپے میں

گزارا کرے۔ آپ تین تین مہینے تک اس کو چھٹی نہیں دیتے عوام اور پولیس افسران بھی اس کو بے عزت کرتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پولیس کی عزت کو بحال کرنے کے لئے ہم نے ایک تجربہ کر کے دیکھا ہے یعنی پولیس والے ہمارے ہی بھائی ہیں ہم ہی میں سے ہیں وہ کوئی پیدائشی کرپٹ نہیں ہیں۔ آپ دیکھیں یہ موٹروے پولیس آپ کے سامنے ہے کیا ہے، اچھی یونیفارم ہے، مناسب تنخواہ ہے وہ بھی عزت سے بات کرتے ہیں ہم بھی عزت سے بات کرتے ہیں ان کی شکایات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ میں ایک دو باتیں مزید کر کے آپ سے اجازت چاہوں گا وہ یہ ہے کہ پولیس کے حالات یہ ہیں یہاں وزیر قانون صاحب بھی بیٹھے ہیں اتفاق کی بات ہے کہ ہمارے جو اس وقت چیئرمین ہیں، جو ہمارے ہاؤس کی صدارت کر رہے ہیں ان کی اپنی پولیس کے خلاف تحریک استحقاق آئی ہوئی ہے اور وہ معاملات ابھی چل رہے ہیں۔ میں دو تجاویز عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے قرارداد بھی آئی تھی اور میرا خیال ہے کہ منظور بھی ہوئی لیکن عمل نہیں ہوا کہ اگر ایم پی اے کو اپنے حلقے کے تھانوں کا معائنہ کرنے کی اجازت ہو جس طرح نان آفیشل کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ ڈسٹرکٹ جیل کو معائنہ کر سکتا ہے، کلینک اور ہسپتال کا معائنہ کر سکتا ہے اسی طرح اگر ایم پی اے کو جو elected نمائندہ ہے اپنے حلقے کے اندر کے تھانوں کا معائنہ کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ بے شک ہمیں suspend کرنے کا اختیار نہ ہو صرف جب کوئی شکایت آئے ہم جائیں موقع پر جا کر حالات دیکھیں اور just اپنی طرف سے ایک رپورٹ بنا کر متعلقہ ڈی پی او کو بھیج دیں یا آئی جی کو بھجوا دیں۔ ہمیں بے شک کوئی اختیار نہ دیا جائے کہ ہم جا کر ان کے کاموں میں مداخلت کریں۔۔۔

(اذان ظہر)

جناب چیئرمین: جی، ڈاکٹر صاحب! جلدی wind up کیجئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں صرف گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ اپوزیشن کے دوستوں سے پوچھ لیں اگر تو کوئی ایک دو دوست ہی بات کرنا چاہتے ہیں تو پھر نماز کے وقفہ سے پہلے کر لیں کیونکہ wind up کے لئے مجھے صرف دو منٹ چاہئیں۔ میں نے کوئی لمبی بات نہیں کرنی۔ میں نے صرف دوستوں کا شکریہ ادا کرنا ہے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: جناب چیئرمین! ابھی کافی ممبران تقریر کرنے والے رہتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: تو چلیں، پھر نماز کے وقفہ کے بعد سہی۔

جناب چیئرمین: نماز کے وقفہ کے بعد بحث کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! اس سے پہلے روایت ہے، ایک دن غالباً میرا خیال ہے کہ گورنمنٹ بزنس چل رہا تھا کیونکہ نماز مغرب میں تو ٹائم کا وقفہ کم ہوتا ہے تو اس دن نماز ظہر کا وقفہ ہم نے بعد میں کیا تھا اور جو بزنس تھا وہ مکمل کیا تھا۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس بحث کو conclude کرنے کے بعد وقفہ نماز کر دیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میری یہی گزارش تھی کہ نماز کے وقفہ سے پہلے بحث کو conclude کر لیا جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میری ایک گزارش ہے کہ اپوزیشن کے دوستوں کو ٹائم دے دیں۔

شیخ اعجاز احمد: آج کا دن تو رکھا ہی اس لئے گیا تھا کہ اپوزیشن کے دوستوں کو ٹائم دینا ہے۔

جناب چیئرمین: نماز کے وقفہ کے بعد سب کو ٹائم ملے گا۔ شیخ صاحب! ٹائم ملے گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! میں آئی۔ جی صاحب اور ایڈیشنل آئی۔ جی صاحب کی موجودگی سے استفادہ اٹھاتے ہوئے ان کے نوٹس میں ایک واقعہ لانا چاہتا ہوں، ضلع بھکر سے اس کا تعلق ہے۔ اس کی ایف۔ آئی۔ آر نمبر 83، تھانہ سٹی بھکر ہے۔ ایک بھکر سے صحافی ہے، نوائے وقت اور نیشن کا نمائندہ ہے، اس کی 70 سال عمر ہے، اتنی بڑی ان کی سفید ڈاڑھی ہے۔ اتفاق سے آج لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہے اور وہ اسی ایوان کے باہر اپنے آنسوؤں سے سفید ڈاڑھی کو تر لے کر کھڑے ہیں اور پولیس سے انصاف کے متلاشی ہیں کہ ایک صحافی کو، حکومت کا دعویٰ ہے کہ ہم نے آزادی صحافت کے لئے مکمل اجازت دے رکھی ہے، تجاوزات کے خلاف انھوں نے ایک کالم لکھا جو اخبارات میں آیا، پھر تجاوزات کرنے والے وہاں کے جو بااثر اور بدکردار لوگ تھے انھوں نے پکڑ کر اس کو سر عام گھسیٹا، اس کی ڈاڑھی کو نوچا، اس کو بے عزت کیا، اس کی پھر ایف۔ آئی۔ آر درج ہوئی، وزیر اعلیٰ صاحب نے اس واقعہ کا نوٹس لیا، وزیر اعلیٰ صاحب نے ہدایت بھیجی کہ اس صحافی کے ساتھ انصاف ہونا چاہئے کیونکہ اس کا قصور یہی ہے کہ اس نے تجاوزات کے خاتمے کے لئے لوگوں کو point out کیا تھا، ایف۔ آئی۔ آر درج ہو گئی، سارا کچھ ہو گیا، جج نے ضمانتیں منسوخ کر

دی ہیں، جج عدالت میں ضمانتیں منسوخ کرتا ہے اور پولیس ان کو بے گناہ لکھتی ہے یعنی یہ جو زیادتی ہے، یہ جو ظلم ہے اس میں حکومت کی نیک نامی ہے اور نہ پولیس کی نیک نامی ہے۔ political interference کی وجہ سے اگر ایسا ہو رہا ہے تو میں نے ایک چھوٹی سی مثال آپ کو دی ہے، ایف۔آئی۔آر نمبر 83 تھانہ سٹی بھکر ہے جس کا یہ وقوعہ ہے، جس کی ایف۔آئی۔آر کی یہ کاپی ہے اور وہ صحافی بھی باہر آئے ہوئے ہیں، باریش صحافی ہیں جن کی عمر 70 سال ہے اور وہ یہاں انصاف مانگنے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔ بہت شکریہ

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، سعید اکبر خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب چیئرمین! چونکہ یہ بھکر کا ذکر ہے اور جن دو فریقین میں یہ تنازع ہوا ہے وہ دونوں ہی ہمارے بڑے قریبی عزیز بھی ہیں، دوست بھی ہیں اور تعلق دار بھی ہیں۔ اس میں تین چار آدمی ملوث ہیں۔ ایک آدمی تو کم از کم اڑھائی تین مہینے سے جیل میں رہا۔ اس کے بعد تین آدمی جو اس معاملے میں یا اس میں جن کا قصور تھا وہ بھی کم از کم ڈیڑھ مہینہ جیل میں رہے۔ اس میں جس طرح کا ایک طریق کار ہے کہ تین آدمی یا چار آدمی involve ہوتے ہیں اور اس میں پرچہ کافی آدمیوں پر ہو جاتا ہے تو جو آدمی اس وقت لڑائی یا اس offence میں شامل تھے ان میں سے کوئی آدمی باہر نہیں گیا۔ تمام جیل میں گئے اور ایک آدمی تو کم از کم اڑھائی تین مہینے جیل میں رہا اور باقی بھی ڈیڑھ دو مہینے رہے۔ میرا خیال ہے کہ ایک دو دن پہلے ان کی ضمانتیں ہوئیں۔ جن آدمیوں کا قصور تھا وہ جیل بھی گئے، ان کے خلاف ایکشن بھی ہوا، اس معاملے میں جو واقعی بے گناہ تھے اور ان کو ایف۔آئی۔آر میں ڈالا گیا ان کو پولیس نے بے گناہ قرار دیا۔ میں دونوں فریقین میں برابر ہوں۔ دونوں میرے دوست ہیں۔ اس میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی فریق کے ساتھ زیادتی اس لئے نہیں ہوئی کہ جنھوں نے وہ offence کیا وہ جیل گئے اور ان کو قصور وار ٹھہرایا گیا، ان میں جو دو چار بے گناہ تھے وہ بے گناہ ہوئے۔ اس میں، میں نہیں سمجھتا کہ کوئی زیادتی ہوئی کیونکہ جس آدمی کے ساتھ کوئی زیادتی ہوتی ہے وہ تو پھر سمجھتا ہے کہ کوئی آدمی چاہے وہ بے گناہ بھی ہے وہ اس میں ہونا چاہئے، اس کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ جو آدمی گھر میں بیٹھے تھے شاید وہ بھی اس میں involve ہوں لیکن ان میں کوئی اس طرح کی کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جاوید صدیقی صاحب! ایک سیکنڈ میں آپ wind up کریں کیونکہ نماز کی جماعت کا ٹائم ہونے والا ہے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! ایک دوسرا واقعہ ہے کہ لاہور شہر کی سڑکوں پر ایک بڑا اہم گروہ بنکوں کے نمائندوں کی شکل میں بڑا active ہے۔ یہیں مال روڈ پر میں کار میں خود بیٹھ کر اپنے دوست کے ساتھ جا رہا تھا گورنر ہاؤس کے سامنے دس، بارہ آدمیوں نے آکر میری گاڑی کے آگے کار روک کر گاڑی سے ہمیں زبردستی اتار دیا اور گاڑی بند کر دی۔ میں نے پوچھا کہ بھئی آپ کون ہیں، کہاں سے آ گئے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ہم بنک والے ہیں۔ میں نے کہا کہ مسئلہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اس کار کی قسطیں شارٹ ہیں۔ اس بندے نے رسیدیں نکال کر دیں کہ میں نے قسطیں بھری ہوئی ہیں۔ میں نے کہا کہ بھئی آپ کون ہیں؟ ان کے پاس کوئی identification نہیں تھی۔ میں نے اس واقعہ پر 15 پر فون کیا، چار مرتبہ فون کرنے پر بیس منٹ کے بعد 15 کی پولیس موٹر لے کر وہاں پہنچی۔ میں نے یہ بات جا کر ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کے نوٹس میں دی، ان کو بلایا گیا لیکن کچھ کیے بغیر، کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ یہ جو ڈکیتیوں کا سلسلہ انھوں نے بنکوں کے نمائندوں کی شکل میں عام پرائیویٹ آدمیوں نے سڑکوں پر بدمعاشی کا سسٹم شروع کیا ہوا ہے اس کو روکا جائے۔

جناب چیئرمین: صدیقی صاحب! تشریف رکھیں، بہت شکریہ۔ نماز کے لئے آدھے گھنٹے کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(وقفہ نماز ظہر کے بعد جناب چیئرمین (رائے اعجاز احمد) بوقت 1:45
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں وقت کی کمی کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف تجاویز دوں گا تاکہ وقت بچ سکے۔ میری گزارش ہے کہ کسی بھی پولیس افسر سے چار گھنٹے سے زیادہ سٹینڈنگ ڈیوٹی نہ لی جائے۔ اگر وہ وی آئی پی یا کہیں ایسی ڈیوٹی پر موجود ہے otherwise آٹھ گھنٹے سے زیادہ ڈیوٹی نہ لی جائے۔ میری دوسری تجویز یہ ہے کہ پولیس میں 100 فیصد ڈرائیونگ سکھائی جائے۔ یہ گھڑسواری وغیرہ کی طرف توجہ نہ دی جائے کیونکہ اس کی کوئی practical productivity نہیں

ہے اس لئے ہر شخص جو پولیس میں کسی بھی عہدے پر ہے وہ ڈرائیور ہو۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ پولیس مقابلوں یا کسی بھی ایسےemergency casesمیں پولیس کے پاس ڈرائیورز نہیں ہوتے اور آج کل بھی پولیس کو جتنی گاڑیاں دی جا رہی ہیں ان میں کوئی اتنے اچھے ڈرائیور نہیں ہیں جبکہ گاڑیوں کی قیمتیں بہت زیادہ ہیں اور ڈرائیونگ میں بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ وی آئی پی ڈیوٹیز کے لئے جن لوگوں کو بھی بھیجا جائے، خیال کیا جائے کہ موقع پر ان کو کھانا اور دوسری سہولیات دی جائیں۔ جب میں نے یہ پڑھا کہ 93 پولیس سٹیشن رینٹ پر ہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ جتنے واٹر ٹینکس ہیں ان کو پولیس سٹیشن میںconvertکر دیا جائے۔ اس میں کوئیextraخرچہ نہیں ہوگا، صرف دیواریں ہوں گی اور یہ واٹر ٹینکس اس وقتmostlyجرائم پیشہ لوگوں کی آماجگاہ ہیں تو اس طرح سے وہاں سے وہ لوگ بھی غائب ہو جائیں گے۔ ہر پولیس ملازم کے ساتھ اس کیreputationچل رہی ہوتی ہے۔ کوشش کی جائے کہ کرپٹ پولیس ملازمین سے نجات حاصل کریں اور جب تک کہ رولز کی وجہ سے ان سے نجات حاصل نہیں ہوتی ان کوnon-prime postپر رکھا جائے تاکہ ان کاmaximumتعلق کسی ایسے شعبے سے ہو جہاں پر پبلک ڈیلنگ نہ ہو۔ یہاں آج یہ کہا گیا ہے اور بار بار ذکر کیا گیا ہے کہ موٹروے پولیس کا رویہ بہت اچھا ہے، وہ بہت اچھی بات ہے بالکل اچھی ہے لیکن ایک بات جو سامنے رکھنی چاہئے وہ یہ ہے کہ موٹروے کا کسی صورت بھی پبلک ڈیلنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کسی بھی شخص یا کسی بھی آفیسر کا جبھی پتا لگتا ہے جب وہ پبلک ڈیلنگ میں آئے اور اس کے پاس کوئی اختیار ہو۔ موٹروے پولیس کے پاس ایک ہی اختیار ہے وہ 2/3 سو روپے کی پرچی دے سکتا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ پولیس کی اپنی صورتحال یہ ہے کہ اس کے اندر بہت اچھے اچھے لوگ بھی ہیں لیکن جو پولیس آفیسرز اچھیreputationنہیں رکھتے ان کو فوری طور پرprime postسے ہٹا دیا جائے اور جن پولیس آفیسرز کے بارے میں عدالتوں نے adverse remarksدیئے ہیں، خاص طور پر سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ نے جہاں پرadverse remarks دیئے ہیں ان کو کسی صورت پھر واپس locative post پر نہ لایا جائے۔

جناب چیئرمین! یہاں پر پولیس کی تنخواہ بڑھانے کی بات ہو رہی تھی۔ بہت اچھی بات ہے اس کے اندر ضرور یہ کیا جائے لیکن کرائم کنٹرول کرنے کے لئے میں گزارش کروں گا کہ پولیس کی تمام گاڑیوں کوtracker systemمیں لایا جائے،tracker systemہی سے پتا لگ سکتا ہے کہ ایس ایچ او صاحب یا پولیس افسر صاحب اس وقت کہاں ہیں؟ دیکھنے میں یہ آیا ہے

کہ concerned SHO یا concerned police officer کسی مخصوص مکان یا کسی دوست کے پاس یا گھر میں سو رہا ہے اور وائرلیس پر یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ اس وقت گشت پر ہیں اس کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ tracker system لایا جائے تاکہ exact location پتا ہو کہ کون کہاں اور کیا کر رہا ہے؟ وسائل سے زیادہ خرچ کرنے والے افسران کا سب کو پتا ہوتا ہے۔ کوشش کی جائے کہ ایسے لوگوں کو روکا جائے اور ان پر باقاعدہ چیک لگایا جائے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس وقت پولیس کے بہت چھوٹے افسران اے ایس آئیز بھی ایسی گاڑیاں لئے پھرتے ہیں جو حقیقتاً وہ نہیں رکھ سکتے لیکن پولیس افسران کو پتا ہونے کے باوجود وہ بے بس ہوتے ہیں۔ میں ذاتی تجربہ کی بنیاد پر یہ کہتا ہوں کہ پولیس کے کچھ سینئر آفیسرز انتہائی honest ہونے کے باوجود اپنے جونیئر آفیسرز کا محاسبہ کر سکتے اور نہ کر سکے ہیں اس میں کچھ political لوگوں کا بھی ہاتھ ہے کچھ اور بھی عوامل ہیں لیکن ان کی بے بسی کا خاتمہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ ان کا ساتھ دیں اور جو لوگ اس قسم کے معاملات میں ملوث ہیں۔ ان کو سینئر پولیس آفیسر جن کی بہت اچھی شہرت ہے ان کی final wording پر ان کو ہٹایا جا سکے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج سے تین سال پہلے ہوم سیکرٹری پنجاب نے جب ساری پولیس ہوم سیکرٹری صاحب کے پاس تھی تو ایک میٹنگ بلائی گئی۔ وہ میٹنگ شروع ہونے سے پہلے ایک ڈپٹی سیکرٹری جو پولیس کو deal کرتے تھے۔ وہ ایک بڑا سا رجسٹر اٹھا کر لائے۔ ابھی میٹنگ شروع ہونے میں تھوڑی دیر باقی تھی تو انھوں نے مجھے کہا کہ شیخ صاحب اگر اس پر عمل ہو جائے تو یہاں پر 65 فیصد پولیس آج ہی فارغ ہو جائے گی۔ یہ حقیقت ہے اور نیچے سے اوپر تک سب کو پتا ہے تو اس معاملے کو اس طرح سے ہینڈل کیا جائے کہ ان لوگوں سے جتنی جلد ہو سکے نجات پائیں کہ جن کی شہرت اچھی نہیں ہے۔ پولیس کے اندر بہت اچھی شہرت کے لوگ بھی ہیں اور بہت بری شہرت والے لوگ بھی ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جرائم پیشہ لوگ پولیس کے ریٹائرڈ ملازمین کو ملازم رکھ لیتے ہیں۔ یہ گروہ جو اس قسم کے کام کرتے ہیں اور پولیس کے ریٹائرڈ ملازمین ان کو legal consultancy دیتے ہیں۔ ان کا محاسبہ بھی بڑا ضروری ہے۔ دیکھنے میں یہ بھی آیا ہے کہ شوبزنس کے لوگ خصوصاً خواتین پولیس کے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیتی ہیں اور اس کے بعد وہ قانون سے بالاتر ہو جاتی ہیں۔ ان لوگوں کا سب کو پتا ہوتا ہے لیکن ان کو ہاتھ ڈالنے کے لئے ضروری ہے کہ قانون بنایا جائے۔

جناب والا!ضروری ہے کہ ایف آئی آر ہر طرح درج ہو لیکن ایف آئی آر کے درج ہوتے وقت جو ایف آئی آر درج کروائے اس سے ایک حلف نامہ بھی لیا جائے کہ اگر وہ جھوٹی ایف آئی آر درج کروا رہا ہے تو اس کے خلاف فوری کارروائی ہو گی اور پھر اس پر بڑی سختی سے عمل کیا جائے۔ میری گزارش ہو گی کہ Punjab Central Police Complaints Cell کے نام سے ایک علیحدہ دفتر بنایا جائے جس میں independent لوگ بیٹھے ہوں۔ وہاں پر صرف 100 لائنیں Toll free numbers دیئے جائیں جو کہ direct عوامی شکایات کمپیوٹر کے ذریعے نوٹ کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس میں 80 فیصد شکایات ناجائز ہوں اور جھوٹی ہوں لیکن جو 20 فیصد صحیح ہوں گی اس میں سے 5 فیصد پر عمل کر کے اس کو عبرت کا نشان بنا دیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ 30 دن کے اندر اندر اس سے بہتری آ سکتی ہے لیکن direct Police Complaints Cell قائم ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر! موبائل مجسٹریٹ سسٹم فوری طور پر جاری ہونا چاہیئے۔ ایک مجسٹریٹ کو تین یا چار تھانے دیئے جائیں اور اس کو کہا جائے کہ وہ کسی بھی وقت کسی بھی تھانے میں جا کر دیکھے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ جن جن لوگوں کے بارے میں ایک، دو یا تین شکایات آئیں تو ان کو اس تھانے سے علیحدہ کر دیا جائے۔ بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ شیخ اعجاز احمد!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! جناب چیئرمین! آج صوبہ کے ایک اہم ترین issue پر بات ہو رہی ہے اور متعلقہ پولیس آفیسران گیلری میں تشریف رکھتے ہیں۔ میں وزیر قانون صاحب کی بھی توجہ چاہوں گا۔ ساڑھے تین سال سے زائد عرصہ اس ہاؤس کو بنے ہوئے گزر چکا ہے اور اس میں کافی مرتبہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو چکی ہے اور یہاں پر بحث کرنے کا مقصد یا مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب یہ جو اقدامات کرنے جا رہے ہیں۔ وہ لا محالہ صوبہ پنجاب کے عوام کی بہتری کے لئے کرنے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اس سے قبل غالباً چار اجلاس پہلے پراسیکیوٹر جنرل کے تقرر کا بل ایوان میں پیش کیا جانا تھا۔ اس میں یہ ہوا کہ میں نے اس وقت بھی اپنی بحث میں اس کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا کہ آپ نے پراسیکیوٹر جنرل کی تقرری تو پہلے کر لی ہے اور بل آپ ایوان میں بعد میں لے کر آئے ہیں۔ اس پر باقاعدہ بات ہوئی اور پھر ان صاحب کا نام لاء منسٹر صاحب نے بتایا کہ فلاں نام کا بندہ

ہے۔ ہمیں اس کی تقرری تو کرنی ہی تھی۔ اب بھی یہی ہوا ہے کہ ہم جس سسٹم پر بات کر رہے ہیں اور اس کے لئے ایک دن مخصوص کیا گیا اور تمام ممبران نے اپنی رائے دی۔ اس سسٹم کا نفاذ صوبے میں پہلے کر دیا گیا ہے اور بحث اب کروائی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ stakeholders کو ہم شامل کریں۔ عام بندے کی کیا شکایت ہے، غریب آدمی کی کیا شکایت ہے، تھانوں کے اندر کیسا کلچر پروان چڑھ رہا ہے اور پولیس پر جو سوالیہ نشان ہے اس کو ہم کیسے ختم کر سکتے ہیں؟ تو stakeholders صوبہ پنجاب کے کروڑوں عوام کو تو ہم یہاں پر دعوت نہیں دے سکتے لیکن ان کے نمائندے ہم لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے جب بات کرنی ہے تو ان کی رائے تمام لوگوں کی رائے شمار ہوا کرتی ہے۔ اس میں یہ چاہئے تھا کہ یہ پہلے ہوتا۔ اب انھوں نے Chief Minister's initiative for improvement of the Police Stations متعارف کرائی ہیں۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں پہلے صفحے پر ابتدائی کلمات کے بعد Functions of the Police Stations پر بات ہے۔ اس کے بعد انھوں نے مختلف باتیں سامنے رکھی ہیں۔ جن کو یہ صوبہ کے اندر نافذ کرنا چاہ رہے ہیں۔ اس میں جتنی باتیں ہیں، ان میں کوئی بات ایسی نئی نہیں ہے جو پولیس آرڈر 2002 میں نہ ہو، اب تک ساڑھے تین چار سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اس پر جس طرح سے عمل ہوا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے اور صوبہ کے اندر crime rate بھی آپ کے سامنے ہے۔

پولیس والے ہمارے معاشرے کا لازم ملزوم حصہ ہیں اور یہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسی ہے۔

جناب چیئرمین! میرا یہ استدلال ہے کہ جب تک Public culture تبدیل نہیں ہوگا اس وقت تک تھانہ culture تبدیل نہیں ہو سکتا۔ Public culture میں کیا کیا چیزیں ہیں، اس میں حکومت کی کیا ذمہ داریاں ہیں، بے روزگاری کی کیا شرح ہے اور جو لوگ جرم کرتے ہیں ان کے پیچھے کیا محرکات عمل کار فرما ہوتے ہیں اور کس وجہ سے وہ جرم کیا جاتا ہے؟ یہ تمام وہ ground realities ہیں جن کو ایک طرف رکھ کر ہم تھانہ culture کو محض کاغذوں کے اندر تبدیل نہیں کر سکتے۔ انھوں نے کہا ہے کہ inconvenience at check posts یعنی جو ناکے لگائے جاتے ہیں۔ ان سے لوگوں کو جو inconvenience ہوتی ہے، ان کو روکا جاتا ہے اور ان کے منہ سونگھے جاتے ہیں۔ انھوں نے night vision goggles کروڑوں روپے کی خریدکیں اور کہا گیا کہ ہم نے رات کو بہتر دیکھنے والی عینکوں کے لئے فنڈز مختص کئے۔ میرا خیال ہے کہ ان night

vision gogglesکو خریدنے کی بجائے جو کچھ ناکوں پر ہوتا ہے اس کے لئے ان کو یہ چاہئے تھا کہ ایسےnight smelling nosesخریدے جاتے یعنی سونگھنے والے ناک پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا کیونکہ جب یہ کسی گاڑی کو روکتے ہیں شیشہ کھولنے کے فوری بعد یہ پورا منہ گاڑی میں ڈال دیتے ہیں اور اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ جو بندہ ناکے پر عام شریف شہریوں کو روک رہا ہوتا ہے۔ اس کے اپنے منہ سےsmellآ رہی ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ ان چیزوں کو ہم کیسےredressکر سکتے ہیں، تھانہ کلچر کو کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے اب کیا یہ ہے کہ آپ نےSPO'sتھانوں میں تعینات کر دیئے ہیں۔SPO بیٹھ گئے ہیں۔SDPOجو کہ پہلے ہی سرکل آفیسر تھے وہ وہاں پر موجود ہوا کرتے تھے۔ اب اس سے ایک نئیcontradictionشروع ہو گئی ہے۔ اب یہ ہو رہا ہے کہ آپ نے جس بندے کوSPOتعینات کیا ہے، وہ کیا تو بہتری کے لئے ہے کہ وہ Supervisory Police Officerہونے کے ناتے اس کا تھانے پر چیک اینڈ بیلنس ہو اور وہاں پر لوگوں کو بہترین خدمات فراہم کی جائیں۔ ایف آئی آر وقت پر درج ہو اور اس پرSPOکا چیک ہو۔ مجھے یہ یقین ہے کہ تمام شہروں میںcontradictionشروع ہو گئی ہے اور پولیس ڈیپارٹمنٹ میں اختلافات سامنے آنے شروع ہو گئے ہیں۔ میں فیصل آباد کے حوالے سے بات کرتا ہوں کہ وہاں پر یہ شکایات عام ہیں۔ اب ہوتا یہ ہے کہ ایک بندہ ایس ایچ او کے پاس ایف آئی آر درج کروانے کے لئے اپنی درخواست لے کر جاتا ہے۔ ایس ایچ او جو کہStation House Officerہے اور command and control authorityہے اور جوابدہ بھی وہی ہے۔ جب وہ کسی بندے کی شنوائی بہتر انداز میں نہیں کرتا تو وہ بھاگ کر ساتھ والے دفتر میں جاتا ہے اور اس میںSPO صاحب بیٹھے ہوتے ہیں یا سیڑھیاں چڑھ کر وہ جاتا ہے تو وہ ان کو کہتا ہے کہ ایس ایچ او صاحب میرے ساتھ تعاون نہیں کر رہے۔ ایس پی او صاحب جن کی تنخواہ ہم نے 45 ہزار کر دی ہے وہ پھر ایس ایچ او کو جو ہمارے پولیس نظام کا ایک ضروری حصہ ہے، وہ پھر اس کو کہتے ہیں کہ یہ بندہ میرے پاس آیا ہے تو آپ اس کی ایف آئی آر درج کریں۔ اب فزیکلی بعض تھانوں میں ایسا ہوتا ہے کہ کرسی کے اوپر بھی لڑائی ہوئی ہے کہ آپ یہاں نہیں بیٹھ سکتے، اس نے کہا کہ ہمیں نیا سسٹم اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم بیٹھیں۔ ہم جتنی مرضی اس پر بحث کر لیں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب تک آپ فیڈرل گورنمنٹ کاpurviewاورCRPC subject matterہے اس میں تمام وہ

پروسیجر دیا ہوا ہے کہ جس کے تحت پولیس نے چالان مرتب کرنا ہے۔154 کے تحت ایس ایچ او بااختیار ہے کہ وہ ایک ایف آئی آر درج کرے۔اب ہو یہ رہا ہے کہ جب ایس ایچ او ایف آئی آر درج کرنے کے بعد اور تتمہ بیانات لینے کے بعد چالان مرتب کرتا ہے اور وہ 173 کے تحت فائنل رپورٹ کورٹ میں پیش کرتا ہے اس کے اوپر اس سسٹم کے باوجود آپ نے ایس پی او صاحب کو لے لیں، watch and ward علیحدہ کر دیئے ہیں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ تجاویز دیں۔یہ تو ہر بندے کو پتا ہے کہ ایسا ہوتا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں تجاویز ہی دے رہا ہوں کہ CRPC میں 173 کی رپورٹ ایس ایچ او فائنل submit کرتا ہے لیکن آج بھی اس کے sign ہو رہے ہیں اور جواب دہ بھی وہی ہے۔ اس میں ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشنز ہوئی ہیں انہوں نے کہا ہے کہ آپ نے یہ کیسے کر لیا، انہوں نے کہا کہ نیا سسٹم آ گیا ہے اور اس کے تحت ہم نے کیا ہے۔کورٹ نے کہا کہ آپ نے رپورٹ دی ہے ہم اس سسٹم کو نہیں مانتے۔یہ باقاعدہ آنر ایبل ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی finding آئی ہے کہ آپ CRPC میں تبدیلی کرائیں اس کے بعد ہم آپ کے کسی عذر کو مانیں گے۔یہاں پر grievances of the Policemen پر بات ہوئی ہے، Policemen ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں اور ہم بالکل چاہتے ہیں کہ ان کے معاملات میں بہتری آئے۔آپ دیکھیں کہ اس میں shortage of residential accommodation لکھا ہے اور میں نے اس سے پہلے بھی یہ بات کی تھی اور یہ حکومت کے کرنے کی بات ہے، پولیس کے کرنے کی بات نہیں ہے چونکہ ہم نے recommendations دینی ہیں لہذا راجہ صاحب اور چیئر کی وساطت سے میری یہ تجویز ہے کہ ہمارا خدانخواستہ کسی ڈی پی او کے ساتھ، کسی ڈی آئی جی کے ساتھ یا کسی کے ساتھ کوئی ذاتی اختلاف نہیں ہے لیکن میرا یہ استدلال ہے کہ اگر ایران کا صدر محمود احمدی نژاد تین مرلے کے فلیٹ میں رہ سکتا ہے تو ڈی آئی جی فیصل آباد یا ڈی آئی جی گوجرانوالہ یا ڈی پی او لاہور، ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ ان کی عالیشان رہائش گاہیں چھین کر ان کو تین مرلے کا فلیٹ دے دیں۔چودھری ظہیر صاحب اس بات کے گواہ ہیں کہ فیصل آباد میں سول لائن ایریا میں جو چنیوٹ بازار کے باہر جگہ sale ہوئی ہے اس کی پچیس لاکھ روپے فی مرلہ قیمت ہے اور سول لائن کے اندر بھی ہیں، پچیس لاکھ روپے فی مرلہ کی قیمتیں ہیں۔وہاں پر عالیشان گھر ڈی آئی جی صاحب اور ڈی پی او صاحب کے پاس ہیں تو میری یہ تجویز ہے کہ آپ ان کو دس مرلے میں لے کر آئیں۔جب آپ بات کرتے ہیں کہ

یہاں دنیا کا کوئی اکانومسٹ لے کر آئیں، چار پانچ بچوں کا باپ بے شک وہ اے ایس آئی، کانسٹیبل یا ہیڈ کانسٹیبل ہے جو ایک غریب آدمی ہے، اس کا کرائے کا گھر ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ کی یہ رائے نوٹ ہو گئی ہے۔ آپ میری بات تو سنیں۔ آپ جا کر اس کا گھر نیلام کر دیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! آپ مجھ سے تجویز مانگ رہے ہیں، میں اپنی تجویز دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میری تجویز دینے پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ان کے گھر جو گورنمنٹ کی جائیداد ہے وہ کنالوں پر مشتمل ہے، ایک under-developed country میں ہم afford نہیں کر سکتے۔ ان کے گھروں کو پنجاب گورنمنٹ sale out کرے، دس مرلے کا یا کنال کا مکان ڈی پی او صاحب یا ڈی آئی جی صاحب کو دے دیں اور انہیں with full accessories اور ان کے سٹیٹس کے مطابق دے دیں۔ جو باقی ماندہ پورشن ہے اور آپ خود ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ shortage of residential accommodation تو جو پولیس آفیسر ایس ایچ او، ہیڈ کانسٹیبل یا کانسٹیبل تھانہ کے اندر ہیں ان کو وہاں پر فلیٹس بنا کر دیں۔ ایس ایچ او کی فیملی کو وہاں پر سیٹ کریں اور ان کو فری آف کاسٹ ہاؤس بنا کر دیں اور ایسا مہذب ممالک کے اندر ہو رہا ہے۔ ان کی تنخواہ میں اضافہ کریں اور اس کے بعد آپ results لیں۔

جناب چیئرمین: جی، وائنڈ اپ کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! جب عالیشان کوٹھیاں ہوں گی اور وہ بیچارا جو ایس ایچ او یا چھوٹے رینک کا بندہ ہے اس کے سامنے یہ بات آئے گی تو پھر یہ سلسلہ ایسے نہیں چلے گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں اب آخری بات کرنے لگا ہوں۔ میری بات پوری ہو لینے دیں۔

جناب چیئرمین: پلیز تشریف رکھیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! آپ آج تھانہ کلچر تبدیل کرنے جا رہے ہیں اس میں آپ دیکھیں کہ میرے پاس ایک درخواست ہے یہ بخدمت جناب ڈی آئی جی آپریشن لاہور کے نام ہے یہ

میرے پاس آئی ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں صرف اس حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں اور میں pen اور کاپی ہاتھ میں اٹھا کر بیٹھا ہوں کہ کوئی تجویز آئے تو میں نوٹ کر لوں۔ لیکن اگر کوئی درخواست آئی ہے تو وہ مجھے دے دیں اور کوئی تجویز دیں تاکہ میں وہ نوٹ کروں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ تھانہ کلچر کی بات ہو رہی ہے میں تو حیران ہوں کہ آپ اتنے اہم معاملے پر بحث کروانے جا رہے ہیں۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ایک تو یہ سب کچھ نفاذ کر کے اس پر بحث کروا رہے ہیں اور بحث میں بھی راجہ صاحب انتہائی بیزار بیٹھے ہیں۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس ساری بحث کو ختم کر دیتے ہیں اور ایک ہی تجویز پر ختم کر دیتے ہیں کہ آپ ایسا کریں کہ جو پولیس کا امن وامان کا معاملہ ہے اس کو پرائیویٹائز کر دیں۔ یہ پولیس والوں کو دے دیں اور وہ no profit, no loss پر نہ کچھ حکومت سے لیں اور نہ دیں اور جو بقایا بچے وہ ڈویلپمنٹ پر لگائیں۔ وہ خود ہی سارا نظام چلا لیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: لاء منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں، آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں نے پہلے ایک علیحدہ کاغذ پر اس اعتراض کا جواب لکھ کر رکھا ہوا ہے کہ یہ جو فرما رہے ہیں کہ ہم بحث بعد میں کروا رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ بھائیوں کو گلہ نہیں ہوگا۔ آپ کی جو مثبت تجاویز ہیں ہم ان کو incorporate بھی کریں گے اور میں آج ایک اضافی بات کرنا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو اس کمیٹی میں بٹھا کر incorporate کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! ایک منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں وائنڈاپ کرنے لگا ہوں۔ یہ جو بات رانا صاحب نے کی ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر یہ تمام اختیارات دینے کے باوجود، تمام سہولیات دینے کے باوجود امن عامہ نہ ہو۔ اب صوبہ پنجاب کے عوام، آپ، میں اور یہاں پر بیٹھا ہوا ایک ایک ممبر چاہتا کیا ہے؟ وہ یہ چاہتا ہے کہ فیصل آباد ہو یا صوبہ پنجاب کے دیگر شہر ہوں، اس میں امن عامہ ہو۔۔۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! وائنڈاپ کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں بات کرنے لگا ہوں۔

جناب چیئرمین: بیس منٹ ہو گئے ہیں اس سے زیادہ کیا دیں؟

شیخ اعجاز احمد: بیس منٹ نہیں ہوئے میں صرف دو منٹ میں وائنڈاپ کرتا ہوں۔ میں گھڑی کے ٹائم کے مطابق صرف دو منٹ بات کروں گا۔

رائے احسن رضا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، رائے احسن صاحب!

رائے احسن رضا: جناب چیئرمین! چونکہ فیصل آباد کے حوالے سے بات ہو رہی تھی تو میں چند گزارشات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میرے بھائی نے فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ تھانے میں جاتا ہے تو ایس ایچ او اس کی نہیں سنتا تو پھر وہ دوبارہ ایس پی او کے پاس جاتا ہے تو میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں کہ اگر اس کی ایس ایچ او نہیں سنتا تو at the spot پبلک کو ایک ریلیف دیا گیا ہے کہ وہ سپروائزری آفیسر کے پاس جائے اور وہاں اس کی جو problem ہے اس کو حل کرے۔ بجائے اس کے کہ وہ وہاں سے ڈی پی او کے پاس جائے یا ایس ڈی پی او کے پاس جائے۔ میرے بھائی کو اتنی چھوٹی سی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ختم ہو گیا ہے تشریف رکھیں۔ اگر تقریر کرنی ہے تو اپنی باری پر کریں۔ اب میں اگلے مقرر کو دعوت دیتا ہوں اور اگلی مقرر محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! مجھے وائنڈاپ تو کرنے دیں۔

جناب چیئرمین: بیس منٹ ہو گئے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ طاہرہ منیر!

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! اگر آپ مجھے وقت نہیں دیتے تو میں واک آؤٹ کر کے جا رہا ہوں۔

(اس مرحلہ پر شیخ اعجاز احمد ہاؤس سے واک آؤٹ کر گئے)

محترمہ طاہرہ منیر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ نصلی علی ورسولہ الکریم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! پنجاب حکومت نے پولیس کے محکمے کو بہتر کرنے کے لئے جو تجاویز دی ہیں وہ پولیس ایکٹ میں پہلے سے موجود ہیں۔ حالات بہتری کی بجائے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! آپ جب بھی بیٹھتے ہیں تو ہاؤس کی کارروائی بڑے اچھے اور احسن طریقے سے چلاتے ہیں۔ میں درخواست کروں گا کہ شیخ صاحب واک آؤٹ کر کے گئے ہیں ان کو واپس لایا جائے۔

جناب چیئرمین: بگو صاحب! آپ جا کر لے آئیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں بھی جاؤں گا لیکن یہ اصول ہے، یہ طریق کار ہے، یہ روایت ہے کہ سرکار کی طرف سے کوئی فاضل ممبر جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: خادم وٹو صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ شیخ صاحب کو واپس لے آئیں۔ جی، محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

(اس مرحلہ پر وزیر زکوٰۃ وعشر، ارشد محمود بگو صاحب شیخ اعجاز احمد صاحب کو واپس لانے کے لئے ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

محترمہ طاہرہ منیر: جناب چیئرمین! میں عرض کر رہی تھی کہ حالات بہتری کی بجائے بدتر ہوتے جا رہے ہیں لاہور میں ہر روز تیس سے چالیس ڈاکے پڑ رہے ہیں۔ لوگ نہ گھروں میں محفوظ ہیں، نہ شاہراہوں پر، نہ گلیوں میں، نہ سڑکوں پر محفوظ ہیں۔ پولیس سٹیشن کے functions بتائے گئے ہیں، کہیں مقدمات کی رجسٹریشن کا ذکر ہے، کہیں ناکہ بندی اور پٹرولنگ کا ذکر ہے لیکن محض اس سے پولیس کا محکمہ بہتر نہیں ہو گا۔

(اس مرحلہ پر شیخ اعجاز احمد واک آؤٹ ختم کر کے ہاؤس میں تشریف لے آئے)

جناب چیئر مین! پولیس کی بہتری کے لئے ایسے لوگوں کو بھرتی کرنے کی ضرورت ہے کہ جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہو، ان کی ٹریننگ ایسے طریقے سے کی جائے کہ وہ اپنے فرائض کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فکر ہوتی تھی کہ اگر دجلہ کے کنارے پر ایک کتا بھی بھوکا مر جائے گا تو وہ اس کے جواب دہ ہوں گے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک دفعہ کام کر رہے تھے سائل آیا آپ نے اپنا چراغ بجھا دیا۔ سائل نے پوچھا کہ آپ نے چراغ کیوں بجھا دیا ہے تو جواب میں انہوں نے فرمایا کہ یہ تیل مجھے سرکاری کام کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔ اس وقت چونکہ میں سرکاری کام نہیں کر رہا اس لئے میں نے چراغ بجھا دیا۔ جب پولیس اہلکاروں کے دل میں یہ خوف ہو گا کہ دنیا میں بھی ہمارا احتساب ہو گا اور آخرت میں بھی تو تب وہ بہتر کام کر سکیں گے۔ پولیس ورکرز کی نگرانی کے لئے ایک سسٹم جو قائم کیا گیا ہے امید ہے کہ وہ بہتر ہو گا اور ہر وقت پولیس ملازمین پر check رکھا جائے گا۔ پولیس مجرموں کی پشت پناہی کہاں، کیسے اور کیوں کر رہی ہے اور یہ کہاں رشوت لے رہے ہوتے ہیں؟

جناب چیئر مین! یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مجرموں کے ساتھ پولیس ملی ہوتی ہے۔ پولیس کی مدد کے بغیر ڈاکو، لٹیرے اور قاتل اس طرح کھلے نہیں پھر سکتے۔ انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ رشوت دے کر چھوٹ جائیں گے۔ گینگ ریپ کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں۔ ایک بچی کو تمام عمر کے لئے زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ جب اسلامی حکومت قائم ہو گی تو صنعا سے حضر میر تک ایک عورت سونا اچھالتی ہوئی تن تنہا سفر کرے گی اور اسے کسی قسم کا خوف نہیں ہو گا لیکن آج ایک عورت ایک بچی محفوظ نہیں ہے۔ اگر اسلام کا نظام نافذ کر دیا جائے، فوری انصاف ہو، چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔۔۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: راجہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! ایک اہم بات ہے کسی کی جان کا مسئلہ ہے۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

راجہ ریاض احمد: جناب چیئر مین! ابھی آدھا گھنٹہ پہلے ہماری ممبر محترمہ عظمیٰ بخاری صاحبہ کی طبیعت باہر گیلری میں خراب ہو گئی پھر وہ بے ہوش ہو گئی تھیں انہیں ہم ہسپتال لے کر گئے ہیں۔

اس وقت وہ سروسز ہسپتال کی ایمرجنسی میں ہیں۔ میں ابھی وہاں سے آیا ہوں۔ میری اتنی گزارش ہے کہ ان کی طبیعت کافی زیادہ خراب ہے اور ہماری پارلیمانی سیکرٹری ہیلتھ یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ ان کو وہاں پر بھیجا جائے کیونکہ وہاں پر proper look after نہیں ہو رہی یہ فون پر ان کو ہدایت کر دیں۔

جناب چیئرمین: جی، ڈاکٹر فرزانہ نذیر صاحبہ آپ چلی جائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب چیئرمین! آپ کا حکم ہے ویسے بھی ڈاکٹر کا اولین فرض انسانیت کی خدمت ہے۔ میرے لئے یہ بڑے فخر کا باعث ہے کہ انہوں نے مجھ پر بھروسہ کیا لہذا میں ہسپتال جاتی ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہی تھی کہ اگر اسلامی سزائیں نافذ کر دی جائیں۔ عزت کے لٹیروں کو چوراہوں پر پھانسی دے دی جائے تو جرائم کی رفتار اتنی کم ہو جائے گی کہ ہم تصور نہیں کر سکتے۔ سعودی عرب میں کیونکہ اسلامی سزائیں مقرر ہیں وہاں پر دن دہاڑے لوگ کھلی دکانیں چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لئے چلے جاتے ہیں اور ان کا کوئی تنکا تک نہیں اٹھاتا۔

جناب چیئرمین! پولیس ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ بھی ضروری ہے تاکہ ان کو حلال طریقے سے اتنا دے دیا جائے کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے حرام کی طرف نہ دیکھیں۔

میڈیا کا رول بھی جرائم کو بڑھانے میں معاون ثابت ہوتا ہے، ڈراموں میں ایسے گھر اور ایسی گاڑیاں دکھائی جاتی ہیں کہ پچاس ہزار خرچ کرنے والا بھی اس طرح afford نہیں کر سکتا۔ پنجاب میں جہاں 45 فیصد لوگ غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں وہاں لوگ ایسے ڈرامے دیکھ کر اور ڈپریشن میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس طرح کے غلط کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

بے روزگاری بھی ایک وجہ ہے۔ پڑھے لکھے لوگ ڈگریاں پکڑے ملازمت ڈھونڈ رہے ہیں مگر ان کو کوئی ملازمت نہیں ملتی۔ کرپشن، بے انصافی اور عدالتوں میں سالہا سال تک مقدمات کا فیصلہ نہ ہونے کی وجہ سے پولیس کلچر خوب پھل پھول رہا ہے۔ جب تک عدالتوں سے فوری انصاف حاصل نہیں ہو گا اس وقت تک یہ کلچر اسی طرح پھلتا پھولتا رہے گا۔ اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین!

جناب چیئرمین: جی، چودھری جاوید صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب چیئرمین! یہ آج ایک انتہائی اہم موضوع زیر بحث ہے۔ تھانہ کلچر کی تبدیلی کے لئے ہماری حکومت جو کوشش کر رہی ہے اور اس سلسلے میں تجاویز دی ہیں اس میں بہت سی اچھی تجاویز بھی شامل ہیں۔ میرے بہت سے بہن بھائیوں نے یہاں پر اظہار خیال کرتے ہوئے اپنی اپنی تجاویز بھی دیں اور علاقے کے مسائل بھی بتائے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے تھانہ کلچر کو بہت سے حوالوں سے بہت اہمیت حاصل ہے۔ پولیس ہمارے معاشرے کا ایک انتہائی اہم جزہے۔ پولیس کے ذریعے نہ صرف امن وامان قائم رکھا جاتا ہے بلکہ معاشرے کو آگے لے کر چلنے میں اس کا انتہائی اہم رول بھی ہے۔ جرائم کو کنٹرول کرنے کا مسئلہ ہو یا معیشت کو بہتر کرنے کا جب تک علاقے میں یا کسی ملک میں یا کسی صوبہ میں امن وامان نہیں ہوگا تو معیشت بھی بہتر نہیں ہوگی۔ میں اس حوالے سے سمجھتا ہوں کہ جہاں پر ہم پولیس کی تکالیف کو دور کرنے کے سلسلے میں ہماری حکومت نے، ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے 20۔ارب روپے اس بجٹ میں بھی مختص کئے ہیں۔ اس سے نہ صرف اس کے کام کرنے میں بہتری آئے گی بلکہ معاشرے میں جرائم کو کنٹرول اور دیگر پولیس کے متعلقہ مسائل کو کم کرنے میں بھی یہ انتہائی اہم اور تاریخی واقعہ ہوگا۔ میں اس حوالے سے یہ ضرور کہوں گا کہ ہماری پولیس کا کردار وہ نہیں ہے جو مہذب معاشرے میں ہوتا ہے۔ اس میں ہم سب ذمہ دار ہیں۔ پولیس بھی ہمارے معاشرے کا ہمارا ہی حصہ ہے بہت سے پہلوؤں سے اس میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ پولیس اکیلی کچھ نہیں کر سکتی جب تک ہمارے سیاستدان، جب تک ہماری عدلیہ، ہمارا معاشرہ یہ تمام کے تمام اس کو بہتری کی طرف لانے میں اپنا اپنا کردار ادا نہ کرے۔ اگر پولیس ایک کیس رجسٹرڈ کرتی ہے اس رجسٹریشن کو ایف آئی آر کہا جاتا ہے اور ایف آئی آر کی بنیاد پر عدالتیں سزائیں دیتی ہیں یا اس کو چھوڑ دیتی ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ ایف آئی آر کے جو لفظی معنی ہیں First Information Report اس کو آسمانی صحیفہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ پولیس نے نہیں بنایا بلکہ یہ عدلیہ نے بنایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک عدلیہ میں بھی ریفارمز نہیں آئیں گی اور ہمیں اس سلسلہ میں سوچنا ہوگا کہ ہماری ایف آئی آر کو کیوں آسمانی صحیفہ سمجھا جاتا ہے کہ نچلی عدالتوں سے لے کر سپریم کورٹ تک صرف ایف آئی آر کے حساب سے اس کی شہادتوں کو مانا جاتا ہے کہ کیا انہوں نے ایف آئی آر کے حساب سے شہادت صحیح دی ہے یا نہیں دی جبکہ مہذب ملکوں میں ایسا نہیں ہے۔

وہاں پر ایف آئی آر کو صرف ابتدائی رپورٹ سمجھا جاتا ہے۔پولیس کا کام صرف شہادتوں کو اکٹھا کرنا ہے۔نہ کہ اس پر فیصلہ دینا۔اب ہوتا یہ ہے کہ ایک ASI جب کسی کے بارے میں یہ لکھ دیتا ہے کہ یہ گنہگار ہے یا بے گناہ ہے تو اس کی base پر ہماری عدالتیں اس کا فیصلہ کر دیتی ہیں حالانکہ قانون میں یہ لکھا ہوا ہے کہ عدالتیں پابند نہیں ہیں کہ پولیس کی رائے سے اتفاق کریں لیکن ہمارے معاشرے میں رشوت خاص طور پر پولیس میں رشوت اسی نام سے چلتی ہے کہ اس کے بارے میں بے گناہ لکھنا ہے یا گنہگار لکھنا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں پر بطور خاص ہم سب کو مل کر اس میں ایک رول ادا کرنا ہوگا اور اپنی سفارشات وفاقی حکومت کو بھی بھیجنا ہوں گی اور عدلیہ سے بھی گزارش کرنی ہوگی کہ وہ صحیح قانون کی رو کے مطابق عمل کریں۔اس FIR کو آسمانی صحیفہ نہ سمجھیں اور بہت سے بے گناہ اس وجہ سے رگڑے جاتے ہیں کہ FIR میں ان کا نام آ جاتا ہے اور جب FIR میں کسی کا نام آ جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے مطعون ہو جاتا ہے اور اسے ریکارڈ یافتہ کہا جاتا ہے، اس کا کوئی جرم ہو یا نہ ہو اور اسی بنیاد پر یہ تمام کی تمام برائیاں پولیس میں جنم لیتی ہے۔ہماری پولیس جو trained کی ہوئی ہے یا یہ جس نظام کے تحت چل رہی ہے یہ colonial Police تھی، نوآبادی کو کنٹرول کرنے کے لئے انگریزوں نے بنائی تھی اور اسی ٹریننگ کو ہم آج تک لے کر چل رہے ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ ہمیں community policing پر جانا چاہئے، ہمیں کمیونٹی پولیس کی ٹریننگ دینی چاہئے۔ ہمارے سپاہی کا رول یہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ حکم چلائے یا کسی کی پکڑ دھکڑ کرے بلکہ اس کا رول یہ ہونا چاہئے کہ معاشرے میں جرائم کو کیسے کم کرنا ہے؟ کسی کو convince کیسے کرنا ہے، کسی کو pursue کیسے کرنا ہے؟ اس حوالے سے پولیس آفیسر کا یہ کردار بھی نہیں ہونا چاہئے کہ ہاں جی یہ جرم ایسے نہیں ایسے ہے، فلاں نے کیوں لکھا، فلاں نے کیوں کہا؟ ان کا کام صرف اور صرف یہ ہونا چاہئے کہ شہادتوں کو اکٹھا کر کے جرائم کی نوعیت کو عدالت کے سامنے پیش کریں اور عدلیہ میں بھی بہتری لانے کی ضرورت ہے کہ عدالتیں خود فیصلہ کریں کہ کیا یہ شہادتیں کافی ہیں؟

جناب چیئرمین! پولیس کا کردار صرف اور صرف اتنا ہونا چاہئے کہ وہ شہادتیں ہی اکٹھی کر کے دے نہ کہ اس پر فیصلہ سنائے کہ یہ گنہگار ہے اور یہ بے گناہ۔اسی حوالے سے میں یہ گزارش کروں گا کہ ہم پولیس سے یہ توقع تو رکھتے ہیں کہ مغربی ملکوں کی طرح یہ بہتری لائے اور مغربی ملکوں کی طرح یہاں پر جرائم کو کنٹرول کرے لیکن جب ہم ان کی سہولتوں کی بات کرتے ہیں، ان کو انسان

ہی نہیں سمجھا جاتا کہ وہ دن رات کام کرتے ہیں، ان کی سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ایک SHO کو وہاں رہائش کے لئے کمرہ نہیں ملتا اور ان کے نچلے عملہ کی تو حالت ہی بہت بری ہے۔ میں اپنے علاقے اور حلقے کے ایک تھانہ صدر پاکپتن کی مثال پیش کرتا ہوں جس کے 169 گاؤں ہیں جبکہ تھانہ میں صرف 40 آدمیوں کی نفری ہے۔ ان 169 گاؤں پر مشتمل تھانے کی لمبائی 50 کلو میٹر کے قریب ہے جس میں تمام دریائے ستلج کا علاقہ بھی شامل ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ ایسے بڑے تھانوں کو 2/3 حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ وہاں پر نئے تھانے قائم کئے جائیں تاکہ علاقے میں جرائم کو کنٹرول کیا جا سکے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تھانہ کلچر میں اس وقت تبدیلی نہیں آ سکتی جب تک ہم غربت میں کمی نہیں لا سکتے۔ جب تک ہم تعلیم کو عام نہیں کر سکتے۔ غربت اور جہالت کو جب تک ہم ختم نہیں کریں گے تو ہمارا معاشرہ اور ہماری پولیس ٹھیک نہیں ہو سکتی۔

جناب چیئرمین! میں یہاں پر اتنا ضرور عرض کروں گا پولیس کے اچھے آفیسرز کو appreciate بھی کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ ہم ہر دفعہ ان کی خامیاں ہی گنواتے رہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پولیس میں بہت سے اچھے آفیسرز بھی ہیں اور میں اس کا زندہ گواہ بھی ہوں کہ مجھے سیاست میں آئے ہوئے 7/8 سال کے قریب ہوئے ہیں اور اس عرصہ کے دوران میں نے آج تک اسی پولیس کو کبھی ایک پیسے کی چٹی دلالی دی ہے اور نہ میں کرنے دیتا ہوں اور یہ پولیس میرے ساتھ تعاون کرتی ہے۔ میرے ساتھ یا کبھی میرے آدمی کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔ میں اس سلسلے میں ساری پولیس کا شکر گزار بھی ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنا کردار بھی بلند کرنا چاہئے۔ ہمیں خود بھی اعتماد کرنا چاہئے کہ ہم غلط کام ہی نہ کہیں۔ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے پٹرولنگ پولیس میں یا دوسری پولیس میں جو بھرتیاں کی ہیں تو میں اس پر اپنے DPO کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھرتیاں صرف اور صرف میرٹ کی بنیاد پر کیں۔ ہمیں اس سلسلے میں کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوا کہ کسی کی حق تلفی ہوئی ہے اور غریب بچے بھرتی ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔ محترمہ عابدہ جاوید!

محترمہ عابدہ جاوید: شکریہ۔ جناب چیئرمین! آج تھانہ کلچر کے بارے میں جو بات ہو رہی ہے تو میں یہاں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ صوبے یا ملک میں جرائم کیوں بڑھ رہے ہیں اور بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ فحاشی اور بے حیائی ہے جو میڈیا کے ذریعے آپ کو دکھایا جا رہا ہے۔

دوسرے نمبر پر علاقے میں SHO کو سب کچھ علم ہوتا ہے۔ ناجائز سفارش اور جو تحقیقات صحیح معنوں میں نہیں کی جاتیں اس لئے جرائم پیشہ لوگ دندناتے پھرتے ہیں اور دوبارہ سے باہر نکل آتے ہیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا اور پکڑنے والا نہیں ہے۔ میں یہاں یہ بات کرنا چاہتی ہوں کہ ملک کو بنے 58 سال ہو چکے ہیں، جرائم کم ہونے کی بجائے زیادہ کیوں ہو رہے ہیں۔ قرآن پاک کی سورہ حجرات میں کہا گیا ہے کہ "جب تک تحقیقات پوری نہ کر لی جائے کسی کو مت پکڑا جائے" یہاں یہ ہے کہ یہاں سے پکڑتے ہیں اور وہاں کسی کی بے عزتی کرتے ہیں، جھوٹی گواہی سے اچھے اور نیک لوگوں پر بُرے اثرات ہوتے ہیں تو براہ مہربانی اگر ہم چاہتے ہیں کہ جرائم کم ہوں تو سچی گواہی کو اہمیت دی جائے اور جھوٹے کو سزا ملنی چاہئے۔ اس میں کوئی خوف نہیں ہونا چاہئے۔ جب جھوٹے کو سزا ملے گی تو لوگوں کو عبرت ہو گی اور وہ سوچیں گے کہ ہماری سرپرستی کوئی نہیں کرے گا، ہم پکڑے جائیں گے اس لئے وہ ڈریں گے اور اس سے ہمارا سب کا کردار اور اخلاق نکھرے گا۔ تھانہ کلچر میں جو SHO ہے یا DIG/IG جیسے بھی ہوں ان کو اخلاق کو کردار پر ترجیح دینی چاہئے۔ جب تک اخلاق و کردار کو ترجیح نہیں دی جائے گی، اسی لئے جھوٹی گواہی عام ہے۔ اللہ سے ڈرتے نہیں ہیں اور آپ کو یہ اندازہ ہونا چاہئے کہ اللہ کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔ آپ جتنا مرضی جھوٹ بول لیں، سچ آخر سچ ہے۔ اللہ نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنا ہی ہے۔ آخرت میں تو آپ نے جواب دینا ہے، دنیا میں بھی آپ نے جواب دینا ہے۔

(ایوان سے آوازیں: جھوٹوں پر خدا کی لعنت)

جی، ہاں! جھوٹوں پر خدا کی لعنت تو ہے ہی اور اس میں تو کوئی شک والی بات نہیں ہے۔ یہ تو پکی بات ہے۔ میں یہاں پر ایک دو تجاویز دینا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین! تجویز یہ ہے کہ علاقے میں جو بھی SHO آئے اسے کم از کم ایک سال کے لئے وہیں رہنا چاہئے۔ کیونکہ ایک سال تک اس کے علاقے میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کو پتا چل جاتا ہے۔ یہاں یہ ہوتا ہے کہ 20 دن ہوتے ہیں یا دو مہینے ہوتے ہیں اس کی ٹرانسفر کر دی جاتی ہے۔ کسی کی سفارش مت لی جائے۔ اس کو ایک سال تک وہیں رکھا جائے اور اس کے بعد علاقہ کے تین معتبر اشخاص کو اس تھانے کی ماہانہ میٹنگ میں شامل کیا جائے کیونکہ وہ لوگ اس علاقے سے متعلقہ ہیں اور ان لوگوں کو پتا ہوتا ہے کہ لوگوں کے اخلاق و کردار کیا ہیں اور وہاں کے لوگ جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمارے ٹاؤن شپ میں بہت سے جرائم ہوتے ہیں وہاں پر منشیات

عام ہے۔ لوگ وہاں پر آ گے کبوتر بیچتے ہیں اور پیچھے منشیات فروخت ہوتی ہے اور وہاں پر غلط قسم کی حرکات ہوتی ہیں۔ میں نے اپنے بھائی ایم پی اے احسان اللہ وقاص صاحب سے بھی بات کہی تھی اور مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ بات آ گے پہنچائی اس لئے میں دوبارہ یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ٹاؤن شپ میں باگڑیاں اور گرین ٹاؤن بھٹہ نمبر 1 اور 2 اور لدھڑاں چوک میں کبوتر بیچے جاتے ہیں تو وہاں پر آپ پہلے تحقیقات کریں کہ وہاں پر جرائم پیشہ لوگ کیسے دندناتے پھر رہے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہمارے علاقے میں گیٹوں کے حوالے سے بات کرتی ہوں کہ گیٹ لگانا یا نہ لگانا کس کا حق ہے۔ انتظامیہ کا ہے کہ وہاں کے لوگ جس کا جو جی چاہتا ہے وہ کر لے۔ اس چیز کا مجھے بتایا جائے کہ جہاں پر گیٹ لگائے گئے ہیں تو ایک جگہ لدھڑاں میں لوگوں نے دیوار بھی بنالی۔ آپ دیکھیں کہ جس وقت قانون کی گرفت ڈھیلی ہو تو اس قسم کے جرائم اور اس قسم کی حرکات عام ہوں گی۔ سات گیٹ اتروائے گئے اور ایک گیٹ دوبارہ لگا لیا گیا۔ اس کو کس کی سرپرستی ہے اس چیز کی وضاحت وزیر قانون کو کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ جب تک آپ سب لوگ سچے دل کے ساتھ اللہ کا خوف کرتے ہوئے اور نیک نیتی اور اخلاص سے علاقے کے جرائم کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت تک ہم رزلٹ نہیں لے سکیں گے۔ اخلاص ہو گا اور نیک نیتی ہو گی تو ہمیں رزلٹ ملے گا اس لئے سب سے بڑی بات جو آخری بات میں کہنا چاہ رہی ہوں کہ اسلام کا عادلانہ نظام ہی معاشرے کی صحیح معنوں میں اصلاح، ترقی اور امن لا سکتا ہے۔ اس لئے اللہ کا خوف کرتے ہوئے ہمارا آئین بھی یہ کہتا ہے کہ ہمارا ریاستی مذہب اسلام ہے۔ ہمارا آرٹیکل 227 میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی بات نہیں ہو گی اس لئے ہمارا عدالتی نظام، ہمارا معاشرتی نظام، ہمارا معاشی نظام یہ بہترین نظام ہیں اگر اس پر صحیح معنوں میں، صحیح خطوط پر چلا جائے تو جرائم بھی کم ہوں گے لہذا نعرہ تکبیر

آوازیں: اللہ اکبر۔۔۔

جناب چیئرمین: جی، محترمہ بیگم سرفراز صاحبہ!

محترمہ زاہدہ سرفراز: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میری بہن نے، جو اصل موضوع تھا وہ یہ تھا کہ پولیس کے متعلق اچھی اچھی تجاویز دی جائیں۔ یہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جہاں یہ سیاست برائے سیاست نہ کریں اور ہماری حکومت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا کیا یہ ہمارے لئے ہی ہے ان کے لیڈر جو جدہ اور انگلینڈ میں بیٹھے ہیں

ان کے لئے نہیں ہے؟(شور وغل)

جناب چیئرمین!اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب میں کسی کو ذلیل و رسوا کرتا ہوں تو اس کو در در کی ٹھوکریں کھلاتا ہوں ان کے لیڈر در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔جناب صدر جنرل پرویز مشرف۔۔

سید احسان اللہ وقاص:جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین:جناب وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص:جناب چیئرمین!یہ دونوں خواتین ماشاء اللہ اس ہاؤس کی بڑی اہم، مدبر اور مؤثر خواتین ہیں اور ان کی طرف سے بہت اعلیٰ معیار کی گفتگو کی جاتی ہے۔ میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ ان دونوں خواتین کے لئے اور ایک ہماری بہن فرزانہ راجہ بھی چلی گئی ہیں ان کی ہمیں بڑی شدید کمی محسوس ہو رہی ہے۔(قہقہ)

آوازیں:فرزانہ نذیر۔۔۔

سید احسان اللہ وقاص: نہیں۔جی، نہیں۔فرزانہ راجہ نہیں ان کا نام کچھ اور ہے ان کا نام فرزانہ نذیر ہے۔جناب!میں معافی چاہتا ہوں اس پر میں سجدہ سہو کرتا ہوں۔ان تینوں کے لئے اسمبلی کے اندر ایک کمرہ مخصوص کیا جائے جہاں یہ تینوں بیٹھیں discuss کریں اور ہمارے لئے بہت اعلیٰ قسم کی تجاویز مرتب کر کے اس اسمبلی میں پیش کریں اسمبلی کے لئے بہت اچھی گائیڈ لائن مہیا ہو گی۔(قہقہے)

جناب چیئرمین:جناب جاوید حسن گجر!

جناب جاوید حسن گجر: شکریہ۔جناب چیئرمین!آپ نے بڑے عرصے کے بعد ٹائم دیا۔پولیس پر مختلف طریقوں سے بحث ہو رہی ہے کوئی الزام لگا رہا ہے کوئی ان کی تعریف کر رہا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ جس جگہ پر اگر ان کے زمرے میں برائی آتی ہے وہاں پر ان کے زمرے میں اچھائی بھی آنی چاہئے۔جہاں ان کے لئے آپ نے 20۔ارب روپے رکھا یہ بہت بڑی رقم ہے لیکن میں راجہ صاحب کو یہ تجویز دوں گا کہ اگر ان کے لئے آپ نے 20۔ارب روپے رکھے ہیں اور نئی بھرتی لانی ہے تو نئی بھرتی کو ٹرینڈ بھی کرنا ہے اور نئی بھرتی کی جگہ پر اگر پرانے لوگوں کو کانسٹیبل سے لے کر ایس پی لیول تک ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے تاکہ ان کی کرپشن میں کمی ہو سکے۔

جناب چیئرمین!کانسٹیبل کی اور ہیڈ کانسٹیبل تنخواہ کم از کم پندرہ ہزار سے شروع ہو تاکہ

ان کی کرپشن میں کمی کی جا سکے۔اس کے علاوہ ان کے ٹریننگ لیول اور managerial levelمیں بھی ٹریننگ کی ضرورت ہے ان کے لئے کانسٹیبل سے لے کر ایس پی لیول تک ٹریننگ انسٹیٹیوٹ بنائے جائیں۔ ایس پی اور اے ایس پی تو پہلے ہی ٹرینڈ لوگ ہوتے ہیں وہ تو پہلے ہیNIPA سے گزرے لوگ ہوتے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ اگر آپ نے تھانہ کلچر میں اچھی تبدیلی لانی ہے تو تھانہ میں جتنے بھی لوگ بھرتی ہیں کانسٹیبل سے لے کر سوپیر تک تمام لوگوں کی اس طرح سے ٹریننگ کی جائے کہ ان کی پبلک ڈیلنگ میں اضافہ ہو،ان کی managementمیں اضافہ ہو تاکہ باہر سے آنے والا سائل اچھا محسوس کر سکے اور وہاں پر ایک اچھا ماحول دیکھ سکے کہ ہماری پولیس بھی ایک اچھی روایت اختیار کر سکتی ہے۔

جناب والا! جو روزانہ مثالیں دی جاتی ہیں کہ موٹروے کی پولیس،اس کی وجہ صرف یہی ہے اور کوئی خاص وجہ نہیں ہے وہ بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ ان کی تنخواہیں زیادہ ہیں ان کی ٹریننگ زیادہ ہوئی ہے ان کی ڈیلنگ زیادہ ہے اس لئے میں یہ کہوں گا کہ ہمارے تھانے کی پولیس کی ٹریننگ ہونی چاہئے اور پبلک ڈیلنگ کے لئے سپیشلسٹ ہونے چاہئیں جو ان کو ٹریننگ دے سکیں۔یہاں پر ایک ہیڈ دیا گیا ہے کہ تھانہ کے Constant check on Police Station staffتو میں یہ کہوں گا کہ جہاں پولیس سٹیشن سٹاف کا چیک اپ ہے یا پولیس سٹیشن کا چیک اپ ہے میں آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے یہ کہوں گا کہ پولیس سٹیشن کے چیک اپ کے لئے بہت اچھا ہوگا کہ اگر پبلک کا اور اس علاقے کا نمائندہ ڈی پی او کے ساتھ ہو تاکہ سٹاف کو چیک بھی کیا جا سکے اس طرح ہمارا ماحول اچھا ہوگا۔ پبلک ڈیلنگ کا ماحول اچھا ہوگا تاکہ آئے دن ہمارے جو اپنے grievancesہیں ان کو تھوڑا کم کیا جا سکے۔ میں یہ کہوں گا کہ ہماری جو پبلک involvementبہت زیادہ ہے ابھی recentlyآپ دیکھیں کہ ہمارے رحیم یار خان میں ایک احسن محبوب ڈی پی او تھے وہ بہت اچھے جا رہے تھے گورنمنٹ لیول پر بھی اور اپوزیشن لیول پر بھی۔انہوں نے بدلا لیا اور وہاں کے گورنمنٹ کے ایم این اے اور منسٹرز نے ان کو ٹرانسفر کر کے گجرات بھیج دیا صرف اس لئے کہ ان کی ڈیلنگ دونوں گروپوں کے ساتھ بہت اچھی تھی لہذا اس طرح کی جو public involvementہے وہ کم کی جائے تاکہ پولیس کی اپنی کارروائی smoothlyچل سکے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔جناب نذر محمد گوندل!

جناب نذر محمد گوندل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! آج کے اس موضوع پر کہ پولیس اصلاحات کے لئے ملک میں امن وامان قائم کرنے کے لئے یا لوگوں کو امن وسکون فراہم کرنے کے لئے جو تجاویز مانگی گئی ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنے ملک میں، اپنے معاشرے میں امن وسکون سے رہے اور ہر ریاست کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے عوام کو امن وسکون فراہم کرے۔ اس مسئلے پر بحث کرنے کے لئے وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب اور ہمارے وزیر قانون راجہ بشارت صاحب نے جو اوپن بحث کا موقع فراہم کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ احسن قدم ہے یہاں سے ہی تجاویز اکٹھی ہوں گی اور ہم ایک لائحہ عمل اور طریق کار مرتب کر سکیں گے جس سے اپنے ملک اور صوبے میں امن وامان قائم ہو سکے۔

جناب چیئرمین! ہر ملک کی ایک اپنی نوعیت ہوتی ہے، ہر ملک کے مسائل اس کے محل وقوع کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ آج ہم بات کرتے ہیں کہ ہمارے صوبہ میں ہم رجسٹریشن آف کیس کے مسئلے میں پھنسے ہوئے ہیں کہ سب سے ابتدائی مسئلہ ہے کہ مقدمات کا اندارج ہونا چاہئے اس کے بعد تفتیش کا مرحلہ ہے کہ درست واقعات پر تفتیش مکمل ہو انڈر میعاد چالان عدالتوں میں submit ہوں پھر یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے ملک میں، ہمارے صوبہ میں درست طور پر شہادتیں فراہم نہ ہونے کی وجہ سے گنہگار لوگ بری ہو جاتے ہیں اور صرف زبانی شہادتوں پر انحصار کرتے ہوئے بے گناہ لوگوں کو سزائیں بھی ہو جاتی ہیں تو اس تمام طریق کار کو درست طور پر صحیح نہج پر لانے کے لئے ہمیں اس طریق کار میں تبدیلی لانی پڑے گی ہمیں interim بندوبست بھی کرنا پڑے گا اور long term پلاننگ بھی کرنی پڑی گی۔ ہماری اب تک جتنی بھی بحث ہوئی ہے وہ صرف روایتی جرائم کی حد تک ہے کہ وہاں چوری ہے، ڈکیتی ہے، راہزنی ہے ان مسائل میں ہم پھنسے ہوئے ہیں اگر پاکستان کا محل وقوع آپ دیکھیں جس کے ایک طرف انڈیا جو طاقت میں اور آبادی کے لحاظ سے بہت بڑا ملک ہے پاکستان کا ازلی دشمن ہے وہ ہر وقت سازشوں میں ملوث رہتا ہے ایک طرف کشمیر میں آزادی کی جنگ لڑی جا رہی ہے دوسری طرف جنگ وجدل کا مرحلہ ہے اور ہمارے ملک کے ایک طرف جنگ وجدل کے دھوئیں کے بادل اٹھ رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں جو ایک نئی چیز متعارف ہو گئی ہے وہ دہشت گردی ہے، بم بلاسٹنگ ہے، ہمیں اپنی پولیس فورس کو نہ صرف روایتی جرائم کے خلاف بلکہ آنے والے حالات میں اور جو اس وقت ہم face کر رہے ہیں، ہمیں اپنی پولیس کو ان حالات کے لئے بھی تیار کرنا پڑے گا۔ یہ اسی طور پر ممکن ہو سکتا ہے

کہ جب ہم اپنی پولیس کو پیرا ملٹری کے طور پر ایک اچھی فورس تیار کریں اور اس کے مطابق ان کی تقرریاں کریں۔اسی کے مطابق ان کو سہولتیں دیں۔اس لحاظ سے ہم آگے بڑھیں تو پھر ان جرائم پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

جناب والا!سب سے ابتدائی بات یہ ہے کہ ہمارے جو تھانے ہیں ان کی تعداد اور ان میں ملازمین کی تعداد اور ان کو دی جانے والی سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔، یہ admitted بات ہے، سب نے بحث کی ہے ہمارے علاقوں میں آج بھی جو تھانے قائم ہیں وہ 1880 کے اس وقت کے تناسب سے ہیں، بہت کم تھانوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔اس وقت تقریباً 30 ہزار کی آبادی پر ایک تھانہ قائم کیا گیا تھا اور آج تقریباً لاکھ ڈیڑھ لاکھ کی آبادی پر ایک تھانہ قائم ہے اور ملازمین کی تعداد بھی وہی ہے۔سب سے پہلے میں یہ گزارش کروں گا کہ تھانوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ان میں ملازمین کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔اس کے ساتھ ساتھ ان کو جدید آلات دیئے جائیں تاکہ وہ درست طور پر صحیح تفتیش کریں۔ان کی ٹریننگ بھی درست طور پر ہونی چاہئے۔آج آپ دیکھیں کہ جرائم پیشہ لوگ جو ہیں ان کی سہولتیں کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ہیں۔ان کے پاس جدید ہتھیار ہیں، جدید ٹیلیفون سیٹ ہیں، ٹرانسپورٹ ان کے پاس اچھی سے اچھی ہے اور ہمارے تھانوں میں روایتی وہی ہتھیار، روایتی وہی وائرلیس سسٹم اور وہی ان کے پاس گاڑیاں ہیں۔ان کو بھی ٹریننگ سے لے کر جدید ہتھیار تک وہی سہولتیں دی جائیں اور پھر آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ابھی بھی ہمارے 1880 کے تھانوں کی جو بلڈنگیں ہیں ان میں تقریباً پچاس فیصد قائم ہیں۔ان کو جدید طور پر تعمیر کیا جائے، وہاں جدید رہائشی اور دفتری بلڈنگیں فراہم کی جائیں۔اس کے بعد میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے تھانوں کے ساتھ ساتھ جو پولیس چوکیاں ہیں یہ کم از کم ایک یونین کونسل میں ایک پولیس چوکی لازمی طور پر قائم ہونی چاہئے۔تین پولیس چوکیوں پر ایک پولیس سٹیشن قائم ہونا چاہئے۔اسی طور پر ان کی co-ordination ہونی چاہئے۔اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں سول انٹیلی جنس کا محکمہ بھی قائم کرنا چاہئے جو کہ ان روایتی جرائم کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے جرائم پر قابو پانے کے لئے ہمارے پاس سول انٹیلی جنس کا محکمہ نہ ہونے کے برابر ہے اور ان کی بھی ایک پوسٹ تھانے کے ساتھ ساتھ یونین کونسل لیول پر بھی قائم ہونی چاہئے تاکہ جو جرائم پیشہ لوگ ہیں ان کی درست اور بروقت نشاندہی ہو سکے۔پھر نہ صرف جرائم مکمل ہونے سے پہلے بلکہ ان کے جتنے بھی ارادے ہیں ان کو بھانپتے ہوئے جرائم کی تکمیل ہونے سے پہلے ہی ان

کی نشاندہی ہو سکے اور ان پر قابو پایا جا سکے۔ بہت مہربانی

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ۔ میں اپنی گفتگو کے آغاز سے پہلے ایک دو باتیں کرنا چاہتا ہوں جو کہ یہاں کے ایک علاقے کی طرف سے آئی ہیں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ گلبرگ 2، کیو بلاک میں سیال ٹرانسپورٹ والوں نے اڈا وہاں پر قائم کر دیا ہے۔ انھوں نے وہاں پر بہت ساری بسیں بھی کھڑی کی ہوئی ہیں، منسٹر ٹرانسپورٹ اور وہاں کے جو ایس۔ پی ٹریفک ہیں ان کو اس کا نوٹس لینا چاہئے۔ دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ اسی طرح وہاں سے ایک شکایت آئی ہے کہ PACE کا پلازا وہاں بن رہا ہے اور انھوں نے پوری سڑک کو بلاک کر دیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہاں کے مکینوں کو کافی مشکلات درپیش ہیں۔

جناب چیئرمین! میں ابتداء میں یہ عرض کروں گا کہ یہ جو document ہمیں ملا ہے، میں نے اس کو پڑھا ہے اور اس بات کے اوپر تو میں بہرحال خوشی کا اظہار ہی کرتا ہوں کہ چیف منسٹر صاحب اور راجہ بشارت صاحب کی سربراہی میں یہ کمیٹی بنی تھی اور انھوں نے اس کے اوپر محنت کی ہے اور بہت ساری تجاویز اس کے اندر انھوں نے یہاں ہاؤس کے اندر پیش کی ہیں۔ یقیناً کوئی بھی منصوبہ جو انسان بناتا ہے اس کے اندر بہت ساری خامیاں اور کوتاہیاں موجود ہوتی ہیں۔ اس کے اوپر بہت ساری باتیں بھی کی جا سکتی ہیں لیکن یہ جتنی بھی تجاویز یہاں پر آئی ہیں اور یہ جو اس میں لکھی ہوئی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ مثبت ہیں۔ میں راجہ بشارت صاحب کو یہ عرض کروں کہ چھ مہینے کے بعد، سال کے بعد اس کا review ہونا چاہئے، پتا لگے کہ یہ جو اتنی تجاویز، اتنی سہولیات اور اتنی چیزیں پولیس کو فراہم کی گئی ہیں اور جتنی working amendments کے حوالے سے کی گئی ہیں اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے؟ میں اس میں پہلی بات تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس کی جو بھرتی ہے اس کے اندر مہربانی فرما کر بالکل میرٹ کو سامنے رکھا جائے۔ اس میں مجھے معلوم ہے کہ اگر اوپر سے شروع کریں، آئی۔ جی صاحب کی جب پوسٹنگ ہوتی ہے تو اس میں لکھا ہوا ہے کہ تین جو نام ہیں وہ فیڈرل گورنمنٹ اس میں جو نیچے سے آتے ہیں اس کو فائنل کرتی ہے اور عملی

پوزیشن یہ ہوتی ہے جس کا ہمیں معلوم ہے کہ آئی۔ جی صاحبان کے لئے جو candidates ہوتے ہیں وہ پوری دوڑ لگاتے ہیں اور پھر بالآخر فیصلہ ان تین میں سے اس شخصیت اور اس افسر کے اوپر ہوتا ہے جو زیادہ مؤثر سفارشیں لے کر آ جائے۔ اس طریق کار کو بھی درست کرنے کی ضرورت ہے۔ نچلی سطح پر دیکھیں، یہ ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ پولیس کے اندر کانسٹیبلز کی بھرتی کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہم اسے دیکھتے رہے۔ اس میں جو ابتدائی process ہوا، اس میں ان کی دوڑ ہوئی، ان کا میڈیکل ہوا، ان کے ٹیسٹ ہوئے اور ایک اچھا process میرٹ کے اوپر جا رہا تھا کہ اچانک اس میں cut لگ گئی۔ پھر اس میں مہینہ، ڈیڑھ مہینہ، دو مہینے گزر گئے۔ اس کے بعد پھر اوپر سے جو direction آئی وہ سب کو معلوم ہے کہ یہ طے ہوا کہ جو ہمارے سرکاری ایم۔ پی۔ ایز ہیں ان کو پانچ پانچ کا کوٹا دیا جائے گا اور پھر ان کو یہ کوٹا الاٹ ہو گیا۔ اب آپ کو معلوم ہے کہ بیروزگاری کی جو کیفیت ہے اس کے نتیجہ میں یہ جو بھرتی کے اندر کوٹا سسٹم اور باقی محکموں کے اندر بھی اب یہی صورتحال پیدا ہوئی ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایک بڑا انتشار بھی پیدا ہوتا ہے اور اس کوٹا سسٹم کے نتیجہ میں جو نااہل لوگ ہیں وہ بھرتی ہو کر پولیس کی وردی پہن لیتے ہیں اور پھر جو معاملہ ہوتا ہے اس کا اندازہ میں اور آپ اچھی طرح لگا سکتے ہیں۔

جناب والا! میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو جھوٹی ایف۔ آئی۔ آر کی رجسٹریشن کی بات ہوئی ہے اس پر پہلے بھی ہاؤس کے اندر دوستوں نے بات کی ہے۔ اس کے حوالے سے بالکل یقیناً ہمارے خدشات ہیں۔ اس کے نتیجہ میں اگر کوئی مشکل پیش آئے گی تو جرائم پیشہ لوگوں کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ وہ ان کی ملی بھگت ہو جاتی ہے اور معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ اصل میں اس کے نتیجہ میں اگر کوئی مشکل پیش آئے گی تو وہ کسی شریف آدمی کو اس حوالے سے مشکل پیش آئے گی۔ اس معاملے کو بھی چیک کرنے کی ضرورت ہے اور اس طرح اس معاملے کو اگر کرنا ہے تو جو دفعہ 182 کا معاملہ ہے اس کو مزید کیسے مؤثر بنایا جائے تاکہ جو شریف لوگ ہیں وہ اس کا شکار نہ ہو جائیں اور اس سلسلے میں کوئی ایسی mandatory provisions لائی جائیں کہ دفعہ 182 باقاعدہ لگے اور سٹیٹ اس کی ذمہ داری قبول کرے کہ اس طرح جو جھوٹی ایف۔ آئی۔ آر جس نے درج کی ہے اس کو پھر اس جرم کے اندر کیفر کردار تک پہنچائے جانے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انسپکٹرز کے حوالے سے یہاں پر مراعات کی بھی بات ہوئی، اچھی بات ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اس میں تھوڑی سی ceiling مقرر

کر دیں۔ تھانے کا ایس ایچ او، اگر تین بار کوئی انسپکٹرsuspendہو جائے تو پھر اس کو permanently debarکر دیا جائے کہ پھر کسی تھانے میں اس کو ایس۔ ایچ۔ او کے طور پر نہ لگایا جائے اور اس کے علاوہ یہ ہے کہ پھر اگر کوئی پانچ دفعہsuspendہو جائے، تین دفعہ suspensionہو جائے تو آئندہ تھانے کا ایس۔ ایچ۔ او نہ لگایا جائے اور اگر پانچ دفعہsuspendہو جائے تو پھر ایسے شخص کو نوکری سے فارغ کرنے کی بات کی جائے۔

جناب والا! میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ پولیس کو اس بجٹ کے اندر اچھی خاصی رقم فراہم کی گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب آہستہ آہستہ ڈی۔ پی۔ اوز لیول پر بھی کاریں ان کے استعمال میں نظر آنے لگی ہیں حالانکہ ڈی۔ پی۔ اوز، ڈی۔ آئی۔ جیز، ایس۔ ٹی۔ پی۔ اوز یہ ساری فیلڈ پوسٹیں ہیں، ان کو اچھی بھلی ائر کنڈیشنڈ جیپیں فراہم کی گئی ہیں لیکن اب وہ گاڑیاں بھی انہوں نے اسی غریب عوام کے خرچے سے جو خریدنی شروع کر دی ہیں میں اس پر اپنا احتجاج کرتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ یہ جو فیلڈ افسران ہیں ان کے پاس جیپیں ہی ہونی چاہئیں۔ ان کو کاریں خریدنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر وسیم صاحب!wind upکریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! اس کے ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ یہ جوACRلکھنے کا سسٹم ہے اس میں، میں یہ عرض کروں گا کہ جو ہمارا ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن ہے اس کو بھی مزید مؤثر بنایا جائے اور ڈی پی اوز، ایس ٹی پی۔ اوز اور ایس ایچ اوز ان تین کیٹیگریز کے جو افسران ہیں ان کی جوACRہے وہ لکھنا پبلک سیفٹی کمیشن کی سپرد کی جائے تاکہ اس کے اندر جو منتخب عوامی نمائندے بیٹھے ہیں وہ صحیحassessکر سکتے ہیں کہ اس افسر کی فیلڈ میں کیا کارکردگی رہی ہے؟ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ چودھری عابد حسین چٹھہ!

چودھری عابد حسین چٹھہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ آج حکومت کا اولین فرض جو ہے وہ لاء اینڈ آرڈر کوmaintainکرنا ہے اور آج بڑی خوشی کا دن ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کا جو سب سے اہم مسئلہ تھا اس پرpreliminary home workکرنے کے بعد یہ موقع فراہم کیا گیا کہ تمام ممبران اپنی تجاویز پیش کر سکیں۔ میں اس کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ میںpartitionسے پہلے جاؤں گا۔ یہ پولیسsystemسو، ڈیڑھ سو سال سے رائج ہے اور چندcosmetic surgeryکے ساتھ آج تک وہی چلتا آرہا ہے۔ چونکہ وقت کے تقاضے بھی بدل گئے ہیں، requirements

بھی بدل گئی ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ نئے تقاضوں کے مطابق اس سارے system کو ایک نئی نظر کے ساتھ، کھلے ذہن کے ساتھ دوبارہ سے دیکھا جائے۔ اس کو از سر نو ترتیب دیا جائے۔

جناب چیئرمین! مجھے جو چیز اس میں سب سے ضروری معلوم ہوئی جو کہ missing ہے وہ consolidation of laws ہے۔ عرصہ دراز سے ہمارے پاس Pakistan Penal Code ہے جس میں بہت سارے major جرائم درج ہیں۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً ضرورت کے تحت مختلف Ordinances کی شکل میں، Acts کی شکل میں segregated قوانین بھی موجود ہیں جو کہ مختلف جرائم کو define کرتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک دفعہ Pakistan Penal Code کو از سر نو review کیا جائے اور ان تمام قوانین کو یکجا کیا جائے جس سے پولیس اور عوام کی understanding بہتر ہو گی کہ جرائم کیا ہیں اور ان کو کس طرح سے prevent کرنا ہے؟

جناب والا! میں ایف آئی آر کے حوالے سے شروع کروں گا۔ میں پہلے سن رہا تھا کہ کئی دوستوں نے بڑی تفصیل سے بات کی ہے۔ جب اس چیز کو review کیا جائے تو اس میں سب سے important judicial precedents ہیں۔ عدلیہ نے ان قوانین کی جس طرح تشریح کی ہے وہ اتنے پکے ہو چکے ہیں کہ اب قانون سازی ہی ایک mechanism ہے جس کے تحت ان کو کچھ درست کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایف آئی آر کی قانون میں requirement صرف یہ ہے کہ اگر ایک آدمی پہلی دفعہ ایک واقعہ دیکھے جو کہ ایک جرم ہو اور وہ اس کی اطلاع کر دے تو ایف آئی آر کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔ مگر somehow پولیس نے جو ایک اس کا format بنایا ہوا ہے وہ اتنا tedious ہے کہ جب کوئی جرم ہوتا ہے تو اس کی ایف آئی آر درج کرنا ایک مسئلہ ہوتا ہے۔ اس میں لوگ گواہ ڈھونڈتے ہیں، اس کو اس طرح سے لکھا جاتا ہے کہ جس میں ہر چھوٹی موٹی بات کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ گولی دائیں طرف لگی ہے یا بائیں طرف لگی ہے اور عدلیہ یہ بھی دیکھتی ہے کہ جس نے ایف آئی آر لکھوائی ہے کہ کیا اس وقت وہ گولی اس کو نظر آئی۔ جب ایک abrupt واقعہ ہو رہا ہو تو فوراً کیسے معلوم ہو کہ وہ دائیں طرف لگی ہے یا سینے پر لگی ہے، بائیں طرف لگی ہے یا پھر پیچھے لگی ہے تو ان ساری چیزوں کو از سر نو دیکھنا ہو گا۔ ایف آئی آر پولیس تو محض ایک first information report ہے جس سے حکومتی مشینری trigger ہوتی ہے اور investigation کی stage شروع ہوتی ہے تو میری گزارش یہ ہو گی، میری

وزیر قانون صاحب کی خدمت میں پہلی تجویز یہ ہوگی کہ judicial precedents کو سامنے رکھ کر تمام قوانین کو consolidate کیا جائے، ان کو review کیا جائے تاکہ ہم پہلے یہ agree کریں کہ ہمارے قوانین کیا ہیں؟ اس کے بعد ایف آئی آر پر مزید بات یہ ہے کہ جب ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے تو مدعی کی طرف سے پہلی demand یہ آتی ہے کہ فوری طور پر نامزد ملزمان کو پولیس حراست میں لے لے۔ اس میں کچھ عرصہ سے کئی جگہوں پر ایسا ہو رہا ہے کہ وہ ایک preliminary inquiry کرتے ہیں، یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا ایف آئی آر جھوٹی ہے یا سچی ہے، ان لوگوں کو پکڑنا ہے یا نہیں کیونکہ اگر آپ ایک دفعہ ان کی گرفتاری ڈال دیں تو کئی دفعہ دو دو، تین تین سال بے گناہ لوگوں کو لگ جاتے ہیں اپنی بے گناہی کو ثابت کرنے میں اور وہاں سے باہر آنے میں تو میری یہ تجویز ہے کہ ایف آئی آر کے بعد ایک موقع preliminary inquiry کی شکل میں ضرور دینا چاہئے جس کے تحت یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ جرم کی نوعیت کیا ہے اور کس حد تک بنتی ہے۔ اسی طرح جو law of bails ہے وہ بھی بہت پرانا، ancient ہے جوڈیشری نے یہ hold کیا ہوا ہے کہ سات سال سے جو سزا ہے وہ as of right bail دی جاتی ہے تو جب as of right وہاں عدالت میں ضمانت ہو جاتی ہے تو کیوں نہ اس ضمانت کا حق پولیس سٹیشن میں ہی دے دیا جائے کہ سات سال سے کم سزا والے جتنے جرائم ہیں اگر ان کے نامزد ملزمان اپنے آپ کو پولیس کے سامنے submit کرتے ہیں اور investigation میں واضح cooperate کرتے ہیں تو پھر انھیں یہ right of bale وہیں پر extend کیا جائے تاکہ وہ اپنی ضمانتیں وہیں دے سکیں۔

جناب چیئرمین: چٹھہ صاحب! میرے خیال میں پولیس کے پاس ضمانت کے اختیارات ہیں اگر کوئی استعمال کرتا ہے یا نہیں لیکن اختیارات ہیں۔

چودھری عابد حسین چٹھہ: جناب سپیکر! اگر اختیارات ہیں تو پھر اس بات کا جائزہ لینا چاہئے۔ اگر ایسے قوانین ہیں مگر وہ in practice نہیں لائے جا رہے تو ان پر کیوں عمل پیرا نہیں ہوا جاتا؟ چھوٹی سی چھوٹی ضمانت کے لئے بھی ہمیں عدالت میں جانا پڑتا ہے جس سے ایک آدمی کو وکیل کی فیس بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں اور بے شمار دوسرے اخراجات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

جناب والا! میری دوسری تجویز یہ ہوگی کہ alternate dispute resolution جو انھوں نے miscellaneous میں mention بھی کیا ہے وہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ بہت سی جو چھوٹی موٹی لڑائیاں ہیں، سول معاملات ہیں جو کہ تھانے میں رپورٹ ہوتے ہیں

ان میں ایک موقع alternate dispute resolution کے تحت ملنا چاہئے کہ اگر وہ معاملات actual proceeding سے پہلے ختم کئے جا سکیں تو انھیں نمٹانا چاہئے۔ اس میں community کو بھی involve کیا جا سکتا ہے۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت 30 منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

چودھری عابد حسین چٹھہ: اس کمیٹی میں پولیس کے officials بھی موجود ہوں، معززین بھی موجود ہوں اور ایسے سول معاملات جو کہ کم سنگین جرائم والے ہیں ان کو alternate dispute resolutions کے تحت وہیں پر ختم کرنے کا موقع دینا چاہئے۔

جناب والا! حکومت نے ایک freedom of information ordinance نافذ کیا ہے۔ اس کو یہاں پر مکمل طور پر implement کرنا چاہئے کہ جو لوگ اپنی ضمنیاں یا دوسرے documents وہاں سے procure کرتے ہیں ان کو as of right within the specified time وہ documents available کئے جائیں اور اس کے لئے انھیں کسی سفارش یا رشوت کی ضرورت محسوس نہ ہو بلکہ وہ as of right within the specified time دو دن کے اندر اندر انھیں میسر آنے چاہئیں جس سے انھوں نے آگے اپنے کیس کو چلانا ہوتا ہے۔

جناب والا! جب میں پولیس کے functions کی طرف دیکھتا ہوں تو اس میں دو major چیزیں ہیں۔ ایک regular crime کو prevent کرنا اور اس کو نافذ کرنا اور دوسرا بہت سارے ایسے قوانین ہیں جس میں پولیس کا enforcement کا رول ہے۔ مثلاً پانی چوری کرنا ایک جرم ہے اس کو پولیس نے enforce کرنا ہے کہ ایسا نہ ہو، یا بجلی چوری کے ایسے laws کہ جن میں پولیس involved ہے۔ جو enforcement والے laws ہیں ان کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ایک نئی category within police develop کرنی چاہئے in the shape of Municipal Police جس کا کام یہ ہو کہ enforcement کے جتنے قوانین ہیں ان کو وہ enforce کرے اور ایسے تمام قوانین کو اس طریقے سے review کرنا چاہئے کہ for instance جہاں پر چھ مہینے، سال، دو سال کی سزا ہے اس کو fines میں convert کرے۔ کیونکہ modern practice یہی ہے کہ جو civil nature کے offences ہیں ان میں fines سے بڑی سزا کوئی نہیں ہے تو اگر چھ مہینے کی سزا کے لئے آپ نے اتنی پولیس کو involve کرنا ہے، اتنا لمبا اور مہنگا

process اختیار کرنا ہے تو یہ کافی دقت والا کام ہے۔اس کے بجائے اگر فوری طور پر چالان fines کی شکل میں recover کئے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا اور وہ fines بے شک پولیس پر ہی لگائے جائیں تاکہ اس سے ان کا revenue بھی increase ہو۔اس طرح بہت سارے ایسے جرائم سے آپ فوری طور پر نمٹ سکتے ہیں اور اس سے revenue بھی اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔

جناب والا! اسی طرح separation of investigation کا جو mechanism ہے اس بارے میں میری یہ گزارش ہے کہ اگر investigation separate رکھنی ہے تو اس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ یہ investigation officers انہی تھانوں میں نہ بیٹھیں۔ان کے لئے علیحدہ investigation units بنائے جائیں جس میں دو، تین یا چار آدمیوں پر مشتمل ایک ٹیم ہو۔جب ایک واقعہ ہو جاتا ہے اور وہ کسی investigation unit کو mark ہو جاتا ہے تو پھر وہ پورا unit جا کر independent طریقے سے تفتیش کرے۔مگر practice یہ ہے کہ وہی پولیس آفیسر دو تین مہینے کے لئے operations میں ہوتا ہے پھر وہی investigation میں آ جاتا ہے۔آپس میں interchange ہیں۔ایک ہی تھانے میں بیٹھتے ہیں جس سے independence کا concept ختم ہو گیا اور عوام کی شکایات اور تکالیف مزید بڑھ گئی ہیں۔

جناب والا! accountability کے حوالے سے میری یہ تجویز ہے کہ جب accountability میں ایک کانسٹیبل، ہیڈ کانسٹیبل یا کسی دوسرے افسر کو پولیس کی higher authorities charge کرتے ہیں اور dismiss کرتے ہیں تو اس کی appeals میں دو تین phase ہیں۔ہوتا یہ ہے کہ جب ان کی کہیں بات نہیں بن رہی ہوتی تو وہ اپیل کر کے پانچ پانچ سال کے لئے ان اپیلوں کو دبا دیتے ہیں اور اس وقت لگاتے ہیں جب ان کے لئے favourable conditions ہوں اس کے لئے automatic mechanism ہو کہ اگر ایک پولیس آفیشل dismiss ہوتا ہے تو automatically اس کی اپیلیں مہینوں کے عرصے سے higher authorities کو جاتی رہیں اور dispose of ہوتی رہیں تاکہ یہ chain نہ رکے اور کافی percentage ایسی develop ہو جن کو جڑ سے اٹھا کر پھینک دیا جائے۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب چیئرمین! میں رپورٹ پیش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، ڈاکٹر فرزانہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اللہ کا شکر ہے کہ عظمیٰ صاحبہ ٹھیک

ہیں۔stressکی وجہ سے ان کا BP 90/70 ہو گیا تھا۔ جیسے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے excellent emergency services provide کی ہیں۔ اب دیکھیں کہ میں تو وہاں نہیں گئی تھی یہ اس کا ثبوت ہے کہ ان کو drip لگی ہوئی تھی اور عظمیٰ صاحبہ بہت مطمئن تھی۔ انھوں نے بڑا شکریہ ادا کیا ان کی friends بھی ساتھ تھیں۔ میں ڈاکٹر ہوں اور وہ میری colleague ہیں میں نے psychiatrist کو بلایا تاکہ وہ ان کو کوئی anti-depression یا relaxant دیں۔ وہ گھنٹے تک گھر بھی چلی جائیں گی۔ وہ آپ کا بھی شکریہ ادا کر رہی تھیں کہ چیئر مین صاحب نے اتنی دلچسپی لی۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ جی، چٹھہ صاحب! wind up کریں۔

وزیر لائیو سٹاک وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب والا! انھوں نے بازو پر کس کر پٹی باندھی ہوئی تھی اس لئے بلڈ پریشر low ہو گیا تھا۔

جناب محمد عبداللہ وینس: جناب والا! اگر آئندہ یہ کالی پٹیاں باندھی گئیں تو اس کی ذمہ دار حکومت نہیں ہوگی۔

جناب چیئر مین: جی، چٹھہ صاحب!

چودھری عابد حسین چٹھہ: جناب والا! میں آخری یہ بات کرنا چاہ رہا تھا کہ یہ ایک اچھی exercise ہے لیکن اس کو مزید reform کر کے پارلیمنٹری کمیٹی میں thrash out کیا جائے۔

جناب چیئر مین: راجہ صاحب! چٹھہ صاحب کی تجاویز غور سے سنیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں نوٹ کر رہا ہوں۔

چودھری عابد حسین چٹھہ: جناب والا! in terms of reviewing all laws ایک کمیٹی بنائی جائے جس میں بیٹھ کر اسے مزید deliberate کر کے اس کام کو مزید آگے لایا جائے۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ چٹھہ صاحب!

چودھری عابد حسین چٹھہ: جناب چیئر مین! اگر ہم یہ کام خوش اسلوبی سے کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کے عوام کے لئے اس حکومت کا بہترین تحفہ ہوگا اور آنے والے وقتوں میں اس کو یاد رکھا جائے گا۔ شکریہ

جناب چیئر مین: شکریہ۔ جی، محترمہ پروین مسعود بھٹی صاحبہ!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب چیئرمین! ابھی تھانہ کلچر کی بہتری کے لئے میرے بہت سارے معزز ممبران نے بہت سی تجاویز دی ہیں۔ میں صرف دو تجاویز دوں گی۔ ایک complaints of the public ہے جس میں پولیس کے متعلق impolite behaviour لکھا ہوا ہے۔ یہ سب سے اہم چیز ہے کہ لوگ تھانے میں جانے سے کیوں ڈرتے ہیں؟ وہ اس لئے کہ تھانے میں جو عملہ ہوتا ہے ان کا رویہ بہت ہی بُرا ہوتا ہے جس وجہ سے لوگ تھانے میں جاتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔ کوئی بھی شریف آدمی جس کو تھانے میں جانے کے لئے کہا جائے وہ یہ کہے گا کہ میں تھانے نہیں جاتا کیونکہ وہ لوگ سب سے ہی برے طریقے سے پیش آتے ہیں۔ میں یہ سوال کروں گی کہ جب یہ ایس ایس پی، ڈی آئی جی یا آئی جی کے عہدے پر فائز ہوتے ہیں اس وقت ان کا رویہ ٹھیک ہوتا ہے لیکن چھوٹا عملہ جو تھانوں میں متعین ہوتا ہے ان کا رویہ کیوں خراب ہوتا ہے؟ اگر یہ چاہیں تو ان کا رویہ بھی ٹھیک ہو سکتا ہے۔ ان کو اخلاقیات کا سبق دینے کے لئے میں تجویز کروں گی کہ ان کو ریفریشر کورسز کروائے جائیں تاکہ لوگوں کے ساتھ ان کا رویہ ٹھیک ہو۔ یہ جس طریقے سے لوگوں کے ساتھ بات کرتے ہیں یا جس طریقے سے ایف آئی آر درج کرتے ہیں وہ تمام اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ان کا رویہ ٹھیک ہو گا۔

جناب چیئرمین! میں نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی۔ میرے خیال میں آپ نے ان کو پندرہ منٹ ٹائم دیا ہے لیکن مجھے تین منٹ سے بھی زیادہ نہیں دے رہے۔ میں کہوں گی کہ ان کا کردار اور اخلاق بہتر کرنے کے لئے ان کو ریفریشر کورسز کروائے جائیں۔ ابھی میرے بھائی ڈاکٹر وسیم اختر نے یہ بات کی کہ خاص طور پر سپاہیوں میں جب نااہل لوگ کوٹا سسٹم کے تحت بھرتی ہو جاتے ہیں تو ان کا اخلاق اور کردار ٹھیک نہیں ہو گا۔۔۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب چیئرمین! مجھے بات مکمل کرنے دیں اس کے بعد میری بہن بات کر لیں۔

محترمہ پروین سکندر گل: جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر بہت ضروری ہے۔ ابھی میری معزز بہن یہ فرما رہی ہیں کہ کوٹا سسٹم میں سپاہی آ جاتے ہیں۔ یہ بے چارے سپاہی تو کسی کارکردگی کے قابل نہیں۔ ان کو وہ وقت یاد نہیں ہے جب کوٹا سسٹم میں روز ایس ایچ او لگتے تھے۔ جب ان پڑھ ایس ایچ او لگا دیئے گئے تھے۔ جو ڈاکو تھے انھیں ایس ایچ او لگا دیا گیا تھا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! اس وقت محترمہ ان کی ساتھی تھیں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب چیئرمین! جب وہ ایس ایچ او یا انسپکٹر بھرتی کرتے تھے تو اس وقت میری یہ بہن ان کے ساتھ ہوتی تھیں لیکن اس وقت اتنی زیادہ بے قاعدگیاں اور اتنے جرائم نہیں تھے جتنے آج ہیں۔ اگر ہم کوئی تجویز دیتے ہیں تو وہ ان کو بُری لگتی ہے۔

میں دوسری یہ بات کروں گی کہ خاص طور پر خواتین کے لئے تھانوں میں جانا بہت ہی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ میں یہ تجویز دوں گی کہ تھانوں میں خواتین کے لئے علیحدہ سیل بنائے جائیں جہاں پر انسپکٹر بھی خاتون ہو تاکہ عورتوں کو اپنے مسائل بیان کرنے میں مشکل نہ ہو۔ میری بہن کو پھر غصہ لگے گا۔ نواز شریف کے دور میں شہباز شریف نے لیڈی پولیس بنائی تھی اور ان کے تھانے بھی بنائے تھے جس سے خواتین کو کافی آسانیاں ہو گئی تھیں لیکن اب تھانوں میں وہی کلچر ہے اور وہی زبان استعمال کی جاتی ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ تھانوں کا کلچر بہترین کرنے کے لئے ایسے اقدامات کرے کہ لوگ وہاں جانے کے لئے ڈریں نہیں بلکہ آسانی سے جا کر اپنے مسائل بیان کر سکیں۔

جناب چیئرمین! پولیس کا ڈائریکٹ پبلک کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فوج لوگوں کی نظروں میں اچھی لگتی ہے اس لئے کہ ان کا ڈائریکٹ تعلق نہیں ہوتا۔ اب آپ دیکھیں کہ جب فوج ڈائریکٹ involve ہوئی ہے تو عوام کے دلوں میں فوج کے خلاف بھی نفرت پھیل گئی ہے۔ ہم نے اس نفرت کو کیسے دور کرنا ہے؟ ان کے رویے سے اس میں بہتری آ سکتی ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ پولیس کرپشن کرتی ہے۔ wedlock ایک قانون ہے جس کے مطابق میاں بیوی دونوں ایک ہی شہر میں ملازمت کریں لیکن آپ دیکھیں کہ ہر پولیس مین کو اس کے شہر سے دور پھینکا جاتا ہے۔ ان کی تنخواہیں بھی تھوڑی ہوتی ہیں۔ وہ آدمی کیا کام کر سکے گا جس کے بیوی بچے دور بیٹھے ہوں گے۔ لہذا میری گزارش ہے کہ ایک پولیس ملازم چاہے وہ سپاہی ہے یا کسی اچھے رینک پر ہے کم از کم اسے گھر سے اتنا دور رکھا جائے جہاں سے وہ ایک دو گھنٹے میں گھر پہنچ سکے لیکن دوسرے اضلاع میں تعینات نہ کریں۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، ملک احمد سعید صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اشتمال اراضی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین!

میں آپ کی وساطت سے دو تین گزارشات لاء منسٹر صاحب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جب سے ہمارا ملک معرض وجود میں آیا ہے اس وقت سے لے کر آج تک بے شمار مرتبہ پولیس کلچر کی تبدیلی اور لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بحث کی جاتی رہی لیکن ہم آج تک پولیس کلچر کو تبدیل نہیں کر سکے۔ میں اس کی بنیادی وجہ یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے قبل جتنی حکومتیں آئیں انھوں نے عملی طور پر اس کے لئے کوئی کاوش نہیں کی لیکن میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جن کی کوشش سے ایک چیز عملی طور پر سامنے آئی کہ پولیس کو بنیادی سہولیات کی فراہمی کے لئے ایک خطیر رقم مختص کی گئی۔ ہمیشہ سے جب بھی پولیس کلچر کی تبدیلی اور لاء اینڈ آرڈر کو بہتر کرنے کی صورتحال پر بحث ہوتی رہی تو اس میں بنیادی بات اور اجتماعی طور پر ایک ہی بات سامنے آتی رہی کہ پولیس کو وہ سہولیات فراہم نہیں کی گئیں، پولیس کے پاس وہ وسائل نہیں کہ جن کی بنیاد پر وہ لاء اینڈ آرڈر کو کنٹرول کر سکیں اور تھانہ کلچر کی بہتری کے لئے اقدامات کر سکیں۔

جناب والا! میں صرف پولیس آرڈر 2002 کے حوالے سے تین چار باتوں پر جناب کے توسط سے گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے تو ایف آئی آر کے حوالے سے دفعہ 154 کا جو ذکر کیا گیا ہے اور جس طرح مجھ سے قبل کچھ دوستوں نے اس کا تذکرہ بھی کیا کہ judiciary کے حوالے سے ایف آئی آر کا مطلب اور اس کی definition سے بنیادی طور پر یہی مطلب اخذ کیا جاتا ہے کہ جو پہلی انفارمیشن رپورٹ ہے، خواہ وہ درخواست کے ذریعے سے آئے خواہ وہ ٹیلی فون کے ذریعے سے آئے یا کسی بھی بندے کے ذریعے آئے، وہی ایف آئی آر کی تحریر میں ہونی چاہئے لیکن یہاں پر practice یہ ہے کہ اس کو manage کر کے اور اس کے گواہان اور اس کا پورا موقع محل وقوع بنا کر اس کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ بعد میں جب کیس عدالت میں submit کیا جائے تو وہاں پر اس کی مدد کی جا سکے۔ ایک تو اس بات پر توجہ دینی چاہئے کہ ایف آئی آر کی جو definition ہے اس میں وقوعہ کا کوئی تذکرہ ہوتا ہے اور اس کے لئے گواہان کی کوئی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں جو first information report ہے جو بندہ بھی ہو، خواہ وہ مدعی ہو خواہ وہ ٹیلی فون کے ذریعے کوئی تھانہ میں رپورٹ کرے اسی کو ایف آئی آر کی تحریر میں لے کر آنا چاہئے اور اس کے بعد اس پر investigation کر کے اس کو چالان مرتب کرنا چاہئے۔

دوسرا اس میں 161 کے بیان جو ہیں جو پولیس ریکارڈ کرتی ہے investigation

practice تو دیکھیں گے جب آپ عملی طور پر اس میں ریکارڈ کرتا ہے جو گواہان کے بیان officer یہ ہے کہ وہ بیانات investigation officer اپنے پاس سے یا مدعی کی بات سن کر یا ملزمان کی بات سن کر اپنے پاس سے تحریر کرتا ہے۔ اس پر گواہان کا انگوٹھا لگوایا جاتا ہے اور نہ ہی دستخط لئے جاتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ جب بھی 161 کے بیانات تحریر کئے جائیں تو اس پر بیان دینے والے کا انگوٹھا اور اس کے signature کا ہونا بہت ضروری ہے تاکہ عدالت میں جا کر اس کی بہتر رہنمائی کی جا سکے اور آئندہ اگر اس بیان میں کوئی غلطی بھی ہو تو وہ بندہ اس کی ذمہ داری بھی قبول کرے۔

جناب والا! تیسرا! دفعہ 173 کے تحت چالان عدالت میں submit کیا جاتا ہے تو اس میں قانونی طور پر ایک بڑا خلاء ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت زیادتی ہے جسے خانہ نمبر 2 کا نام دیا گیا ہے۔ کچھ ملزمان ایسے ہوتے ہیں جن کو بے گناہ قرار دے دیا جاتا ہے لیکن ان کو خانہ نمبر 2 میں رکھ کر چالان عدالت میں submit کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا کوئی گناہ نہیں ہے ان کا کوئی قصور نہیں ہے اگر پولیس اپنی تفتیش میں اس بات کو interrogate کرتی ہے کہ فلاں بندہ اس مقدمے سے یا اس پرچے میں بری الزمہ ہے تو اس کو خانہ نمبر 2 میں رکھ کر چالان submit کرنے کا کوئی تک نہیں بنتا اس سے اس بندے کے لئے بے شمار مسائل سامنے آتے ہیں۔ ایک تو وہ خواہ مخواہ کی پیشیاں بھی بھگتتا ہے اور اکثر جو heinous قسم کے جرائم ہوتے ہیں ان میں وہ بے چارہ دو تین سال کے لئے جیل کی ہوا بھی کھاتا ہے۔ اس میں تبدیلی کے لئے میں سفارش پیش کروں گا۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ ملک صاحب wind up کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے استعمال اراضی: جناب والا! میں wind up کر رہا ہوں۔ میں پہلے ہی اس طرف چلا گیا ہوں مجھے پتا ہے کہ وقت کی قلت ہے۔ Change of investigation جو ہے پولیس آرڈر 2002 میں رول (6)18 کے تحت ایک اس میں compulsion کی گئی ہے کہ جو پہلا investigation officer ہو گا اس کی تفتیش جب تک وہ رپورٹ مرتب نہیں کر لیتا اس وقت تک تفتیش کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی ملزم کا یا مدعی کا کسی تفتیشی آفیسر پر شبہ ہو کہ وہ اس کے ساتھ ڈنڈی مارتا ہے یا اس کی تفتیش کو properly take up نہیں کر رہا تو یہ اس کا بنیادی حق ہے کہ اس کی تفتیش کو تبدیل کیا جائے۔ میری گزارش یہ ہے کہ جو سیکشن (6)18 کے تحت compulsion کی گئی ہے کہ پہلا تفتیشی پہلے تحریری رپورٹ ضرور submit

کرے گا اس کے بعد تفتیش تبدیل کی جائے گی۔ اس میں بھی جناب والا! تبدیلی ہونا نہایت ضروری ہے۔ آخری بات میں wind up کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ پولیس ریکارڈ میں جب آپ ایس ایچ او کے پاس جائیں تو اس کے پاس دو رجسٹر موجود ہوتے ہیں ایک کو رجسٹر نمبر 25 کا نام دیا جاتا ہے دوسرے کو رجسٹر (ب) کے نام سے رجسٹر نمبر 9 کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پولیس کی کارکردگی تھانہ reforms جو آپ کا آج کا topic ہے اگر اس میں جائیں تو یہ دو رجسٹر انتہائی مؤثر اور اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے اندر وہ تمام لوگ جو اس تھانہ کی حدود کے اندر رہتے ہیں ان کا ریکارڈ، ان کا لوگوں کے ساتھ رویہ ان کی پچھلی ہسٹری بھی موجود ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو ہمارے جو higher officials ہیں جیسے ڈی پی او اور ڈی آئی جی رینک کے جو لوگ ہیں اور یہ ان کا محکمانہ معاملہ ہے۔ اس میں اگر اپنے ایس ایچ او کو اس رجسٹر کو affective کرنے کے لئے کہیں تو اس سے بھی ان کی انفارمیشن میں بہتری آسکتی ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: راجہ محمد شفقت خان عباسی صاحب!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں۔ اس میں یقیناً ایک اچھی بات ہے کہ پولیس کا رویہ پولیس کا کلچر، تھانے کے رویے کو ٹھیک ہونا چاہئے۔ یقیناً اس سے متعلق تمام تر گارنٹی پاکستان کے آئین میں بھی درج ہے۔ یہ جو پولیس آرڈر بنایا گیا ہے اس میں بھی بہت سی باتیں دی گئی ہیں۔ اگر پولیس والا تشدد کرتا ہے تو اس کی سزا پانچ سال ہوگی۔ کوئی پولیس والا اگر غلط پرچہ دیتا ہے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟ کوئی پولیس والا misconduct کرتا ہے کسی گھر میں غیر improper طریقے سے search کرتا ہے تو اس کی یہ سزا ہوگی اور یہ ساری چیزیں پولیس آرڈر کا حصہ ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ایجنسیاں جو پولیس آرڈر کے تحت جیسے پبلک سیفٹی کمشن اور police complaint authority یہ ساری چیزیں mention ہیں لیکن ان پر عملدرآمد کی بات ہے اگر ان پر عملدرآمد ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان چیزوں کی پھر ضرورت نہیں ہے۔ CRPC انگریز آج سے سو سال پہلے ہمیں اپنا ضابطہ دے کر گیا آج بھی ہم اس پر چل رہے ہیں۔ اگر وہ بھی آج یہاں نہ ہوتا تو یہاں پر ابھی قبائلی نظام ہوتا۔ انہوں نے اس وقت بھی CRPC میں لکھ دیا تھا کہ اگر کوئی ملزم گرفتار ہوگا تو within 24 hours اس کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس ایک شق کو بھی اگر آپ لے لیں اس پر ہی اگر عملدرآمد ہو جائے یہاں پر لوگوں کی جو بے عزتیاں ہوتی ہیں، کئی کئی ہفتے لوگ غیر قانونی طور پر حراست میں رکھے جاتے ہیں

جن کی گرفتاریاں ظاہر نہیں کی جاتیں تو وہ معاملہ حل ہو جائے۔ پاکستان کا آئین بھی احترام آدمیت کی بات کرتا ہے، dignity of human beingکی بات کرتا ہے اس میں بھی اس بات کی گارنٹی دیتا ہے کہ سرکار کوئی ایسا عمل نہیں کرے گی، کوئی ایسا actionنہیں لیا جائے گا جو detrimental to his life or body or reputationکی ہو گی لیکن یہ ساری باتیں کاغذوں میں ہیں، کتابوں میں ہیں۔ اصل بات ان پر عملدرآمد کی ہے۔ اگر اس پر عملدرآمد ہوا ہوتا تو شاید چیف منسٹر صاحب کو مزید خواب دیکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ انہوں نے reformsکرنے کے حوالے سے جو یہ خواب دیکھا ہے۔ ایف آئی آر کے لئے چار پانچ جگہ پر موقع دیا جا رہا ہے کہ وہاں پر ایف آئی آر درج کی جائے۔ یہ ایک اچھی تجویز ہے لیکن بات عملدرآمد کی ہے۔ اس سلسلے میں، میں آپ کو اپنے حلقے کی مثال دوں گا کہ مقامی ناظم کوٹلی ستیاں جبار ستی کو قتل کے مقدمے میں ملوث کرنے کے لئے کوٹلی ستیاں کے ڈی ایس پی نے پانچ افراد کو دس دن تک ناجائز حراست میں رکھا۔ ایک آدمی کی منگنی نہیں ہو رہی تھی اس نے دو آدمیوں کو قتل کر دیا اس قاتل کو وہ جا کر کہتا ہے کہ آپ فلاں فلاں آدمی کا نام لیں ہم آپ کی منگنی بھی کروا دیں گے، ہم آپ کا راضی نامہ بھی کروا دیں گے تا کہ جبار ستی کے خلاف بیان لیا جا سکے اور ان پانچ افراد کے علاوہ جبار ستی کو بھی ناجائز حراست میں رکھا گیا۔ اس کے بعد ایس پی (راولپنڈی) کے سامنے مذکورہ افراد کو پیش کیا گیا جب انہوں نے ناجائز حراست میں رکھنے کے باوجود جبار ستی کے خلاف بیان نہ دیا جس پر ان کو انہیں چھوڑنا پڑا۔

جناب چیئرمین: آپ اصلاحات کی بات کریں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں اصلاحات کی بات کر رہا ہوں۔ آئین یہ کہتا ہے کہ ناجائز گرفتاریاں نہیں ہونی چاہئیں، ہراساں نہیں کرنا چاہئے پولیس مقابلے بھی نہیں ہونے چاہئیں تو میرا grievanceیہ ہے کہ ایک معاملہ جو ڈی پی او راولپنڈی کے سامنے رپورٹ ہوا، ایک معاملہ جو آئی جی کے سامنے رپورٹ ہوا، ایک معاملہ جو ڈی آئی جی راولپنڈی کے سامنے بھی رپورٹ ہوا لیکن اس کے باوجود کوئی شنوائی نہیں ہے تو یہ جو خواب دیکھ رہے ہیں خالی خواب ہی رہ جائیں گے جب تک ان پر عملدرآمد نہیں ہو گا۔ سو سال پہلے انگریز جو ضابطہ دے کر چلا گیا ہم اس پر بھی اگر خلوص نیت سے عمل کریں تو بڑی improvementہو سکتی ہے۔ impolite behaviourکے متعلق عرض کروں گا کہ اگر ہماری پولیس جیسے "P" for politeہو جائے اور

"I" for intelligent اور"L" for loyal ہو جائے،"O" for obedient ہو جائے اور"C" for civilized ہو جائے۔ اگر یہ ہو جائے تو ہمارے سارے معاملات ٹھیک ہو سکتے ہیں لیکن جب تک ہم اپنی اس پولیس کو احترام آدمیت نہیں سکھاتے یہ معاملات اسی طرح رہیں گے۔ رہ گئی یہ بات کہ پولیس آرڈر کی اچھی باتوں پر عملدرآمد ہونا چاہئے باقی کو ہم تبدیل نہیں کر سکتے۔ یہ جو خواب دیکھا ہے کہ آپ لوگوں کو 5 مقامات پر یہ حق دینا چاہتے ہیں کہ وہ ایف آئی آر درج کرا سکیں اس کو misuse نہیں ہونا چاہئے اس پر counter check ہو۔ اس کے علاوہ میں ایک اور بات دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے علاقے کی پوری یونین کونسل (لتراڑ) کہتی ہے کہ proclaimed offender نے خود اپنے آپ کو مارا لیکن ہمارے اس ڈی ایس پی نے پولیس مقابلے کا نام دے دیا۔

وزیر محنت و افرادی قوت: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، نون صاحب!

وزیر محنت و افرادی قوت: جناب چیئرمین! یہ پولیس نظام کی خامیوں خوبیوں کی بات کریں، یہ کوٹلی ستیاں سے ہی باہر نہیں نکل رہے۔ میری گزارش ہے کہ آپ انہیں تنبیہہ کریں۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں، شکریہ۔ جی، شفقت عباسی صاحب!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میں کہہ رہا ہوں کہ proclaimed offender خود اپنے آپ کو گولی مارتا ہے۔ اس کی head money کے لئے وہ ڈی ایس پی کہتا ہے کہ ہم نے اسے مارا۔ وہ 50 لاکھ حاصل کرنے کے لئے اسے پولیس مقابلے کا نام دیتا ہے تو وہاں پولیس کی اصلاح کس طرح سے ہو گی۔ میں اس حوالے سے دوسری بات کرتا ہوں کہ بہت باتیں کرتے ہیں کہ ہم تھانہ کلچر ٹھیک کریں گے۔ میں نے اس اسمبلی میں 3 سال پہلے تھانوں کو بہتر کرنے کے لئے معاوضے کے قانون کا بل پیش کیا تھا، torture Compensation Bill اس Torture Compensation Bill پر یہاں on the floor of the House میرے بھائی پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے کہا تھا کہ بل کے لئے حکومت committed ہے، پنجاب حکومت پولیس ٹارچر کا خاتمہ چاہتی ہے۔ ہمارا آئین بھی ٹارچر کو منع کرتا ہے اور پولیس آرڈر بھی تشدد کو منع کرتا ہے اور اس پولیس آرڈر کے تحت اس کی سزا 5 سال ہے۔ اس صورت میں کہا تھا

کہ ہم اپنا بل لے کر آئیں گے اور آپ کا بل pending کرتے ہیں۔ اگر حکومت واقعی serious ہے تو حکومت پنجاب کے شہریوں کو یہ حق دے کہ جو پولیس والا ان کے ساتھ misconduct کرے گا، کوئی violence کرے گا، mental or physical torture کرے گا، ان کو right of compensation دیں، ساری کی ساری پولیس کی تنخواہیں ضبط ہوں گی تو معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ بہت مہربانی

جناب چیئرمین: جی، ملک محمد احمد خان!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! Thank you very much. یہ جو آج general discussion کے لئے To my knowledge and what I have on the agenda the honourable minister admitted to give time اس کا جو آج subject تھا وہ تھانہ reform and the Chair decided about it. proposals پر تھا اور جو گورنمنٹ نے اس پر respond کیا that was the Chief Minister's initiative for improvement of Police Stations.

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت 3:45 تک بڑھایا جاتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: I was quite interested کہ یہ ایک ایسا important issue ہے کہ جس میں ہم ایک نئی نہج کی طرف جا رہے ہیں، یہ قانون وہ ہے جو ہماری بساط میں نہیں، ہم اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ Neither we can touch Penal Code, nor we can look into Cr.P.C. یہ ضابطہ وہ ہے جو Sixth Schedule کا حصہ ہے اس کے اندر amendment without prior consent of the President ہم لا نہیں سکتے۔ پولیس وہ ہے جس کے اوپر فیڈرل گورنمنٹ کی encroachment ہو گی۔ پولیس آرڈر 2002 کے ذریعے وہ provincial subject نہیں رہا، وفاق کا معاملہ بن گیا تو لاء منسٹر چیئر کے فیصلے کے بعد یہ Chief Minister;s initiative لے کر آئیں گے تو How can he be able to justify himself? جب ممبرز proposals لے کر آئیں گے اور اپنے facts and figures کے ساتھ بات کریں گے، جب رانا ثناء اللہ کی write کام کرے گی، رانا آفتاب خان کی جو all the time eagerness ہوتی ہے وہ لے کر اپنی proposals دیں گے تو How the Law Minister will respond to it? And I was looking

into it.

میں دیکھ رہا تھا۔

Abid Chattha can end up with the proposals. He lacked interest.

اس نے ایک اچھی پچ پر آکر تھوڑی دیر بعد اپنی بات کو چھوڑ دیا۔

He is my colleague and I will say this on his face. Ahmad Saeed can end up with the very concrete solutions but he went into the legislative issues which are not even in our purview, not even in our ambit, discussion

کس بات پر تھی جس پر رانا ثناء اللہ صبح شروع ہوئے۔ بات کو لے کر چلے وہیں چھوڑا۔ ایک political edge ہے، political edge کیا ہے کہ encroachment ہوئی، پولیس کو federal subject بنا دیا گیا وہ اس گورنمنٹ کے آنے سے پہلے ہوئی۔

That was according to the idea which National Reconstruction Bureau had in 2000. This is the book of it. In May 2000 National Reconstruction Bureau, the then Gen. Naqvi had the proposal of devolution and responsibility.

اس devolution and responsibility کی انہوں نے May 2000 کے اندر جو green book چھاپی، اس بک کے اندر انہوں نے ایک legislative study conduct کرائی، enactment then there was no parliament اس وقت نہ فیڈرل گورنمنٹ تھی، نہ نیشنل اسمبلی، نہ سینیٹ اور نہ پروونشل اسمبلیاں، کوئی بھی نہیں تھی اور ایک conference legislative enactment ہوئی کہ اس پر ہم قانون سازی کریں گے کیا۔ For me it was an initiative taken by the Treasury Benches کہ پولیس پر discussion ہو اور، Administrative Reforms پر یہ جو

Procedural Administrative Reformsہوتی ہیں ان کی حد تک درست بات ہے۔ Law Minister will be fair enough.جو انہوں نے کہا ہے کہ میں دو منٹ میں concludeکر دوں گا، very right, he can just stand up and say کہ جتنی بات ہوئی ہے، ایسے ایسے، یہ ہمارے ambitمیں نہیں آتی and that's allہم تو Administrative Procedural Reformsکی بات کر رہے ہیں and that's very right. Administrative Procedural Reformsمیں یہی وہ تھانہ کلچر ہے جہاں پر جناب لاء منسٹر! آپ نے پولیس کو نکیل ڈالنی ہے، You have toیہاں پر بات ہو گی تو رویوں کی بات ہو گی۔ میں کوئی juristنہیں، میں کوئی draftsmanنہیں ہوں جو قانون کو لکھ کر دوں گا، میں کوئی ایسا pin pointing enthusiastic subject law-knowing student نہیں ہوں جس نے آپ کے سامنے لا کر پوری databaseرکھ دینی ہے اور ABCبتانی ہے اور ہم نے اس میں پڑھ کر بتانا ہے کہ دن میں نماز پانچ وقت پڑھی جاتی ہے۔ No sir, not at all.ہم نے as leaders of the nationہم نے as representatives of the nationآپ کو broad prospectiveمیں ایک broad line provideکرنی ہے جس کے بعد demarcationکرنا آپ کا کام ہے۔ پولیس کو کس stageپر رکھتے ہو۔ initiativeآپ دے رہے ہو، آپ نے 20۔ارب روپے کا initiative according to the whatever the information we had and according to the Annual Development Programme.اس 20۔ارب روپے کے بدلے میں تھانہ کلچر کی reforms یا چیف منسٹر کے initiativeکو آپ پکا کریں، پر کیسے کرو گے؟ Home Departmentکے ماتحت یہ نہیں، indigenous bodyیہ بن چکے، آپ ان کی investigation skillsکہاں سے ڈھونڈ کر لائیں گے؟ آپ کی اس Parliamentکا ایک tenureختم ہو چکا ہے You don't have the right.یہ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ لاء منسٹر کے skills ہیں، کہ he covers up the police and brings them here and let them sit and let them listenکہ یہ آپ کر کیا رہے ہیں اور چیف منسٹر کی اس گورنمنٹ کی رٹ ہے کہ جو پولیس کو آپ کے developed programmeکے تحت تو آپ کے پاس ان ساتھ ساتھ چلا رہی ہے، نہیں تو اس سے یہ پوچھنے کا اختیار نہیں کہ تم نے اپنا ایس ایچ او کیسے بدلا؟ آپ کے پاس یہ اختیار نہیں۔ یہ بات سچ کی ہے اور ہم اس floorپر جھوٹ نہیں بول سکتے۔ IGP, Additional I.G. of the

یہ Investigation, Additional I.G. the person who was sitting here سب سے بڑی academic study کے اندر involve رہے۔ یہ Royal College گئے، یہ Harvard University گئے، انہوں نے Police Reforms پر ایک پیپر compile کیا۔ Police Reforms پر اصغر ندیم کا جتنا کام ہے میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں یہ دو چار لوگ ہیں جنہوں نے Police Reforms پر کام کیا۔ But they were never been able to come up with the proposed plan. کہ proposed plan ہے کیا؟ ابھی احمد سعید نے دفعہ 18(6) کی بات کی تو میں چیئر کی رولنگ چاہوں گا کہ دفعہ 18(6) کے مطابق جب تک first investigation by the police station of the concerned area جہاں پر وہ کیس ہوا ہے۔ اگر investigation skills کے مطابق وہ پورا نہیں کر رہا تو 18(6) اس پر binding کیوں دے رہا ہے۔

What is 18(6)? What is Rule 11(3) of the Police Order 2002?

جناب عالی! میری آپ سے صرف اتنی گزارش ہے کہ آج ہم نے یہاں پر جتنی بھی سفارشات مرتب کیں۔ Abid said the right thing کہ consolidation of laws کی بات کرنی چاہئے۔ We have known it. یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس کے لئے بہت زیادہ سر کھپانا پڑے۔ If we just look into the Kamal Sannies that وہ کیا is what جو ہمارے اور انڈیا کے پاس اکٹھا تھا; We know the Brikanian laws; We know the era of Muslim rule. اور آئین اکبری آیا۔ آپ دیکھیں کہ کتنے عرصے کے بعد، 900/800 سال گزرنے کے بعد آئین اکبری، اس کے بعد آپ کے پاس British Rule میں یہ سی آر پی سی آگئی اور سی آر پی سی کے ڈیڑھ سو سال بعد پولیس آرڈر 2002 آگیا جو کہ totally volatile of the Constitution of Pakistan ہے۔ I say it standing on the Government Benches that آپ کی اس حکومت کے لئے جتنی مشکلات پولیس آرڈر 2002 نے پیدا کر دی ہیں آپ کے ڈسٹرکٹس independent tiers جا چکے ہیں، آپ کے Superior Police Officers کا پولیس پر کنٹرول بالکل نہیں رہا۔ یہ تو اس چیف منسٹر کی رٹ آف دی گورنمنٹ ہے، یہ میں کوئی نمبر شمبر بنانے کے لئے بات نہیں کرتا، جیسے پیچھے دوستوں نے بات کی یہ تو writ of the Government on the apparent face of it کہ یہ جو کر رہے ہیں یہ اپنی حکومت کے اس آسرے کے ذریعے کہ چیف منسٹر بیٹھا

اے آئی جی پی داسر نہ لے لے، چیف منسٹر بیٹھا اے فلانے ڈی پی او نوں نا بدل دے۔ صرف ان بنیادوں پر یہ کام چل رہا ہے جناب، نہیں تو پولیس آرڈر 2002 آپ کو بالکل paralyse کر دیتا ہے، scrap کر کے باہر پھینک دیتا ہے۔ میری آپ سے صرف یہ گزارش ہے کہ تھانہ environmental culture کی reforms کے لئے آپ نے جو بات کی ہے، That is very right پیسا ان کو دو، دینا چاہئے۔ پولیس سٹیشنز کی تعداد بڑھاؤ، یہ پڑھ کے خود شرمندگی ہو رہی ہے۔ 162 police stations وہ بھی unsatisfactory، کتنی rented buildings الامان الحفیظ، majority 90 فیصد تھانوں پر آپ کی گورنمنٹ خود مطمئن نہیں ہے۔ اس کو بڑھانے اور ٹھیک کرنے کے لئے آپ نے 20۔ ارب روپیہ دے دیا لیکن جناب! ایک چیز پر تھوڑا سا غور فرمالیں۔ ایریا آپ کا نہیں، subject آپ کا نہیں ہے گورنمنٹ آپ کو پیسا دے رہی ہے۔ اس کے بعد آپ پولیس کے رویوں کی اور political manage کی بات کریں۔ آپ کے پاس پولیس کے رویوں کو درست کرنے کے لئے صرف واحد چیز یہ ہے کہ یہاں پر میرے ایک دوست نے کوٹا سسٹم کا کہا۔ یہ کوٹا سسٹم کیا ہے۔ میں اگر اس علاقے کا منتخب نمائندہ ہوں اور میں چھ لوگوں کو دوں گا تو میرے اوپر ایک چیک ہو گا۔ میں یہ بات سوچ سمجھ کر کروں گا کہ میں پولیس کی بھرتی کے لئے کس آدمی کا نام دے رہا ہوں۔ میں کسی چور اور اچکے کا نام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میرے اوپر عوامی ذمہ داری ہے۔ اس سے بڑا چیک اور کیا ہو سکتا ہے کہ میں نے ہر چار سال کے بعد اسی عوام سے دوبارہ ووٹ لینے کے لئے جانا ہے۔ ہم پر تو پہلے ہی اس سسٹم کا حصہ جس پر ایک چیک کا نظام لگا ہوا ہے باقی جن لوگوں کو چیک کرنا ان کو کیجئے۔

Whatever the Law Minister has done that is very daring and I would repeat it that the step which he has taken is out of his ambit. I would request him to continue with it. These Legislators will stand up for him and they will say for it

کہ کرو اور ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ Thank you very much

جناب چیئرمین: شکریہ۔ پیر مختار شاہ صاحب!

مخدوم سید محمد مختار حسین: جناب سپیکر! پولیس ریفارمز پر بات ہو رہی ہے۔ ہم لوگ فیلڈ میں

کام کرتے ہیں اور جو مسائل ہمارے سامنے آتے ہیں وہ عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے صورتحال یہ ہے کہ ایف آئی آر کے متعلق تمام حکومتیں کہتی ہیں کہ ایف آئی آر درج ہونی چاہئے جو آدمی بھی آئے اس کی ایف آئی آر درج ہونی چاہئے لیکن عرض یہ ہے کہ جب ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے تو پھر وہ جھوٹا مقدمہ ہو تو خارج ہو جاتا ہے لیکن اس پر غریب آدمی کا اتنا خرچہ ہو جاتا ہے اور لمبا عرصہ لگ جاتا ہے۔ میری تجویز ہے کہ ایف آئی آر درج کرنے سے پہلے انکوائری ہونی چاہئے۔ حکمران حکم دیتے ہیں کہ ایف آئی آر لازمی درج ہونی چاہئے لیکن ایف آئی آر سے پہلے انکوائری لازمی ہونی چاہئے۔ اس انکوائری میں جھوٹ سچ کا کم از کم تعین ہونا چاہئے اور اس کے بعد ایف آئی آر درج ہونی چاہئے۔ اگر صحیح افسر ہے تو پچاس فیصد غلط پرچے نہیں ہوں گے۔ ایف آئی آر درج ہونے کے بعد اس کو خارج کروانے کے لئے کہ ایک لمبا process ہے اور غریب آدمی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

جناب والا! دوسری عرض یہ ہے کہ انھوں نے تفتیش کا سسٹم اور watch and ward الگ کر دیا ہے۔ اس میں پہلے ایف آئی آر درج کروانے پر لوگوں کے اخراجات ہوتے ہیں اور پھر بعد میں تفتیش میں لوگ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ اس کے بعد عرض یہ ہے کہ تفتیش تبدیل کروانے کا سسٹم جو انھوں نے رکھا ہے وہ بھی انتہائی مشکل ہے۔ ڈسٹرکٹ میں تفتیش تبدیل کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ڈسٹرکٹ میں ایک بار تفتیش تبدیل ہونے کی کوئی گنجائش ہونی چاہئے۔ یہ بھی بہت مشکل ہے کہ غریب لوگ لاہور آکر درخواست دیں اور اس کے بعد نیچے بورڈ بنے اور لمبا process ہو اور بے گناہ آدمی جیل میں پڑا رہے یا پولیس کی حراست میں رہے، ریمانڈ میں رہے تو یہ غلط ہے اس لئے تفتیش کے سسٹم میں مقامی طور پر بہتری ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! میری تیسری گزارش یہ ہے کہ ڈی ایس پی رینک کے جو حضرات اوپر جاتے ہیں۔ ان میں سے 80/90 فیصد لوگ کرپٹ ہوتے ہیں۔ ان کو انسپکٹر تک روکنا چاہئے اور پبلک سروس کمشن کے ذریعے اے ایس آئی آنے چاہئیں۔ اس طرح پڑھے لکھے لوگ آگے آئیں گے، اچھے مقابلے کے ساتھ آئیں گے تو بہتری ہو گی۔ یہ بات تجربے سے ثابت ہوئی ہے کہ جو پولیس والا سپاہی سے اے ایس آئی اور انسپکٹر بنا ہے۔ اس کی کارکردگی ناقص ہے اور جو ڈائریکٹ پبلک سروس کمیشن سے چاہے اے ایس آئی بھرتی ہوا ہے یا سب انسپکٹر آیا ہے۔ اس کی کارکردگی نسبتاً ان سے

بہتر ہے۔ اس لئے ان کو بہتر کرنے کے لئے پبلک سروس کمشن کے ذریعے ریکروٹمنٹ ہونی چاہئے۔

جناب والا! میری آخری عرض یہ ہے کہ جس طرح ہمارے باقی سسٹم collapse کر رہے ہیں حقیقتاً پولیس کا سسٹم بھی collapse کر رہا ہے۔ ان کا موقع پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ ان کا آپس میں کوئی ربط نہیں ہے۔ جو قانون عوامی نمائندے بنا کر بھیجیں گے وہ چلے گا۔ یہ جنرل نقوی کا introduce کیا ہوا سسٹم ہے۔ اس جنرل نے جس طرح باقی سسٹم تباہ کئے ہیں اسی طرح یہ پولیس کا سسٹم بھی تباہ ہو رہا ہے۔ جب تک یہ جرنیلوں کے ہاتھ میں رہے گا اور عوامی نمائندوں کا سسٹم نہ ہوگا تو یہ سسٹم تباہ ہوتا رہے گا اور ختم ہوتا رہے گا۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، راجہ بشارت صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! شکریہ سب سے پہلے میں اپنے تمام بھائیوں کا جنھوں نے حکومتی بنچوں سے اور اپوزیشن بنچوں کی طرف سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مثبت تجاویز دیں، ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حکومت کے، وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب کے initiative کو یہاں پیش کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ اس پر بحث ہو۔ اس وقت ہم نے جو تجاویز دی ہیں ان میں سے کچھ پر عملدرآمد شروع ہو چکا ہے اور کچھ پر عملدرآمد ہونا ہے تاکہ ان میں مزید بہتری لائی جاسکے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ابتداء میں بھی یہ کہا تھا کہ مثبت تنقید کو تنقید برائے اصلاح لیں گے نہ کہ صرف تنقید برائے تنقید لیں گے اس لئے جن دوستوں نے اچھی اور مثبت تجاویز ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان پر بھرپور طریقے سے عمل کیا جائے گا اور میں یہ بات ہاؤس میں بھی دہرانا چاہتا ہوں اور ہاؤس سے باہر بھی میں نے دوستوں سے بات کی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ تجاویز جو اس ہاؤس میں آئی ہیں۔ ان کی روشنی میں جو تجاویز مرتب ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس ہاؤس سے باہر بیٹھ کر بھی ان سے مشاورت کریں گے اور incorporate کرنے کی کوشش کریں گے اور جو بھی اس سسٹم کی بہتری کی بات ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کو ضرور اپنائیں گے۔

جناب چیئرمین! میں یہاں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں سب سے پہلا ابہام جو create کیا گیا کہ یہ شیڈول 6 میں ہے۔ یہ پولیس آرڈر کے حوالے سے ہے۔ میں ان بھائیوں سے صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم بات جو مرضی کرتے رہیں لیکن یہ تین چار صفحے جو ہم

نے دیئے ہیں۔اس میں سے کوئی ایک recommendation اٹھا کر میرے ساتھ بات کر لیں کہ جو اس بات کے آڑے آتی ہو کہ اس پر ہم عملدرآمد نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: لودھی صاحب! ذرا بات سن لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں ایک ایک کر کے recommendations پڑھوں گا اور بتاؤں گا۔اس معزز ایوان میں بیٹھا ہوا کوئی بھائی یہ پوائنٹ آؤٹ کر دے کہ اس کے لئے ہمیں شیڈول 6 کی کوئی پابندی ہے اس کے لئے ہمیں صدر پاکستان کے پاس جانا پڑے گا، اس کے لئے ہمیں وفاقی حکومت کے پاس جانا پڑے گا۔ سب سے پہلے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں ہم نے پولیس سٹیشن کے فنکشن دیئے اور اس کے بعد ہم نے کہا کہ complaints of the public کیا ہیں کہ ایک عوام کو پولیس سے کیا شکایات ہیں؟ impolite behaviour ہے اب اگر عوام کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ پولیس کا ان کے ساتھ رویہ ٹھیک نہیں ہے تو اس رویے کو درست کرنے کے لئے کیا ہمیں قانون سازی کی ضرورت ہے؟ اس کے بعد non registration of FIR کی بات کی ہے کہ ایک عام آدمی کو اگر یہ شکایت ہے کہ وہ تھانے میں جاتا ہے اس کا پرچہ درج نہیں کیا جاتا تو اس کو ایک سسٹم کے اندر لانے کے لئے کیا ہمیں کسی آئینی یا قانونی ترمیم کی ضرورت ہے؟ ہم نے پولیس کا callous attitude لکھا ہے اب callous attitude کو بہتر کرنے کے لئے ہمیں کس امنڈمنٹ کی ضرورت ہے؟ اس کے بعد inconvenience at 'nakkas' لکھا ہوا ہے، شیخ اعجاز صاحب نے بات کی کہ اگر کوئی پولیس والا کسی سے ناکے پر ایک درست رویہ اختیار نہیں کرتا اور اس رویے کو ہم ٹھیک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں کونسی آئینی ترمیم چاہئے؟ اس کے بعد illegal detentions کی بات ہے کہ اگر تھانے میں کسی کو illegally detain کیا جاتا ہے تو اس کو lock up میں سے نکالنے کے لئے اور illegal detention میں رکھنے والے ایس ایچ او کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے ہمیں کون سا صدر پاکستان کے پاس جانا پڑ رہا ہے یا شیڈول 6 کی بات آ گئی یا وہ بات آ گئی جو ایک انہونی بات ہے جو ہم کرنے جا رہے ہیں یا لاء منسٹر اس کا کیا جواب دے گا؟ میں کہتا ہوں کہ کوئی ایک ممبر پوائنٹ آؤٹ کر دے۔ اس کے بعد torture کی بات کی گئی، اب ایک تھانے میں کسی شریف شہری پر torture ہوتا ہے اور اگر ہم یہ ensure کرنا چاہتے ہیں کہ torture نہیں ہو گا تو اس میں کون سی ہمیں آئینی ترمیم کی ضرورت ہے؟ اس کے بعد fake encounters ہے اگر حکومت اس کو discourage کرتی ہے کہ یہ جو

جعلی پولیس مقابلے ہیں، نہیں ہونے چاہئیں اس کے لئے ہمیں کونسی آئینی ترمیم کی ضرورت ہے؟ اس کے بعد patronizing crime ہے، جو ہمارے پولیس آفیسر جرائم کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اگر ہم ان کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کسی آئینی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح کرپشن کو روکنے کے لئے اگر ہم اقدامات کرتے ہیں تو ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ وہ شکایات تھیں جو ایک عام آدمی کو پولیس سے ہیں، ہم نے ان کو یہاں chalk up کیا۔ جب ہم ایک سسٹم کو بہتر کرنا چاہتے ہیں اور وہ شکایات جو کہ عوام کی حقیقی شکایات ہیں ان کو دور کرنا چاہتے ہیں تو ہم نے ساتھ دیکھا کہ پولیس کے مسائل کیا ہیں، ہم نے ان کو بھی یہاں پر chalk up کیا۔ سب سے پہلے ہم نے lack of job security کے متعلق لکھا۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت مزید دس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! چار بجے تک بڑھا دیں۔

جناب چیئرمین: چار بجے تک ٹائم بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! ہم نے پولیس کی lack of job security کی بات کی۔ کون سا میرا بھائی اس بات کی تصدیق نہیں کرے گا کہ کوئی پولیس افسر جو سرکاری فرائض کی انجام دہی کے دوران اگر خدانخواستہ وہ کسی مقدمے میں ملوث ہو جاتا ہے تو اس کو suspend کر دیا جاتا ہے۔ یقین کیجئے اس کے بچوں کو روٹی دینے والا کوئی نہیں ہوتا، اس کے پاس وکیل کرنے کے لئے پیسے نہیں ہوتے۔ اسی طرح financial stress ہے، تنخواہیں کم ہیں یہ ان پر پریشر ہے۔ extended working hours جس کی سب نے بات کی کہ صبح سے لے کر شام تک ڈیوٹی کرتے ہیں اور problem in getting leave ہے اور ہمارے دوستوں نے کہا کہ چھٹی کا ان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہیں سے دوستوں نے کہا کہ آفت میں لوگوں کو چھٹیاں دی جاتی ہیں اور پولیس کی چھٹیاں منسوخ کر دی جاتی ہیں۔ اسی طرح little emphasis on welfare ہے یعنی کوئی ہسپتال نہیں ہے، کوئی سکول نہیں ہے، کچھ دوستوں نے بات کی کہ ان کے پاس ٹرانسپورٹ کی کمی ہے۔ lack of health facilities کے متعلق دوستوں نے کہا کہ ان کے پاس ہسپتال نہیں ہیں، ان کے بچوں کے علاج کے لئے ان کے پاس سہولیات نہیں ہیں۔ اسی طرح تھانوں کی dilapidated buildings کی بات کی گئی یہ وہ مسائل ہیں جن کا پولیس کو سامنا تھا تو جنرل پبلک کے مسائل اس کے ساتھ پولیس کے مسائل کو سامنے رکھ کر ہم نے وہ سفارشات دیں

جن پر ہم عملدرآمد کر سکتے ہیں اور جس کے لئے ہمیں کسی آئینی یا قانونی پیچیدگی در پیش نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! اب improvement in working environment at Police Stations ہے اس کے لئے ہم نے یہ تجویز کیا ہوا تھا اور انشاء اللہ تعالیٰ پریکٹیکلی ہم کر بھی رہے ہیں کہ تھانوں میں بیٹھنے کے لئے جگہ نہیں ہے، تھانوں میں مناسب فرنیچر نہیں ہے، تھانوں میں مناسب بجلی نہیں ہے، تھانوں میں ٹائیلٹس نہیں ہیں، تھانوں میں سفیدی نہیں ہے اور دیواریں گری ہوئی ہیں اگر ان کو ہم بہتر کرنا چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس کے بعد improvement in service conditions of Police Officers ہے جس طرح میں نے job security کی بات کی تو اگر ہم اس کو تحفظ دینا چاہیں اور ہم یہ کہیں کہ ڈیوٹی کے دوران خدانخواستہ کسی پولیس افسر کے خلاف کسی جرم میں کیس ہو جاتا ہے تو حکومت یا محکمہ اس کے اخراجات برداشت کرے گا تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اسی طرح reducing work-load and stress management ہے، اسی طرح improvement in attitude of Police Officers ہے ان کی ٹریننگ کے لئے بات کی گئی وہ ہم کروانا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے ہم welfare measures کرنا چاہتے ہیں۔ emphasis on training کی یہاں میرے بھائی نے بات کی۔ ہم پولیس کو جو وسائل دے رہے ہیں اس میں سب سے زیادہ stress اس بات پر کر رہے ہیں کہ پولیس کے جو ٹریننگ انسٹیٹیوشنز ہیں ان کی حالت کو بہتر کیا جائے اور ان کو اپ گریڈ کیا جائے تاکہ ان کو ایک مناسب ٹریننگ ملے۔ سروس کے دوران پھر ان کو ٹریننگ کے لئے بھیجا جائے، ان کے refresher courses کروائے جائیں تاکہ ان میں کوئی بہتری آ سکے۔ اس کے بعد ہم نے accountability کی بات کی ہے، اس کے بعد ہم improvement of image of Police کی بات کر رہے ہیں، role of police leadership کی بات کر رہے ہیں۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سارے وہ اقدامات تھے جو میں سمجھتا ہوں کہ بہت معمولی توجہ کے ساتھ یہ معاملات ہم حل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم یہ کر جاتے ہیں تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو پولیس کے رویے میں ایک واضح فرق نظر آئے گا۔

جناب چیئرمین! یہاں سب سے زیادہ بات ایف آئی آر کے حوالے سے ہوئی۔

میں انتہائی ذمہ داری کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایف آئی آر سے متعلق جن خیالات کا اظہار اس معزز ایوان میں کیا گیا اس کا سب سے بڑا ایڈووکیٹ میں خود ہوں۔ میں نے وہ تمام خدشات جن کا یہاں پر اظہار ہوا ان میں سے اکثر ایسے تھے کہ جن کو میں نے خود ایڈووکیٹ کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ بات یہاں پر ختم نہیں ہوتی۔ ایف آئی آر کی فری رجسٹریشن، mandatory registration of FIR کے بعد کے جو معاملات ہیں، میں اس معزز ایوان میں on the floor of the House اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ابھی اس میں بہت کام کرنے کی ضرورت ہے اور اس میں بہتری کی بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔ اس کے لئے میں اپنے دوستوں کو اعتماد میں لینا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ اس subject کو ایک open for discussion, open to logic سمجھیں اور میں ہر وقت آپ کے ساتھ بیٹھ کر اس میں بہتری لانے کے لئے تیار ہوں اور جو آپ کی تجاویز ہوں گی، جتنی ایف آئی آر سے متعلقہ قباحتیں ہیں جن کا یہاں ذکر کیا گیا، اکثریت کے ساتھ میں اتفاق کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس کو بہتر کرنا چاہتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی مشاورت سے جس طرح آج اور اس سے پہلے یہاں کھل کر اس سلسلے میں بات کی، میں سمجھتا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ اس میں بہتری کی گنجائش موجود ہے اور بہتری ضرور آئے گی۔

جناب چیئرمین! یہاں اس حوالے سے بھی بات کی گئی کہ مزید رپورٹنگ سنٹرز کھولنے سے مسائل پیدا ہوں گے۔ میں یہاں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ بھی ایف آئی آر سے ہی متعلقہ ہے۔ جب ایف آئی آر کا issue ہم discuss کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس پر discussion کریں گے اور اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ زیادہ سنٹرز کے بنانے سے خدانخواستہ کوئی ایسا کرپشن کا اور غلط ایف آئی آر کے اندراج کا flood gate نہ کھلے ان تمام چیزوں کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم plug کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ یہاں میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایس ایچ اوز کی پوسٹنگ کے حوالے سے بات کی گئی اور دوستوں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ایس ایچ اوز کی پوسٹنگ کے لئے criteria ضرور مقرر ہونا چاہئے۔ میں اپنے دوستوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کی تجاویز کی روشنی میں اور جس طرح یہاں کچھ بھائیوں نے ایس ایچ اوز کی پوسٹنگ کے حوالے سے بتایا ہے کہ ضلع میں ایک لسٹ ہونی چاہئے اور اسی لسٹ میں سے ہی لوگ آنے چاہئیں اور وہ لسٹ بنانے کے لئے علیحدہ اور غیر جانبدار افسران جن کی credibility ہو وہ لسٹ مرتب

کریں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ کوشش کریں گے کہ ایس ایچ اوز کے لئے جو criterion بنایا جائے وہ ایسا criterion بنایا جائے کہ جس پر انتہائی اہل، ایماندار اور efficient لوگ سلیکٹ ہو کر آ سکیں تاکہ ان میں سے پھر آگے ہم ایس ایچ او لگائیں۔

جناب سپیکر! ایک تجویز تھی کہ جس سے میں اتفاق نہیں کرتا وہ تجویز یہ تھی کہ ایس ایچ اوز کو سلیکٹ کرنے کے لئے ایک پینل عوام میں سے بھی لیا جائے، جوڈیشری کے لوگوں سے بھی لیا جائے، پبلک سیفٹی کمیشن سے بھی لیا جائے۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ پولیس ایک disciplined force ہے ان کا ایک اپنا طریق کار ہے اس میں باہر سے جب سلیکشن کے لئے لوگ آئیں گے تو اس میں کام کرنے میں کوئی رکاوٹ کا احتمال ہو سکتا ہے۔ لیکن within the police force انشاء اللہ تعالیٰ ہم ایک foolproof system evolve کرنے کی کوشش کریں گے کہ جس سے بہتر پینل سامنے لا سکیں۔

جناب سپیکر! شفٹ سسٹم سے تمام دوستوں نے اتفاق کیا کہ شفٹ سسٹم ہونا چاہئے اس سے اتفاق کرنے پر میں دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہاں پر investigation سٹاف کی ٹریننگ کی بات کی گئی۔ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ نہ صرف investigation staff بلکہ ہمارا دوسرا سٹاف جو ہے اس کی بھی ٹریننگ کا ایک موثر نظام لے کر آ رہے ہیں۔ میرا کوئی بھی بھائی اس بات سے اتفاق نہیں کرے گا کہ آج کا جو ایس ایچ او ہے اس سے آپ توقع کرتے ہیں کہ وہ کہیں پریڈ کر کے آتا ہے یا وہ کہیں پریڈ کرتا ہے اس کا کوئی concept نہیں ہے اس لئے ہم نے اس کو ایک سسٹم کے اندر لانا ہے۔ میں فی الحال صرف اتنی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہماری پولیس میں جو سسٹم شروع ہو چکا ہے کہ once a week ان کی جنرل پریڈ ڈی پی او خود کر رہے ہیں لیکن ہم اس کو مزید بہتر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جس طرح ڈی پی او اگر ڈسٹرکٹ لیول پر ہفتہ میں ایک بار کرتا ہے تو کم از کم ایس ایچ او کو تھانے کی سطح پر روزانہ پریڈ کے سسٹم کو evolve کرنا چاہئے تاکہ فورس میں discipline آئے۔ صبح وردی بھی پہنی جائے، صبح شیو بھی کروائی جائے، صبح کو تیار ہو کر نکلا جائے تاکہ کم از کم ایک ڈسپلن سامنے آئے۔

یہاں پر پولیس کے وسائل کے حوالے سے بات کی گئی تو میں تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ تمام دوستوں نے بلا تفریق، بلا امتیاز اس بات سے اتفاق کیا کہ پولیس کے وسائل میں اضافہ ہونا چاہئے۔ یہاں دوستوں نے ٹرانسپورٹ کی کمی کی بات کی، یہاں دوستوں میں

messing کے حوالے سے بات کی کہ ان کے کھانے کا بہترین انتظام ہونا چاہئے، یہاں پر duty hours کی بات کی گئی۔ میں اپنے دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آج جن معاملات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم نے پولیس کے لئے بجٹ میں وسائل رکھے تھے آج میرے دوستوں نے خود ہی اس کا اظہار کیا ہے اس لئے جو میرے دوست بھائی بجٹ پر بات کرتے ہوئے پولیس کے لئے مختص شدہ رقم پر اعتراض کرتے تھے آج انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا کہ پولیس کو زیادہ وسائل دینے چاہیئں تاکہ پولیس کی کارکردگی بہتر ہو (نعرہ ہائے تحسین)

میں سمجھتا ہوں کہ چودھری پرویزالٰہی صاحب کا وہ فیصلہ جو کہ بجٹ میں پولیس کے لئے زیادہ پیسے رکھے گئے۔ سارے بھائیوں نے کہا کہ تھانوں کے حالات بہتر نہیں پیسے ہوں گے تو تھانوں کی حالت ٹھیک ہوگی، میرے دوستوں نے بات کی کہ گاڑیاں نہیں ہیں۔ گاڑیاں تب ہی خریدی جائیں گی جب ہم وسائل دیں گے اور جو پرابلم ہیں وہ وسائل سے ہی حل ہوں گے۔ یہاں پر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس لحاظ سے بھی بالخصوص ارشد بگو صاحب اور دیگر دوستوں کا کہ جنہوں نے بحیثیت مجموعی ان recommendations کو اچھا قرار دیا۔ میں ان کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ایک بات یہاں پر میرے بھائیوں نے یہ کہا کہ implementation کے حوالے سے کہ یہ آپ تجاویز تو دے رہے ہیں یہ آپ initiative تو لے رہے ہیں لیکن اس پر implementation کا کیا ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ implementation کے حوالے سے بھی ہم دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں گے اور انہیں ساتھ لے کر، جناب! آپ نے دیکھا ہوگا اور اخبارات میں بھی آتا ہے کہ گزشتہ کچھ عرصے سے وزیراعلیٰ صاحب نے ذاتی طور پر پولیس کی ہر مہینے میٹنگ لینی شروع کی ہوئی ہے اور وہ میٹنگ صرف اسی حوالے سے ہوتی ہے کہ پولیس کو اگر ہم اتنے وسائل دے رہے ہیں تو پھر ان کی کارکردگی پر بھی کڑی نظر رکھی جائے۔ کیا اس میں کوئی بہتری آ رہی ہے یا نہیں آ رہی؟ میں اپنے بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جب ہم اتنی بات کرتے ہیں تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ پولیس کو وسائل دے رہے ہیں تو اس کی کارکردگی کو بھی monitor کیا جائے گا اور اس کو ensure کیا جائے گا کہ اگر قومی خزانے سے ان پر خرچ کیا جاتا ہے تو پھر انہیں وہ desired results بھی دیئے جانے چاہیئں۔ شیخ اعجاز صاحب نے بڑی رہائش گاہوں کی بات کی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ continuous process ہے۔ پولیس کے پاس جو پراپرٹی ہے وہ ان کی اپنی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ پنجاب گورنمنٹ کی پراپرٹی ہے اس کو فروخت کئے بغیر ہم ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت چل

رہے ہیں جہاں پولیس افسران کو رہائش دی جائے گی اور یہ جوان کے پاس بڑی بڑی رہائش گاہیں ہیں یا اس کے ساتھ فالتو زمین ہے یہ صوبائی حکومت کا اثاثہ ہے۔ وہ اس صوبہ کا، اس حکومت کا، اس صوبہ کے عوام کا اثاثہ ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کو سنبھال کر رکھا جائے کیونکہ جس طرح پراپرٹی کی قیمتوں میں اضافہ کا رجحان ہے۔ جو زمین آج دس لاکھ روپے کی ہے آنے والے وقت میں اس نے مہنگا ہونا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہمارے قومی خزانے میں اضافے کا ہی باعث بنے گی۔ میرے بھائی نے night goggles کی بات کی تھی اور یہ بجٹ میں بھی بات کی گئی تھی night goggles لوکل پولیس کے لئے نہیں خریدی گئیں بلکہ بارڈر ایریا میں ہماری پولیس جو کہ سرحدوں پر کام کرتی ہے ان کو رات کے لئے goggels خرید کر دیئے گئے ہیں اس لئے اس کا عام پولیس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح پولیس میں بھرتی کے حوالے سے بات کی گئی۔ بھرتی میں میں انتہائی اعتماد کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی ٹریفک پولیس میں پولیس وارڈنز کی بھرتی ہوئی ہے پارلیمنٹیرین بے شک اس کا تعلق ٹریژری بنچز سے ہو یا اپوزیشن سے ہو کسی ایم پی اے کو کوئی کوٹا نہیں دیا گیا اور جو بات میرے بھائی نے پانچ پانچ حضرات کے کوٹے کے حوالے سے کی ہے۔

جناب چیئرمین! یقین کیجئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی چھاتی پوری، جن کا قد پورا، جن کی تعلیمی کوالیفکیشن پوری جو انٹرویو میں پاس اور جو تحریری امتحان میں پاس اور اگر میرٹ لسٹ میں وہ پورے ہیں تو وہ بھرتی ہوئے ہیں اس کے علاوہ کسی ایم پی اے کی recommendations پر کوئی شخص بھی in relaxation of rule, in relaxation of policy ایک شخص بھی بھرتی نہیں کیا گیا۔ یہاں پر عابد چٹھہ صاحب نے alternate dispute resolution bodies کی بات کی۔ یہ بات already ہماری recommendations میں شامل ہے۔ ٹریننگ اور اپ گریڈیشن کی میں نے بات کر دی۔ میں آخر میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے خلوص نیت کے ساتھ کیا ہے اور اس نیت کے ساتھ کیا ہے کہ ہم اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے، اپنے اختیارات کے اندر رہتے ہوئے جو تبدیلی لا سکتے ہیں وہ تبدیلی لائی جانی چاہئے اور اگر ہم اسی لحاظ سے آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں کہ ہم نے یہ کام نہیں کر سکنا تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ نامراد نہیں چل سکتے۔ ہم جتنا چل سکتے ہیں اتنا ہمیں چلنا چاہئے اور جتنا ہم کر سکتے ہیں اتنا ہمیں کرنا چاہئے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہمارے پاس جو وسائل موجود ہیں ان وسائل کو مدنظر رکھتے

ہوئے ہم بہتری کی طرف جارہے ہیں اور یہ جو initiative وزیر اعلیٰ کا ہے، جو آج اس معزز ایوان میں ہم نے ڈسکس کیا جب تک اس پر عملدر آمد ہوتا رہے گا اس وقت تک اس میں بہتری کی گنجائش موجود رہے گی۔ میں اپنے دونوں اطراف میں بیٹھے ہوئے بھائیوں سے استدعا کروں گا کہ جب بھی وہ مثبت بات کرنا چاہیں، مثبت تجویز دینا چاہیں، اس سسٹم کو بہتر کرنے کے لئے تجویز دینا چاہیں تو ہم اس کو ہر وقت انشاء اللہ تعالیٰ ویلکم کریں گے اور ان کی تجاویز پر عملدر آمد بھی کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی جناب چیئرمین میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: اب آج کے اجلاس کا وقت ختم ہوتا ہے میں گورنر صاحب کے آرڈر پڑھ دیتا ہوں۔

اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ

No.PAP-Legis-1(109)/2006/831. Dated 5th July, 2006. The following Order, made by the Governor of the Punjab, is hereby published for general information:-

> In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, **I, Lt. Gen. (Retd) Khalid Maqbool,** Governor of the Punjab hereby prorogue the Provincial Assembly w.e.f. July 5th 2006 on the conclusion of sitting on that day.

Dated: Lahore, the 5th July 2006

LT. GEN. (RETD) KHALID MAQBOOL
GOVERNOR OF THE PUNJAB"